

# پرده



عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لِفَاطِمَةَ أَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ  
قَالَتْ لَا يَرِيهِنَّ الرِّجَالُ

(بدواہ البزار)

# پیر کا

اس کتاب میں پردے کی حقیقت پر شرح و بسط کیا تھا روشنی ڈالی گئی ہے



مؤلفہ

حضرت مولانا ابوبشر محمد صالح نقشبندی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ





## پیش کش

ایک بندہ بے نوا ان چند اوراق پریشان کو جو درحقیقت اس کے  
دلِ غمیدہ کے چند ٹکڑے ہیں جس کو اُمت کی حالتِ زار نے پاش پاش کر  
رکھا ہے یا اس کے دیدہ شکبار کے چند آنسو ہیں جس کو قومی اوبار و تنزل  
خون رُلا رہا ہے بطور بضاعتِ مرچاۃ اس تاجدارِ کونین کی درگاہِ عالی میں  
پیش کرتا ہے جہاں خلاص و عقیدت کی نذر زیادہ وقعت رکھتی ہے جس کی سرکار  
میں محبت کے ساتھ پیش کی ہوئی مٹھی بھر جو ریں دیناروں کے انبار پر فوقیت پاتی ہیں  
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى كُلِّ ذِي سُلْطَانَةٍ أَلْفَ أَلْفِ مَرَّةٍ +  
ابوالشیر محمد صالح بن معلوی مست علی مرحوم

# مختصر فہرست مضامین کتاب پردہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۵	باب اول	۲۹	پہلا حصہ عقلی بحث
۵۵	ملکہ ثریا کے ایک بیان کا جواب	۲۹	پردہ کی فطرۃ ضرورت
۶۴	باب دوم	۲۶	کیا پردہ ترقی کا مانع ہے۔
۶۴	پرمسے پر آبرو بیگم صاحبہ کی	۲۸	بے پردہ اقوام کی حالت کا نوٹ
۶۴	ایک بصیرت افروز تقریر	۳۱	بے پردگی کے بے انتہا پُر خطر
۶۷	اجنبی مردوں سے میل جول	۳۱	نتائج میں سے چند تانہ نظائر
۷۰	مستورات کا مسجدوں میں آنا	۳۲	یورپ میں بے پردگی کے
۷۰	جوان عورتوں کا بیرونی لباس	۳۲	نتائج کے چند نمونے
۷۳	سن رسیدہ عورتوں کا لباس	۳۴	کیا پردہ مضر صحت ہے
۷۸	پرمسے میں آزادی	۳۵	کیا پردہ سے تپ دق اور سل ہو جاتی ہے
۸۰	باب سوم	۳۵	کیا پردہ کاروبار میں خلل ہو سکتا ہے
۸۰	منہ ہاتھ اور پاؤں وغیرہ	۳۷	کیا پردہ تعلیم کا مانع ہے
۸۰	کے پوشیدہ رکھنے کے دلائل	۳۸	انگریزی تعلیم کا زہر پلایا اثر
۸۴	قرآن مجید سے عورتوں کو اجانب	۳۹	کیا جہالت کا علاج دینی تعلیم
۹۳	اور نامحرم سے پردہ کرنے کا حکم	۴۴	ہے۔ یا کالجوں کی تعلیم
۹۶	اعتراضات مع جوابات	۴۴	اہلالت المؤمنین اور صحابیات کا پردہ
۹۶	باب چہارم	۴۷	نام نہاد تہذیب اور معکوس ترقی
۹۶	پردہ اور اس کے اقسام	۵۲	پرمسے کی برکات
۹۷	اوسط اور اعلیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت	۵۵	دوسرا حصہ شرعی بحث

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۸	مشتبہ غیر محرم سے پردہ کا ضروری ہونا	۱۰۶	باب پنجم
۱۲۹	دیور اور حبیبہ وغیرہ سے پردہ کرنا حکم	۱۰۶	پردے کے متفرق احکام
۱۳۰	اندھے سے پردہ کرنے کا حکم	۱۱۰	اسلام میں پردے کی ابتدا
۱۳۱	غیر محرم برات اور دولہا دیکھنے کی ممانعت	۱۱۲	بغیر اجازت خاوند کے کسی کو گھر میں آنے کی ممانعت
۱۳۲	نامحرم مردہ سے پردہ کرنے کا حکم	۱۱۳	ایکلی عورت کے گھر میں جانکی ممانعت
۱۳۲	غیر محرم کو سلام کرنے کی ممانعت	۱۱۴	غیر محرم مرد و عورت کا تخلیبہ میں بیٹھنا ممنوع ہونا
۱۳۳	بلا اجازت گھر میں داخل ہونے کی ممانعت	۱۱۵	آنحضرت سے غیر محرم عورتوں کا پردہ کرنا
۱۳۵	کسی کے گھر میں جھانکنے والے کی سزا	۱۱۵	پردے کے سبب مطلقہ عورتوں کو گھر سے باہر جانے کی ممانعت
۱۳۷	غیر محرم مردوں کو جھانکنے والی عورتوں کو مارنے کا حکم	۱۱۷	عورت کا سر سے پاؤں تک پردہ کرنا
۱۳۸	بے پردہ عورتوں کو سزائے عقبی	۱۱۸	بڑھیا عورتوں کو پردہ کرنا حکم
۱۳۹	باریک کپڑا پہننے کی ممانعت	۱۱۹	غیر محرم عورتوں کے دیکھنے کی ممانعت
۱۴۰	حالاتِ حاضرہ	۱۲۰	عورتوں کو خوشبو مل کر باہر جانے کی ممانعت
۱۴۱	مرد کو مرد کے سامنے اور عورتوں کو عورت کے سامنے تنگا ہونے کی ممانعت	۱۲۱	غیر محرم کی طرف پہلی اور دوسری دفعہ نظر ڈالنے کا حکم
۱۴۲	میاں بیوی کو ایک دوسرے کا ستر دیکھنے کی ممانعت	۱۲۳	عورتوں کو غیر محرم مردوں کے دیکھنے کی ممانعت
۱۴۲	مردے کے ستر کی طرف دیکھنے کی ممانعت	۱۲۴	نامرد خیمتی محبوب اور محنت سے پردے کرنے کا حکم
۱۴۳	خلوت میں بھی تنگا ہونا ممنوع ہے	۱۲۷	غیر محرم عورتوں سے آنکے خاوندوں کی اجازت کے بغیر بات چیت کرنا کی ممانعت
۱۴۵	عورتوں کو حمام میں نہ جانے کا حکم		
۱۴۶	عورت کن کن جگہوں میں اجازت لے کر گھر سے باہر جاسکتی ہے		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۱	باب چھٹا	۱۴۷	عورتوں کو قبرستان میں جانے کی ممانعت
۱۵۱	عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کا فتوے	۱۴۹	عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانے کی ممانعت
۱۵۴	ازواج مطہرات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا	۱۵۰	عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجد میں آنے کی ممانعت
۱۵۸	صحابیات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا	۱۵۰	پرہیز کے متعلق فقہائے کرام کے فتاویٰ کا خلاصہ
۱۵۹	التماس مولف		

## اعتذار

اس کتاب کی تصحیح میں کافی حد تک کوشش کی گئی ہے لیکن تجربہ شاہد ہے کہ غلطیاں رہی جاتی ہیں۔ لہذا اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اگر کہیں غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں تصحیح ہو سکے۔  
ادارہ آپ کا بہت مشکور ہوگا۔

محمد اکرم مجددی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## عرض ناشر

الحمد للہ! اللہ رب العزت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے جس نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں راہ ہدایت دکھائی اور پھر اس راہ حق کی اشاعت میں قدم اٹھانے کی توفیق بخشی۔

آپ کے زیر ملاحظہ کتاب ادارہ ہذا کی تیسری پیش کش ہے۔ پہلی مرتبہ اس قابل صد افتخار تحقیقی اور تخلیقی کاوش کو مصنف مرحوم و مغفور نے ۱۹۳۲ء میں اپنی زیر نگرانی مستعدہ ہندوستان میں چھپوایا تھا۔ یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اس کے بعد آج تک نہ یہ کتاب دوبارہ اشاعت ہوئی اور نہ ہی قوم اس قدر اہم کتاب سے استفادہ کر سکی۔ اب زمانے کی بے راہ روی اور اسلامی قدر و قیمت کی پامالی کو دکھ کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے اور اس کتاب کی اشاعت کو شد ضروری اور وقت کا اہم تقاضا تصور کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کو مختصانہ طور پر شائع کرتے وقت بارگاہ ایزدی میں عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان بہن بھائیوں کو اس کے مطالعہ سے صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب ہذا کے مصنف ناشرین اور معاونین کی سعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر قدم پر ہماری رہنمائی کرتا ہے اسلام صرف چند عبادات عقائد اور دعاؤں کا نام نہیں بلکہ یہ زندگی کا ایک مکمل سانچہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ جس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال کر ہی ہم فلاح و نجات کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اسلام ایک مسلمان کی زندگی کو ہر پہلو سے محیط ہے۔ جب تک مسلمان ان حدود و قیود کو خلوص دل سے قبول کرتا ہے اس وقت تک وہ مسلمان ہے اور جب کوئی شخص ان شرعی حدود و قیود کو توڑے، اسلام کے عمل دخل کو اپنی زندگی کے چند پہلوؤں تک محدود کرنے اور اسلام کو اپنے تابع کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کے من مانے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر اپنی تباہی و ہلاکت کو جو

دیتا ہے۔

کتاب ”پردہ“ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں پردہ کی اسلامی زاویہ نگاہ سے حقیقت اور اہمیت واضح کی گئی ہے۔ مسلمان عورت کیلئے پردہ کے احکام، عزت و عصمت کی حفاظت کے جامع اور بنیادی اصول، مرد اور عورت کے میل جول اور نظر و نگاہ کی حدود قرآن و سنت کی روشنی اور اسلامی علوم کے ماہرین کے ارشادات کے حوالے سے واضح کیا گیا ہے

کتاب کی اس اشاعت سے متعلق چند ضروری گزارشات پیش خدمت ہیں۔ چونکہ کتاب کی اشاعت اول قیام پاکستان سے پہلے ہوئی تھی لہذا جہاں کہیں ہندوستان کا نام آیا ہے۔ ان مقامات میں سے جہاں ضروری خیال کیا گیا ہے۔ قوسین کے اندر ”پاک و ہند“ کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ موجودہ قاری کسی الجھن کا شکار نہ ہو۔

• جس مقام پر کسی تشبیہ یا وضاحت کی ضرورت خیال کی گئی تھی تشبیہ یا وضاحت حاشیہ میں درج کر دی گئی ہے۔

• جہاں کہیں عربی عبارت بغیر ترجمہ تھی وہاں اس کے ساتھ ترجمے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔  
 • یہ انسانی فطرت ہے کہ کسی چیز کو دیکھ کر انسان اس کے خالق کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ قاری کی اس طبی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مصنف مرحوم کی شخصیت کا مکمل اور شایان شان تعارف شامل کتاب کرنے کا فیصلہ کیا گیا لیکن یہ مقام حیرت ہے کہ کسی مشہور تذکرہ نگار کی تصنیف سے بھی مصنف کے جامع اور مستند حالات میسر نہ آ سکے۔ اس الجھن کو سلجھانے کے سلسلہ میں ہمارے مخلص دوست اور کرم فرما جناب پروفیسر آفتاب احمد نقوی صاحب ہمارے غلطیاً شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مولانا مرحوم کی تصانیف جو ہیا ہو سکیں ان کی ورق گردانی کر کے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ جو کچھ ہو سکا ”ابتدائیہ“ کے عنوان کے تحت پیش کر دیا ہے۔

آخر میں مولانا مرحوم کے دوستوں، عقیدتمندوں اور تعلق داروں سے التماس ہے کہ مولانا موصوف کے متعلق مستند حالات و واقعات سے ادارہ ہذا کو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں مصنف علیہ الرحمۃ کی سوانح و تعارف ان کی شایان شان شامل کتاب کیا جاسکے۔  
 (ادارہ)



# ابتدائیہ

(پروفیسر آفتاب احمد نقوی)

خالق کائنات نے انسان کی تخلیق کے لئے لَعَدُ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ فرمایا تو یقیناً اس کا کچھ مقصد و مدعا تھا وگرنہ اس نے کائنات کی ہر چیز کو تخلیق کیا۔ لیکن أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ نہیں کہا۔ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کی شرح و تفسیر کرتے ہوئے جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہی ہے کہ انسان کو فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ سے اس لئے یاد کیا گیا کہ اُسے خلیفۃ الارض یعنی نائبِ خدا کی حیثیت میں احکامِ خداوندی کو دنیا میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر نافذ کر کے اپنی عبودیت کا ثبوت ہم پہنچانا تھا۔ چنانچہ اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اور ایک ایسے انسان کی تشکیل کے لئے جو اُن مجملہ ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآ ہو سکے۔ خالق کائنات نے انبیائے کرام کا ایک طویل سلسلہ دنیا میں مبعوث فرمایا جس نے انسان کو اس کے اعلیٰ و ارفع منصب سے روشناس کرایا اور اسے ایک ایسا ضابطہ حیات دیا جسے دین برحق کا نام دیا گیا۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ دے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے، اور یہی وہ مکمل دین ہے جس کی تکمیل کے مختلف مراحل حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم پر مکمل ہوتے ہیں اور الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا رَاجِعٌ میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا ہے تمہارے لئے اسلام کو) کا ارشاد خداوندی سامنے آتا ہے۔

چنانچہ یہی وہ مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے خواہ اس کا تعلق

اخلاق سے ہو یا عبادات سے، معاشرت سے ہو یا معیشت سے، سیاست سے ہو یا عمرانیات سے، تہذیب سے ہو یا تمدن سے، الغرض ہر شعبہ کے متعلق مکمل راہنمائی عطا کرتا ہے۔ اسی ضابطہ و دستور کے مطابق بنائے نسل انسانی کے اہم مسئلے کو بھی خداوند قدوس نے کچھ اس طرح حل کیا کہ آج تک انسانی عقل اس منفرد طریق کار پر بحث اور غور و خوض کرنے کے باوجود اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ اس انوکھے اور نرالے طریق کار کے علاوہ اور کوئی بھی عالمی نظام اس قدر مستحکم اور دیر پا ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔

خدا نے لم یزل نے نسل انسانی کی تخلیق کے لئے مرد اور عورت کو پیدا کیا اور سرور کونین لادنی برحق محسن انسانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے التَّكْوَانُ مِنْ سُنَّتِي (کھاج کر تائیدی سنت ہے) کا فرمان جاری کر کے اُن تمام مضر اثرات کا قلع قمع کر دیا جو عورت اور مرد کے جوڑے سے ناجائز طور پر سامنے آ سکتے تھے۔

چنانچہ اسلام جو کہ دین فطرت ہے نے معاشرے کو ہر غلط اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے پردہ ضروری قرار دیا جس پر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکر بعد تک سختی سے عمل ہوتا رہا۔ لیکن مختلف لادینی نظریات اور مغربی ثقافتی یلغار کے زیر اثر جب پردہ کو غیر ضروری قرار دیا جانے لگا اور اس کے لئے طرح طرح کے بہانے ڈھونڈے جانے لگے تو علمائے حق نے ہمیشہ کی طرح اس کا بھرپور انداز میں رد کیا جس کی ایک مثال حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ہے جس میں انہوں نے عقلی اور شرعی دلائل کی روشنی میں قرآن و حدیث اور فقہ سے پردہ کی شرعی حیثیت کو واضح کیا ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۹۴۲ء میں شائع ہو کر درد مندان ملت اسلامیہ ہند کی جانب سے بے پناہ خواج عقیدت وصول کر چکی ہے اور اب ایک عرصے سے نایاب نعتی کو دوبارہ شائع کرنے کا اعزاز صبیح خطوط پر اسلام کی خدمت کرنے والے اشاعتی اداروں مکتبہ مہر یہ رضویہ اور اسلامی کتب خانہ کو حاصل ہو رہا ہے۔ کتاب کیا ہے؟ تحقیق کا ٹھکانا مارتا ہوا سمندر ہے جس میں مختلف نے مختلف مسائل پر غور و خوض کیا ہے۔

ملت کی حیثیت سے قوم کو جس راہ پر چل نکلی ہے سے واضح کیا ہے کہ صراطِ مستقیم نہیں ہے۔

مولانا محمد صالح حنفی نقشبندی مجددی ایک کثیر التصانیف مصنف تھے جس طرح ان کی یہ کتاب ایک عرصے سے نایاب تھی اسی طرح ان کی دوسری کتابیں بھی نایاب ہو چکی ہیں اور مکتبہ فہر یہ رضویہ اور اسلامی کتب خانہ جیسے اداروں کو دیکھ رہی ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دکھ کی بات ہو سکتی ہے کہ اس عظیم اسلامی منظر کے حالات زندگی میں کسی تذکرے میں محفوظ نہیں ہو سکے۔ مجھے مولانا کی تصانیف، محترمی حافظ محمد اشرف مجددی صاحب اور مولانا کے پوتے محترمی محمد بلال صاحب سے جو حالات معلوم ہو چکے کو پیش کر رہا ہوں اگر کسی صاحب کو اور حالات معلوم ہوں تو مطلع فرمائیں تاکہ میں انہیں اپنی تہذیب و کتابت بحیات سیالکوٹ میں پورے طور پر شامل کر سکوں۔

**ابتدائی حالات**  
حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ جن کی کنیت ابوالبشر تھی اپنے عہد کے ممتاز عالم دین اور صاحبِ کردار صوفی حضرت مولانا مولوی مست علی حنفی نقشبندی مجددی قادری حشبی کے گھر قریباً ۷۰ - ۱۸۶۹ء میں موضع تیراؤالی ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے آپ ابھی تین سال کے تھے کہ سایہ پیری سے محروم ہو گئے۔ اس طرح آپ کی تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کی والدہ ماجدہ کے کندھوں پر آن پڑیں لیکن اس نیک سیرت اور بلند ہمت ہستی نے اس بارگاہ کو نہایت ہی خستہ پیشانی سے قبول فرمایا اپنے ہر نہاد فرزند کی کچھ اس منصف و انداز میں تربیت فرمائی کہ حق پرورش و تربیت ادا کر دیا۔ اور یہ والدہ محترمہ کی اسی تربیت کا اعجاز تھا کہ آپ نے اپنی تمام عمر دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر دی۔

لے حضرت مولانا مولوی مست علی رحمۃ اللہ علیہ مذہباً حنفی اور مسلکاً نقشبندی مجددی قادری حشبی سیالکوٹ کے مرد عالم دین اور صاحبِ نظر بزرگ تھے جن سے علاقہ بھر کے ہزاروں فرزندانِ توحید نے دینی تعلیم اور روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ حضرت خواجہ تیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ یہ آپ کے اخلاقِ عالمانہ ہی کا کارنامہ ہے کہ آپ کے ہر فیض سے بہت سے لوگ گمراہ ہو کر راستہ پر چل گئے۔

مولانا کی عمر ابھی پانچ سال ہی تھی کہ آپ نے اپنے تایا جان مولوی امیر علی صاحب سے قرآن پانچ ماہ پڑھ دیا۔ دنیوی تعلیم کے حصول کیلئے آپ کو مقامی پرائمری سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں انہوں نے پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔

**بیعت مسنونہ** مولانا محمد صالح ابھی دس برس کے تھے کہ اپنے تایا جان حضرت مولانا مولوی امیر علی کے ہمراہ موضع جوڑہ ضلع گوجرانوالہ میں تشریف لے گئے وہاں قلعہ زماں عورت وقت حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ خواجہ صاحب کی خدمت میں بیعت مسنونہ کی درخواست کی گئی جسے آپ نے بعد خلوص و محبت قبول فرمایا اور آپ کی روحانی تربیت کے لئے اپنے خلیفہ اکبر حضرت مولانا غلام محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ بن خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ ساکن باڈلی شریف ضلع گجرات کا انتخاب کیا۔ جو من اتفاق سے بیعت کے وقت وہاں موجود تھے۔ حضرت مولانا غلام محمد الدین نے اپنے مرشد کامل کے حکم اور ہدایات کی روشنی میں مولانا کو روحانی تعلیم سے فیضیاب فرمایا اور یہ انہی کی تربیت کا اثر تھا کہ مولانا نے گوبند میں انگریزی تعلیم بھی حاصل کی لیکن زمانے کے رواج کے مطابق اس کا کوئی بھی برا اثر قبول نہ کیا۔ بلکہ مولانا کے ہاں بتدریج عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھتا ہی گیا جس کا سب سے بڑا ثبوت مولانا کی زندہ جاوید

حضرت بابا فقیر محمد چوراہی قبلہ عالم خواجہ نور محمد چوراہی کے فرزند ارجمند تھے آپ چورہ شریف ضلع کیمبل پور میں پیدا ہوئے۔ مردِ جہ تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ باپ کی رحلت کے بعد منہ خلافت پر متمکن ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک سلسلہ نقشبندیہ قادریہ کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ پنجاب کے طول و عرض میں لاپتہ عقیدہ مندوں کا جال بچھا ہوا ہے آپ کے ملحقہ ارادوت میں امیر ملت محمد علی پوری، حضرت ثانی لائٹانی علی پوری، بابا محمد خان عالم باڈلی شریف اور حافظ عبد الکریم عید گاہ راولپنڈی رحمہم اللہ جیسے اولیاء و صوفیاء شامل تھے۔ آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ مشہور نعتیہ قصیدہ قصیدہ بردہ شریف کے اشعار آپ کا زبان مبارک سے اکثر نکلے۔ دنیاوی جاہ و جلال سے سخت نفرت تھی ۲۹ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ کو اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔

تصانیف میں جو آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

**قیام لاہور** مولانا محمد صالح مرحوم ۱۸۹۶ء سے لاہور میں تشریف لے گئے ایک روایت کے مطابق میٹرک تک تعلیم بھی پائی اور یہیں محکمہ ریل میں ملازمت اختیار کر لی۔ اس طرح فکر معاش سے فراغت ملی تو دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے مختلف علمائے کرام سے عربی و فارسی کی کتب متداولہ کا مطالعہ کیا جس سے اسلامی علوم، فقہ، تفسیر اور حدیث وغیرہ سے شناسائی حاصل ہو گئی۔ لاہور میں قیام کے دوران مولانا نے بعض مسائل کی تشریح و توضیح کے سلسلے میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے متعلق علمائے کرام اور مشائخ عظام سے ملاقاتیں فرمائیں اور جب علم دین کے سلسلے میں مکمل الطینانِ قلب نصیب ہوا تو قلم اور کاغذ کے رشتے سے اپنا تعلق مستقل طور پر جوڑ لیا اور اپنی عمر کے آخری لمحات تک تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔

**شخصیت** مولانا محمد صالح ایک دلاویز شخصیت کے مالک تھے جن لوگوں سے ان کا تعارف رہا وہ بیان کرتے ہیں کہ مولانا کے چہرے سے ہی یہ بات واضح طور پر عیاں ہوتی تھی کہ وہ ایک عظیم انسان ہیں۔ مولانا کے اپنے معاصرین جن میں حضرت مولانا سید ابوالبرکات، پیر غلام دستگیر نامی، مولانا محمد زبیر عرشی اور بہت سے نامور علمائے کرام شامل ہیں سے خصوصی تعلقات تھے۔

مولانا کے نورانی چہرے اور لباس کے متعلق حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امجدی بیان فرماتے ہیں کہ مولانا کے چہرے کا رنگ گندمی تھا اور ریش مبارک سفید تھی۔ اکثر سفید لباس اور سفید گپٹھی استعمال کیا کرتے۔ مولانا کے چہرے سے ایک نورانی قسم کی متانت اور سنجیدگی سترشح تھی۔

گو مولانا محمد صالح مذہباً حنفی اور مسلکاً نقشبندی مجددی قادری چشتی بزرگ تھے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے والہانہ محبت رکھتے تھے لیکن وہ اپنے عہد کے دوسرے علمائے کرام کے علم و مقام اور خدمتِ امت کے معرعتہ و تقوا

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کے لئے مخالف علمائے کرام کی رائے پیش کرنے سے بھی اجتناب نہیں فرمایا۔ یہ مولانا کی وسیع المشرقی کی ایک عمدہ دلیل ہے۔

مولانا کس عظیم شخصیت کے مالک تھے اور وہ علم دین کے کس قدر دلدادہ تھے۔ اس کا ثبوت ہمیں اس حقیقت سے بطریق احسن ملتا ہے کہ انہوں نے لاہور میں ملازمت کرتے ہوئے دین کی تعلیم مکمل کی اور اپنی آمدنی کو مکمل طور پر دین کی خدمت کیلئے وقف کر دیا۔ ان کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کا بھی واضح احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک نذرِ کثیر دینی کتب کے حصول کے لئے خرچ کیا اور اپنے لئے ایک بہت بڑا دارالمطالعات قائم کیا۔ مولانا کی شخصیت میں ایک عزیز بہر حال نمایاں ہے کہ انہیں اپنے والد ماجد سے بے پناہ محبت تھی۔ اس حقیقت کا اظہار نمازِ حنفی مدتل کے دیباچہ میں لکھے گئے مرثیہ سے بخوبی ہوتا ہے جس سے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

کیا لکھیں ان کے ہم محاسن کو	کیا لکھیں چھوٹا منہ بڑی ہے بات
تھے وہ شیریں کلام و خندہ دہن	بات تھی ان کی مثل قند و نبات
ہر کسی سے بخشنے پشانی	مسکرا کر وہ کرتے تھے ہر بات
کاشفِ معنی فروع و اصول	واقفِ کلیات و جزئیات
تھے وہ علامہ جمیع علوم	تھے وہ فہم جامع نکات
ادبِ چرخِ مسانی و الفاظ	موج بحر لغات و مصطلحات
نکتہ داں ضمائر و اعلام	دہن فہم معارف و نکات
صدرِ ایوانِ منصبِ تدریس	شانِ ذیشان ملک معقولات
بدِ رخشانِ اسمانِ علوم	مہر تاباں ادب منقولات
تھے کمالِ جمال کے مصباح	تھے جمالِ کمال کے مشکات

والد ماجد کی طرح مولانا کو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی سے

بھی بے پناہ عقیدت تھی چنانچہ اسی خلوص و عقیدت کا صلہ تھا کہ مولانا عظیم دین میں وہ مقام  
پا گئے جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ نماز حنفی مدلل میں مُرشد پاک کی تعریف میں بیان  
کرتے ہیں۔

حضرت فقیر محمد اولیاء	پیر و مُرشد ہیں مرے اور رہنما!
میں وہ بے شک منظر انوار حق	سر سے پائیک مصدر انوار حق
چاہیئے تجھ کو اگر وصل خدا	سایہ فقیر محمد میں تو آ
عکس سے اُس نور کے تارے پیر	روئے جاناں پر پڑے تری نظر
الغرض جو راہ حق مطلوب ہے	جا قدم لے دوڑ مرے پیر کے
گرچہ یہاں سے کر گئے ہیں اتعال!	فیض باطن ہے اُن کا بحال!
بلکہ سوچند اس سے نور و ضیاء	کیونکہ پردہ جسم کا بھی اُٹھ گیا!
اب تو بیشک وہ سراسر نور ہے	نور ہے سایہ سے بالکل دور ہے
جبکہ ہووے شوق دیدارِ خدا	اُن کے مرقد کی کرے زیارت وہ جا

یوں تو مولانا کی تمام عمر دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے عبارت ہے  
لیکن ایک غلص اور خادم قوم ہونے کی حیثیت میں انہیں دینی مدرسوں کے نوجوان طالب  
علموں سے بے پناہ محبت تھی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہی وہ افراد ہیں جنہوں نے  
آگے چل کر دینِ مصطفیٰ کو نظامِ مصطفیٰ کی حیثیت میں نافذ کرنا ہے۔ چنانچہ شیخ الجامعۃ  
الحنفیہ حضرت مولانا حافظ محمد عالم صاحب اپنے زمانہ طالب علمی جب کہ وہ حزب  
الاحناف لاہور میں زیر تعلیم تھے آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ مولانا محمد صالح اکثر حزب  
الاحناف آیا کرتے اور اپنے ساتھ طلباء کو لے جاتے ان کی مالی مشکلات میں امداد فرماتے  
اور انہیں پر تکلف کھانے سے نوازتے۔

مولانا نے تقریباً نوے سال تک عالم فانی میں زندگی گزار کر اگست ۱۹۵۹ء  
میں لاہور میں وفات پائی۔

اپ کے فرزند ارجمند میاں محمد بشیر احمد ایم۔ اے بعارضہ دل ہسپتال میں زیر علاج تھے اور یہ مناسب نہ خیال کیا گیا کہ آپ کی وفات کی خبر شدید بیمار بیٹے تک پہنچائی جائے۔ اس لئے مولانا مرحوم کو امانتاً لاہور میں دفن کر دیا گیا جبکہ ۱۹۶۱ء میں مولانا کی وصیت کے مطابق انہیں جامع مسجد میر انوالی ضلع سیالکوٹ کے احاطہ میں دفن کیا گیا اور آج بھی ان کی پُر نور قبر اہل ایمان کے لئے مرکز علم و یقین بنی ہوئی ہے۔

**اولاد**۔ مولانا کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے میاں محمد بشیر احمد تھے انہوں نے ایم۔ اے تک تعلیم حاصل کی اور مرکزی حکومت کے محکمہ حسابات میں ملازمت اختیار کی اور یہیں سربراہ محکمہ کی حیثیت میں ریٹائر ہوئے۔

## تصانیف

۱۔ **پسردہ** | اس کتاب میں پردے کی حقیقت پر نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسلامی پردہ کے سلسلہ میں کئے جانے والے اعتراضات کی تسلی بخش جوابات تحریر فرمائے گئے ہیں۔

۲۔ **فقد نجاتی ترجمہ اردو خلاصہ کیدانی** | اس میں خلاصہ کیدانی کا آسان اردو ترجمہ ہے۔ اور شکل مقامات کی حواشی میں تشریح کردی گئی ہے۔ نیز مسئلہ دفع سبابہ کی تحقیق اور دیگر ضروری مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔

۳۔ **فضائل رسول اللہ حصہ اول فدائے فدائے رسول اللہ** | اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے حصہ اول میں یا رسول اللہ کہنے کی تحقیق ہے۔ **حصہ دوم**۔ زیارت قبور اور زیارت روضہ مقدسہ کی شرعی حیثیت۔ یہ حصہ علامہ ابن تیمیہ کی کتاب زیارت قبور کے جواب میں تحریر کیا گیا۔ **حصہ سوم** حیات انبیاء و اولیاء پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ **حصہ چہارم** اس حصہ میں مسئلہ ائمہ اور توسل کا مدلل بیان ہے۔

۴۔ **علم غیب** | اس کتاب میں انبیاء و اولیاء کے علم غیب پر قرآن و حدیث اور روایات صحیحہ سے بحث کی گئی ہے۔

۵۔ **منہاج المقبول فی آداب الرسول** | اس کتاب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ، تابعین،

مجتہدین اہل اولیاء و کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور کتب و تصانیف و کتب و تصانیف و کتب و تصانیف



بمک کرتے تھے۔

۶۔ نہاز حنفی مدلل | اس کتاب میں نماز کے ہر مسئلہ کو قرآن پاک، احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین و تبع تابعین سے واضح کیا گیا ہے۔ اور ہر روایت کا حوالہ بھی دیا ہے۔

مقدمہ | پہلا باب۔ علم کا بیان۔ دوسرا باب۔ عقائد کا بیان (فقہ اکبر) تیسرا باب۔ تدوین فقہ چوتھا باب۔ تقلید کا بیان۔ پانچواں باب۔ حالات امام اعظم

۷۔ التوحید | اسلام کے بنیادی مسئلہ توحید کو بڑی خوبی اور عمدگی سے قلمبند کیا ہے اور ساتھ ہی اسماء ربانی کی تشریح کی گئی ہے۔

۸۔ الرسالت | اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کو علمی اور عقلی دلائل کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے۔

۹۔ مسائل العیدین | عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے متعلق فقہی مسائل پر احادیث نبویہ کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

۱۰۔ قیام امام مہدی (حصہ اول و دوم) | اس کتاب میں قیامت، علامات قیامت، نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور امام مہدی رضی اللہ عنہ کا مدلل بیان لکھا گیا ہے۔

۱۱۔ عاملے بنائے والی کتاب (جلد اول) | حصہ اول فقہی عملیات اور تاریخ عملیات۔

حصہ دوم: قرآنی عملیات حصہ سوئم: حدیثی عملیات حصہ چہارم: عملیات اہم اعظم حصہ پنجم: مشائخی عملیات

۱۲۔ خطبات الحنفیہ | اس عظیم کتاب میں سال بھر کیلئے عربی خطبات جمعہ لکھے گئے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ، تابعین، تبع تابعین یا بزرگان دین پڑھا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ہر خطبے کے ساتھ ہر جمعہ کے لئے مستند وعظ اردو میں تحریر فرمایا ہے۔

۱۳۔ تحفہ الاحباب فی مسئلۃ ایصال ثواب | اس میں ایصال ثواب کے متعلق اسلامی جامعہ کے اختلاف، اس مسئلہ کی صحت کے قرآن و حدیث سے دلائل، ضروری استفسارات کے جواب اور ایصال ثواب کے مروجہ و متواتر طریقوں کا بیان شرح و بسط سے درج ہے۔

۱۴۔ جنگ بلیقان | اس کتاب میں جنگ بلیقان کے حالات و واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۳۔ نماز متوجہ | آسان اردو زبان میں نماز کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور ضروری مسائل بھی توجہ فرمائے ہیں۔

۱۴۔ سوانح عمری رسول مقبول | اس میں سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالات زندگی اور سیرت و کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۵۔ سلسلہ اسلام دس حصے | پہلا حصہ۔ پانی کے مسائل۔ دوسرا حصہ۔ نجاستوں کے مسائل۔ تیسرا حصہ۔ غسل کے مسائل۔ چوتھا حصہ۔ احکام وضو کی تشریح۔ پانچواں حصہ۔ تیمم کے مسائل۔ چھٹا حصہ۔ مسجد کے احکام۔ ساتواں حصہ۔ آذان کے مسائل۔ آٹھواں حصہ۔ نواں حصہ اور دسواں حصہ ان میں نماز کے احکام و مسائل مفصل طور پر لکھے گئے ہیں۔

۱۸۔ انوار اللمعہ فی اسرار الجمعہ | اس کتاب میں نماز جمعہ کے فضائل اور احکام و مسائل پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۹۔ احتیاط النظر | اس میں احتیاط النظر کے تمام اختلافات مدلل ذکر کر کے حق مذہب کو شرح و بسط کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔

۲۰۔ آداب سلام | اس کتاب میں سلام کرنے کا اسلامی طریقہ اور مصافحہ و معانفہ کرنے کے صحیح طریقے احادیث و فقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔

۲۱۔ شب براءت | اس میں شب براءت کے احکام و مسائل نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ سپرد قلم کئے ہیں۔

۲۲۔ مناجات | اس کتاب میں عربی، فارسی، اردو، پنجابی زبان میں لکھی گئی مناجاتیں جمع کی گئی ہیں۔

۲۳۔ رسالہ حق | حق کے جواز اور عدم جواز پر بحث ہے۔

۲۴۔ ضرورت شیخ | پیر و مرشد کی ضرورت اور آداب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۲۵۔ آسان سلسلہ تعلیم الاسلام | اسلام کی پہلی کتاب۔ اسلام کی دوسری کتاب۔ اسلام کی تیسری کتاب۔ اسلام کی چوتھی کتاب۔ اسلام کی پانچویں کتاب۔ اسلام کی چھٹی کتاب۔

ان کتابوں میں بچوں کے لئے آسان پیرایہ میں اسلامی عقائد و اعمال تحریر فرمائے ہیں۔ بچوں کے لئے بہت ہی مفید ہیں۔

# جذباتِ فقیرِ زمان

۱۳۹۹ھ

نائبِ رسول مولانا محمد صالح نور اللہ مرقدہ

۱۳۷۹ھ

سالِ وفات نیک خصال  
۱۳۷۹ھ

اشاعت بار اول آثارِ خامہ  
۱۳۷۸ھ

خوش خصال و خوش بیان و خوش نہاد!

عالم و فاضل فقیرِ خوش نثر اد

میترا نوالی ہے رشکِ صد بلاد

جس سے حاصل دیدہ و دل کی کشاد

اہلِ دانش کا ہے جس پر اتحاد

غیب سے پوری ہوئی دل کی مراد

طالبانِ علم دیں گے استاد

ہے محمد صالح جن کا اسم پاک

جن کے فیضانِ قدم سے بالیقین

پردہ ہے تصنیفِ اظہارِ آپ کی

ای شئی خیر للنساء کی شرح پاک

جستجو تھی سالِ رحلت کی مجھے

اے قمر: کہہ دو بالفِ اظہار

”مرقدش از نور حق معسور باد“

۱۳۷۹ھ

کشف بردارِ علمائے ربانی  
قمریہ دانی  
پنواذِ ضلع سیالکوٹ

یکم جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ

۲۸ اپریل ۱۹۷۹ء

# پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

تمام تریف اس واجب العطا کو زیبا ہے۔ جس نے انسان ضعیف  
 انسان کو جو ہر عقل سے ممتاز فرمایا۔ عقل کی بدولت اس کے دل و دماغ  
 کو صحیح احساسات سے متاثر ہونے کی صلاحیت بخشی اور ان احساسات سے اس کو شرم  
 حیا کے فضائل کا اثر عطا فرمایا۔ جس سے ہر صاحب بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ جس انسان میں  
 شرم و حیا نہیں اس میں صحیح احساس نہیں، جس میں صحیح احساس نہیں اس میں عقل نہیں۔ جس  
 میں عقل نہیں وہ انسان نہیں برابر حیوان ہے بلکہ حیوان سے بدتر۔ اذْکَلْتَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ اَنْتُمْ اَضَلُّ  
 (وہ چوپایوں کی طرح رہے بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ) (پ سورہ انعام) وہ مالک الملک جس نے  
 نشی زمین کو موالید نکالنے کی کائنات سے دلچسپ کر نیلے درختوں کو ہرے ہرے  
 پتوں کا لباس پہنا کر۔ پہاڑوں کو سبزہ درویشی کی کاغذت بخش کر حتیٰ کہ اربعہ عناصر کے ایک  
 کڑے پر دوسرے کڑے کو اور ان پر آسمانوں کو پردہ پوش بنا کر یہ اشیاء فرما دیا گاہ سے ماہی تک  
 تمام کائنات پر مستور و محجب کا قانون مقرر ہے۔

از برائے پردہ داران درس فراش منع  
 بر ہوا افکنند شاد رواں نو توے ایتر!

ہم ستارہ عیوب کی قدرت کے ہر فعل میں پردہ کی رعایت مرکوز ہے۔ انسان  
 کو پردہ قدم سے نکال کر پردہ رحم میں پرورش دی۔ پھر ایک ميعاد موقبل تک اپنی گناہوں  
 نعمتوں کے پردہ میں زندگی بخش کر اس کو پردہ خاک میں مستور و محبوب کر دیا۔ حتیٰ کہ روز  
 قیامت میں بھی اس کی ستاری ہی اس کے جہلم و معاصی کی پردہ پوش ہوگی۔  
 لطف تو خطا کاری مستان پوشد شرمندہ الطاف خطا پوشش تو ہم

دودنا محمد و حضور سرور عالم غریبی آدم رسول الثقلین نبی الحرمین نہک بعد از خدا  
**نعت** انبیاء و مرسلین کے پیشوا پر - جن کی تعلیمات عالیہ سے جماعت انسان  
 کی اخلاقی عریانی تہذیب و تہذیب علی کے لباس سے مستور ہوئی جنہوں نے **الْحَيَاةُ**  
**مِنْ الْإِبْتِغَاءِ** (حیا ایمان سے ہے) (مشکوٰۃ شریف) کا فرمان واجب الاذعان  
 بخش کر فیصلہ فرمادیا کہ حیا پردہ و غیرہ لازم حیا اور شر و مسلمان ہیں۔ دنیا فحش و بے حیائی  
 کے گڑھے میں گرتی چلی جا رہی تھی جو جہنمی آگ سے چڑھ رہی تھی آپ نے اپنی حیا آموز تعلیمات  
 سے مخلوق کو اس ہلاکت خیز گڑھے میں گرنے سے بچایا۔

راست می فرمود آن بحسب کرم      بر شما من از شما شفق ترم  
 من نشسته بر کنار آستے !!      با فروغ شعله دل بس ناخوشے  
 کہ شما پروانہ وار از جہل خویش      پیش آتش سے کشید ایں عملہ کیش  
 من ہی رافتم شمارا ہمہ بہت      از در افتادن در آتش باد و دست  
 افسوس! اب پھر لوگ اس گڑھے میں گرنے لگے ہیں۔

اے بے پروا یہ شرب بخواب

خیزند کہ شد مشرق و مغرب خراب  
 عَلَيْكَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَذَّ كُلِّ ذَرَّةٍ قَائِمَةً أَلْفَ أَلْفِ مَرَّةٍ  
 اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ محابہ

امت پہ تری آس کے عجب وقت پڑا ہے

ملتِ اسلامیہ کے لئے لمحہ فکریہ      یورپ کا تمدن، یورپ کی تہذیب اور یورپ کی  
 معاشرت ایک فتنہ بار گھٹا بن کر آتی عالمِ پچائی  
 ہوئی ہے اور اکثر ممالک پر اپنے اجتماعی و معاشرتی شر و مفاسد کا مینہ برس رہی ہے قرآن  
 سے پایا جاتا ہے کہ اس بارانِ فتن سے عنقریب ایک عالمگیر سیلاب پیدا ہو کر دنیا کی بستی  
 بستی پر حا طہ کرے گا۔ اور دنیا کے امن و امان کے ساتھ اسلامی عفت و عفاف اور حیا و

تقویٰ کو بھی ہراسہ ملے گا۔

یورپ نے عورت کو جو خلافِ فطرت آزادی دے رکھی ہے اور اس کے لئے  
 بالانقلاب و بے حجاب باہر چلنا پھرنا تنہا سیر و سفر کرنا اور غیر مردوں کے ساتھ اختلاط و اختلاص  
 مکالمات و مصاحبت اور مصافحہ و مصافحہ کرنا جائز کر رکھا ہے۔ آج دیگر اقوام کے دلوں میں  
 بھی اس کی ریس روشن دن ہے۔ چنانچہ ترکی نے یقیناً اور صاف طور پر یہ مراسم اپنی  
 معاشرت میں داخل کر لئے۔ مصریت سے اس منزل کے قریب آ رہا ہے ایران بھی اسی  
 راہ پر گامزن ہونے لگتا ہے۔ اور افغانستان کے شاہی خاندان نے تو ان  
 مراسم کی شینگی پر تخت و تاج ٹک کر بان کر دیا۔ یہ تازہ فتنہ ہندوستان میں بھی رنگ  
 لائے بغیر نہ رہا۔ چنانچہ آج بعض اعلیٰ و متوسط اسلامی طبقات کی یہ حالت ہے کہ جن  
 معزز گھرانوں کی عورتیں کبھی گھر کی دلیز میں قدم رکھنا بھی شیوہ حیا کے خلاف سمجھتی تھیں آج ان  
 کی نوجوان بیویاں کھلے بندوں میں بازاروں میں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔ جس حرم ناموس  
 میں ایک پانچ سہ اجنبی لڑکے کی باریابی بھی عزت کے منافی سمجھی جاتی تھی اس  
 کی عورتیں اب بازاروں کی جموں کے لالچوں سے یورپین فیشن کے مطابق اپنے کاکل و  
 گیسو کی قطع و برید کرانے کی شائق ہوتی جاتی ہیں اور یہ حرأت و بے باکی اس حد تک  
 پہنچ گئی ہے کہ بے پردگی و حجاب انگلی کا جو خیال کبھی عورتوں کے دماغ کے قریب بھی نہ آتا  
 تھا اور صرف بعض شینگانِ مراسمِ فرنگ کی زبان سے ہی کبھی کبھی اس کا اظہار ہوتا تھا۔  
 آج خود جماعتِ نسوان نے اس کو اپنا بنائے دعویٰ بنا لیا ہے چنانچہ پچھلے دنوں لاہور میں  
 بہت سی معزز خواتین نے اپنا ایک ڈیپوشن مرتب کر کے وزیرِ بلدیات پنجاب کے  
 حضور میں فریاد کی کہ ہماری جماعت کو رسمِ پردہ کی دیرینہ قید سے رہائی ملنی چاہیے اِنَّا لِلّٰہِ وَ  
 اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

افسوس کہ تقلیدِ فرنگ کے شائقین کو کچھ خبر نہیں کہ ہم جس راہ پر چل رہے ہیں وہ  
 کعبہ کی بجائے ترکستان کو نہیں بلکہ فرنگستان کو جا رہا ہے۔ وہ تہذیب کی بجائے قومیت کی  
 تباہی اور تخریب پر مبنی ہوتا ہے۔ آج ایشیائی اقوام جو یورپ کی تہذیب و تمدن کی دلدل  
 میں رہی ہیں۔ اس سے نہ صرف وہ اپنے اپنے دین و مذہب سے بیگانہ ہو جائیں گی۔ بلکہ ان  
 کی قومیت بھی رکھ نہ رہے گی۔

یورپ کا حملہ یورپ چند صدیوں سے ایشیائی ممالک پر قابض ہو جانے کا پیرا تھا چکا ہے اور ہر تہذیب سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر اپنے شکم آرز کو پُر کرنے میں مصروف ہے مگر قطعاتِ ارضی پر اس کے قابض و متصرف ہو جانے سے اقوام کی قومیتیں نہیں مٹتی۔ توپوں سے بڑے بڑے قلعے مسمار ہو گئے۔ بلند و بالا عمارتیں پیوند زمین ہو گئیں۔ بند و قوں اور مشین گنوں سے ہزاروں لاکھوں ہستیاں عدم آباد پہنچ گئیں۔ مگر باوجود اس کے اقوام و مل کی ہستی قائم رہی۔ لیکن اب یورپ کا ایشیا پر ایک اور ہنگامہ خیز اور فتنہ انگیز حملہ شروع ہے جو توپوں اور مشین گنوں سے کہیں زیادہ ہلاکت بار اور تباہ کن ہو گا۔ اس سے اندیشہ ہے کہ ہر قوم کی قومی مہتی بھی فنا و نابود ہو جائے۔ ایشیائی روایات صفر روزگار سے قطعی طور پر محو ہو جاتیں۔ یہ حملہ یورپ میں تہذیب اور فرنگستانی الطوار و عادات کا ہے۔ جس کے آگے ایشیائی تہذیب سرنگوں ہوتی جاتی ہے اور ایشیائی شعور و الطوار مٹتے جا رہے ہیں۔ یہ حملہ آتشیں اسلحہ اور تیغ و سنان کی حرب و ضرب سے کہیں زیادہ کارگر ہے۔ اس کے زور و طاقت کے آگے ایشیائی اقوام خود بخود گرتی اور مسخر ہوتی جاتی ہیں۔ ان کی تہذیب فنا ہوتی جاتی ہے۔ ان کے خصائص قومی مٹ رہے ہیں۔ ان کی قومیت کے امتیازات نابود ہو رہے ہیں۔ اگرچہ یہی حال رہا۔ تو ان ایشیائی اقوام کا لباس و انداز۔ ان کی بُود و ماند، ان کا طور و طریق۔ ان کا طرزِ زیست۔ ان کا اندازِ زندگی سب یورپین نمونے پر ہو گا اور وہ اہل یورپ کے مقلدین کی حیثیت میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں گے۔ ان کو اپنا شاندار ماضی فراموش ہو جائے گا۔ اپنے اسلاف کے قابلِ فخر کارناموں کی یاد ان کے مغرور دل سے محو ہو جائے گی۔ وہ اپنے نکیش و مذہب۔ اپنے دین و دیانت اور اپنے اخلاق و آداب کے ساتھ اپنے قومی وجود کا جنازہ بھی یورپ کی سرحد میں دفن کر دیں گے۔

اسلامی شان و شکوہ کا آفتاب اس وقت بلندی

پر درخشاں تھا۔ جب مسلمان اسلامی آداب و الطوار

پہلے مسلمانوں کی حالت

سے سنجے کے ساتھ معتکف تھے۔ اور یہ حیا سوز و محبت افکن مراسم جو آج یورپ کی بانی

ناز تہذیب میں داخل ہیں اور مشرق کی گمراہ دنیا عاقبت اندیشی اقوام نے ان کو واجب

التقلید سمجھ لیا ہے۔ اس زمانے کے مسلمانوں کی نظر میں یہ مراسم صرف ڈٹوش و نہانم کے لئے ہی رہا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کی بیگم ملکہ زبیدہ خاتون کے متعلق اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنے محل میں سر کے بال کھولے بیٹھیں تھیں۔ اس نے میں ایک غلام بے خبری میں کسی کام کے لئے ادھر آیا تو بیگم کو برہنہ سر بیٹھنے اس نے دیکھ لیا اور لرز کر بھٹ پیچے ہٹ گیا۔ زبیدہ نے خادمہ کے ذریعے اس سے پوچھا کہ کس طرح بتاؤ تم نے ہمارا کون سا حصہ جسم دیکھا ہے۔ اس نے ٹھٹھکتے ڈرتے عرض کیا کہ صرف سر کے بال مجھ کو دکھائی دیئے تھے زبیدہ نے مشاطہ کو بلا کر اپنے سر کے بال کھڑا دیئے اور کہا کہ ہم کو اس چیز کا اپنے بدن پر باقی رکھنا گوارا نہیں جس پر ایک نامحرم کی نظر پڑ چکی ہے۔

آہ! ایک وہ اسلامی اقبال کا زمانہ تھا کہ مسلمان حیا و محبت کے عروج و زوال میں مسلک پر چلتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر ایک غیور مسلمان خاتون دیکھتی کہ اس کے سر کے بالوں پر ایک نامحرم کی نظر پڑ چکی ہے تو وہ ان کو بمنزلہ عیاسی

سمجھ کر ان کے بار سے اپنے سر کو سبکدوش کرنا مزدوری سمجھتی تھی اور ایک آج قومی ادبار کا زمانہ ہے کہ ان اقوام کی رسم و عادت کی تقلید کو مایہ فخر و مباہات سمجھا جاتا ہے جن کے نزدیک شرم و حیا کا کوئی مفہوم ہی نہیں۔ جو اپنی لٹائر ٹیلیبات و ابکار کا (شادی شدہ اور کنواری عورتوں کا) غیر محرم اور اجنبی مردوں کے ساتھ تخلیہ (علیحدگی) میں ملنا، بات چیت کرنا، ہاتھ ملانا، خط و کتابت کرنا، ان کے ساتھ ناچنا، شریک میز ہونا اور ان کے سامنے نہ صرف ہاتھ پاؤں اور چہرہ بلکہ سینہ اور پنڈلی تک برہنہ رکھنا جائز سمجھتی ہیں۔

فَاَهَا تُشَوُّ اَهَا تُشَوُّ اَهَا

سبب تالیف یہ افسوس ناک عالم انگیز حالات ہیں۔ جنہوں نے خاکسار کو ان چند اوراق کے مرتب کرنے پر آمادہ کیا۔ تاکہ ان شیدا یان مراسم فرہنگ پر ظاہر کیا جاسکے کہ وہ عورت کو ناجائز آزادی دلاسنے کی سعی میں کس قسم کی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔



مخالفین پردہ کی دو قسمیں  
 مخالفین پردہ کی جماعت عموماً دو قسم کے لوگوں پر مشتمل  
 ہے۔ ایک وہ فلسفی مزاج جو عورت کا پردہ از روئے  
 عقل سلیم فطرت انسانی کے خلاف اور مرد کالے پردے پر مجبور کرنا، ان کے پیدائشی  
 حقوق میں دست اندازی سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کے پہلے حصہ میں ان لوگوں پر ثابت  
 کیا جائے گا کہ پردہ نسواں عقل و دانش اور فلسفہ و حکمت کے معیار سے عین  
 مقتضائے فطرت ہے۔ دوسرے وہ فسوں ساز و فتنہ پرداز لوگ جو عوام المسلمین پر  
 اثر ڈالنے کے لئے پردہ کو اسلامی تعلیمات کے خلاف قرار دیتے ہیں اور اپنے  
 دعویٰ کے اثبات کے لئے قرآن و حدیث سے غلط استدلال بلکہ تحریف آیات  
 تمک میں دریغ نہیں کرتے۔ دوسرے حصہ میں انہی لوگوں کے دجل و مزیب کی قہمی  
 کھولنا مقصود ہے تاکہ عوام الناس ان لوگوں کے اقادیل باطلہ سے دھوکا نہ کھائیں  
 اور ان پر ثابت ہو جائے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں پردے کے بائے

میں صحیح احکام کیا ہیں اور اہل عرض نے تعلیمات دینیہ کی عزت و احترام سے خالی القلب  
 ہونے کے باوجود محض لوگوں کو بہکانے کے لئے آج کس طرح آیات و احادیث کو  
 اپنا آلہ کار بنا رکھا ہے اور وہ ان سے غلط استدلال کر کے اپنے آپ کو گنہ گار اور  
 لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

گو ممکن ہے کہ اس مخلصانہ گزارش سے کسی بندہ خدا کو ہدایت ہو جائے اور وہ اس  
 فلسفی کی دہلی سے بچ جائے۔ مگر ہمارا گمان غالب یہ ہے کہ پیغمبری پیش گوئیوں کے مطابق  
 اب وہ دور فتن آگیا ہے جبکہ نصاریٰ کے تمدن اور معاشرت کا ہفتہاں قلم میں سکھ چلنے  
 لگے گا۔ اور اسلامی آداب و مراسم کا نام و نشان تک مٹنے کے قریب ہو جائے گا۔ ایسی  
 حالت میں ظاہر ہے کہ ہماری یہ تمام خامہ فرسائی اور یہ دماغ سوزی بے کار ہے۔ آج  
 یومجب کی تقلید کا طوفان اس زور شور سے اٹھ رہا ہے کہ کوئی طاقت اس کی روک تھام  
 سے کچھ نہ کر سکتی۔ اہل قلم کا زور تحریر یہاں بے بس ہے۔ شاعروں کی ثیو بیانی  
 غیر موثر ہے و اعظموں کے و عنایہ سود ہیں۔ اسی طرح ہماری یہ پیچ و پکار بھی یقیناً

صد البصر ہو کر رہ جاسکتے گی۔ پس یہ آواز جو ایک مختصر تالیف کی صورت میں اٹھائی جا رہی ہے۔ ایک مایوس کی آخری آواز سمجھنی چاہیے جو ایک جہاد کو غرق ہوتے دیکھ کر اہل جہاد کو نجات کی کوشش کسے لے پکار رہا ہے تاکہ فزولے قیامت میں وہ ان مستوین بارگاہ رب تعالیٰ میں شامل ہو لے پر مجبور نہ ہو۔ جی پر اپنی ملت کو برباد ہوتے دیکھنے اور علم و شہادت ہو سہنے کا الزام عائد ہو گا۔ **وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔**

# پہلا حصہ عقلی بحث

## پردہ کی فطرۃ ضرورت

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند سیبیاں      اکبر زمین میں غیرت قومی سے گڑ گیا  
 پوچھا جو میں نے آپ کے پردہ کو کیا ہوا      بولیں وہ ہنس کے عقل پہ مرد نکچے پڑ گیا  
 بے شک تمام نفوس و قلوب کا موزوں و متناسب اور حسین و جمیل اشیاء کی طرف  
 میلان ایک طبعی امر ہے جو نظام عالم کے خاص اسرار میں سے ہے۔ مگر ہر من بھاتی چیز کی محبت  
 ہمیشہ مفید نہیں ہوتی بلکہ اس آیت کریمہ کے مطابق **وَعَسَىٰ أَنْ تَحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ**  
**لَكُمْ** (اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو) (۱۰۴)  
 بہت سی چیزیں جو طبعاً مرغوب و پسندیدہ ہوتی ہیں۔ عقل و دانش اور دین و دیانت ان کے مفروض  
 خطرناک ہونے کی شہادت دیتی ہے تو ان کا ترک کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک خوش رنگ  
 سانپ جس کے نقش و نگار دلغریب ہوں۔ دیکھنے میں انتہائی اچھا لگتا ہے لیکن دین و دانش  
 یہ ہرگز اجازت نہیں دیتے کہ اس کو ہاتھ لگائیں کیونکہ اس کو ہاتھ لگانا پیغام موت ہے اسی  
 طرح مرد و عورت کا آپس میں میلان ایک طبعی امر ہے۔ جس پر انسانی معاشرت کے مصالح  
 مبنی ہیں۔ لیکن یہ حد و اوز کے اندر ہی مستحسن ہے اور اگر یہ جذبہ حد اعتدال سے بڑھ جائے  
 اور اس میں میاں بیوی اور غیر مرد و عورت کا امتیاز نہ رہے تو یہی میلان مفروض خطرناک  
 بن جاتا ہے۔ جس کے اسباب و دواعی کی روک تھام واجب ہو جاتی ہے۔

یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مرد اور عورتیں بالکل ایک دوسرے سے جدا رہیں اور ایک  
 دوسرے کے سامنے نہ ہونے پائیں کیونکہ اس سے دنیا کا انتظام قائم نہیں رہ سکتا۔  
 اور اگر آزادانہ و غیر مشروط اختلاط ہو تو ایسے وصف کے مرد و عورت بھی بہت ہی کم  
 ملتے ہیں جو ایک دوسرے کو دیکھیں اور وہ کشش جو قدرت نے تمدنی و معاشرتی مصالح

کی بنا پر ان کے دلوں میں پیدا کی ہے، اپنا اثر نہ دکھائے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ مردوں اور عورتوں کے اختلاط و مصائب اور مُسَلَّقات و مُکَالَمَت کے متعلق خاص قانون وضع کیا جائے۔ جس کی بدولت ان سترور و مفاسد کا اندیشہ نہ رہے جو مردوں اور عورتوں کے اکوادانہ میل جول میں مقتضیاتِ طبع کے بے قید اور بے روک ٹوک ہو جانے کے باعث ممکن بلکہ یقینی ہیں۔ اس شرعی قانون کے ماتحت ستر اور پردے کا حکم ہوا ہے۔

اسلام نے مردوں اور عورتوں کے بیجا میل جول کو ممنوع قرار دیا ہے۔ کیا پردہ ترقی کا مانع ہے دے کر ایک حد تک پردہ قائم کر دیا جو عفت و عصمت کا ضامن، معاشرتی اور مذہبی امن کا قفل ہے۔ جن مذاہب میں پردہ نہیں ہے۔ ان میں عصمت کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

راست دن بھرتی ہے بے پردگی سر پر وہ دی دیکھو اس قوم کو ہے جس نے اٹھایا پردہ لیکن یورپین تمدن کے دل دادہ مسلمان جو آلودہ مزاج واقع ہوئے ہیں وہ پردے کے سخت مخالف ہیں وہ پردے کو محض قید اور جس بے جا کہتے ہیں۔ وہ مستورات کے کھلا چہرے، گارڈیوں اور بائیسکلوں پر سوار ہو کر گول باغ یا ٹینڈی سڑکی پر نکلنے اور اپنے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ بکے کر چلنے کو پسند کرتے۔ اور اسی کو تہذیب اور شائستگی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک ہم میں سے پردے کا رواج اور طریقہ دور نہیں ہو گا ہم کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتے ہماری پستی اور تنزل کی اصل وجہ یہی پردہ ہے۔

یہ تمام دعادی محض یورپ کی طرز زندگی پر فریفتہ ہو جانے والوں کے طبع زاد ہیں۔ ورنہ حقیقت میں اسلامی پردہ نہ مانع ترقی ہے۔ نہ اس سے ملت اسلام کے قومی عروج میں کوئی رکاوٹ پیدا ہونے کا احتمال ہے اور نہ وہ خواتین اسلام کی تعلیم و تربیت کا مانع ہے جس وقت مسلمان تمام عالم میں عزت و برتری کے واحد مالک تھے۔ وہ ترقیات کی تمام منازل میں دنیا کی ساری بڑی بڑی اقوام سے پیش قدم تھے۔ اسلامی پردہ اس وقت بھی موجود تھا۔ اس زمانہ کی بڑی بڑی عالم و فاضل خواتین کے تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اس وقت مسلم خواتین پر و فیسریاں کرنی تھیں۔ دعا کہتی تھیں۔ تلقین و ہدایت کرتی تھیں اور یہ فرائض ہیں پردہ انجام

پاستے تھے۔ مسلم خواتین برقع و نقاب کے ساتھ جنگی مہمات میں حصہ لیتی تھیں۔ اہل فوج کے لئے آب رسانی کا بند و بست اور مجروحین کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ پیادہ و سوار ہو کر تیغ زنی کرتی تھیں۔ مگر پردہ و حجاب ہر حالت میں لازم سمجھا جاتا تھا۔ جو ان مشاغل سے مانع نہیں ہو سکتا تھا۔ نہ اس وقت کے غیور مردوں کے دل میں کبھی یہ سوال پیدا ہوا کہ پردہ ترقی کا مانع ہے اور نہ خود ان خواتین نے کبھی وفد بنا کر امیر المومنین کے حضور میں یہ درخواست کی کہ ہمیں پردہ سے آزادی ملنی چاہیے۔

بے شک آج مسلمان قوم تنزل کی گہرائی میں گری ہوئی ہے مگر اس کا ذمہ دار پردہ کو قرار دینا غلط ہے۔ بلکہ اس تنزل و ادبار اور اس نحوست و فلاکت کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے دین الہی پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہم نے اللہ کے باندے ہوتے قوانین کی پابندی ترک کر دی۔ جس سے ہم کمزور دنیا قواں اور اقوام عالم میں ہلکے ہو گئے۔ اگر پردہ و غیرہ اسلامی ہر اک ہمارے موجودہ تکلیف و ادبار (ذلت و پریشانی) کے باعث ہیں۔ نو فردن سابقہ کے مسلمان کیونکر ترقی کر گئے تھے جو پردہ نسواں کے شدت کے ساتھ پابند تھے۔ جس کا ثبوت زبردست دلائل کے ساتھ آگے چل کر دیں گے۔ سب سے پہلے نو دہی مسلمین سابقین ان احکام کے ساتھ مخاطب ہوئے تھے کہ آنکھیں نیچی رکھو۔ عورتیں جاہلیت کا بسا و سنگھار نہ کریں۔ گھرداں میں رہیں اگر باہر جانا پڑے تو بالکل ملکر سندھم ویا سے چلیں وغیرہ وغیرہ۔ ان اصحاب نے ان احکام پر اس عمدگی سے عمل کیا کہ آج ہم اس کا حشر حشر بھی بجا نہیں لاتے اور ساتھ ہی دنیا کو ترقی کی بالاترین منزل پر فائز ہو کر دکھایا۔

ہمارا تو یہ خیال ہے کہ یہ محض دین فراموشی اور نفس پرستی ہے۔ جو یورپ کی تقلید کی مستفانی ہو رہی ہو۔ فرنگستانی اقوام کی رنگ ریاں دیکھ کر نفس گمراہ ہوا چاہتا ہے کہ وہ لطف و لذت کی زندگی اختیار کی جائے اور ترقی کا شوق محض بہانہ ہے۔

سب پردہ اقوام کی حالت کا فوٹو جن اقوام میں پردہ نہیں ہے یا جو پردے کے پابند نہیں ہیں اور مردوں، عورتوں کا کھلم کھلا ملاب جائز رکھتی ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی حالت سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ مرد و عورت

خواہ ہندی ہوں یا فرنگستانی، چینی ہوں یا ایرانی، ان کا تعلق میں ملنا ایسا ہے۔ جیسا آگ اور باد و کا اجتماع ہے۔

بہت مرد کے عورت کی خلقت میں نہایت  
 فرخِ حسنِ عالمِ محبوبِ اس پر قیامت ہے  
 جو عورت کھلے منہ جب سر بازار چلتی ہے  
 نکلن عورتوں کا آب و تاب و زینت سے  
 نگہ بھی ادا کرنا تو اندازِ شہادت سے  
 یہ سامانِ دل آدہری نہیں کچھ کم قیامت سے  
 چیل جاتا ہے دل آخر کوئی کیسا ہی النساں ہو

یہ وہ جگہ ہے جہاں عورت بھی محبوس زنداں ہو

لہذا اگر ہم مسلمانوں کو عورتوں کے پردے کا حکم ارتکابِ فواحش سے بچنے کے لئے  
 دیا گیا ہے۔ تو اس سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یورپ میں بے پردگی کی وجہ سے وقوعِ فواحش کا  
 احتمال ہی نہیں یا وہ لوگ ایسے ضابطہ نفس اور خود دار واقع ہوئے ہیں کہ اجنبی مردوں عورتوں  
 کے اختلاط کے باوجود وہ ہر طرح پاکباز و پارسا رہتے ہیں۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ وہ لوگ بھی  
 انسان ہیں۔ ان میں بھی دواعی نفس اور مقتضیاتِ طبع موجود ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے  
 نزدیک ارتکابِ فواحش چنداں معیوب نہیں۔ اس لئے ان کو حفظِ نفس کے حصول کے لئے کسی  
 خاص ضابطہ و قانون کی ضرورت نہیں۔ ان کی کنٹرولی لڑکی اختیار رکھتی ہے کہ نوجوان مردوں میں  
 سے جس کو چاہے اپنی شادی کے لئے خود انتخاب کر لے اور جو نوجوان اس کو اپنی زوجیت  
 کے لئے پسند آئے۔ اس کے ساتھ نکاح سے پہلے حب چاہے اور جس طرح چاہے  
 خلا و ملا میں دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں ملے جلے۔ پھر اگر جذباتِ محبت کے پہچان میں  
 کوئی ایسا فعل اس سے وقوع پا جائے جو آئندہ چل کر ازدواجی زندگی کے لازم میں شمار  
 ہونے والا ہے۔ تو یہاں کوئی چشمِ احتساب اس پر لال پیلا ہونے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔  
 لڑکی کے ماں باپ یہ سب کچھ جانتے ہیں، دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں۔ مگر ان باتوں کو اپنی دختر  
 بلند آخر کی سعادتِ مندی کے خلاف نہیں سمجھتے کیونکہ ایسے امور یورپ میں معاشرت کے لازم ہیں۔

یورپ کی نام نہاد تہذیب کی اصلی بنیاد جو بھولے بھالے مسلمان یورپ کی ازلی و نسلی

پہلے مبصرانہ طریق سے پس و پیش پر نظر ڈالنی چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ ہم کون تھے اور یورپین اقوام کون تھیں؟ ہم ابتدائے آفرینش سے دین الہی کے حامل، اخلاقِ عالیہ کے پابند اور روحانیت کی دولت سے بہرہ ور چلے آئے ہیں۔ اقوامِ عالم نے تہذیب و تمدن ہم سے پائی۔ عمران و حضارت (آباد کاری و شہریت) کے اصول ہم سے حاصل کئے۔ اپنی بے نور روحانیت کو ہماری مشعل ہدایت سے روشن کیا۔ بخلاف اس کے یورپ کی چند صدی پیشتر کی تاریخ جہالت و وحشت کا مرقع ہے جو بہاقم و وحش کی زندگی کے نمونے پیش کر رہی ہے جس میں نہ تہذیب و تمدن کا کوئی حصہ نظر آتا ہے نہ اخلاق و روحانیت کی کوئی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ آج اگر یورپ موجودات ظاہری پر غور و تدبر کر کے عناصرِ عالم سے کام لینے اور خوش پوشی و خوش خوری کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو گیا تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ کوئین کی برکات و سعادت کا ٹھیکہ بن گیا اور اس میں اخلاقِ عالیہ اور انوارِ روحانیہ بھی پیدا ہو گئے۔ ہرگز نہیں۔ وہ محض مادی دنیا کے جلوؤں کا مظہر ہے اور روحانیت سے بالکل بیگانہ ہے۔ وہ اخلاقِ عالیہ سے بدستور محروم ہے۔ اس کا قلب و روح اسی سابعہ جہالت و بربریت کی صفات سے متصف اور وحشیانہ رذائل سے ملوث ہے۔ جس کو ظاہری و مادی ترقی کے لباس نے ڈھانک رکھا ہے۔ اس کا مادی ٹھکانہ گویا لالہ و لہریں کی ایک پھلواری ہے جس کے نیچے رومی اخلاق کی نجاست کا طہر پنہاں ہے۔ اس کی ثروت و مقول حکومت و دولت، محض ایک نظر فریب طمع ہے۔ جس کا باطن ایک کھوٹی دھات پر مشتمل ہے۔ لہذا آج اگر یورپ میں عورت کی آزادی بے پروگی اور نامحرم مردوں کے ساتھ اختلاطِ مروج ہے تو نہ اس لئے کہ یہ کوئی اعلیٰ تہذیب و تمدن کا لازمہ ہے۔ بلکہ یہ اقوامِ یورپ کی موروثی و قدیمی جہالت اور وحشی پن کی ایک یادگار باقی ہے جو امتِ زمانہ گزرنے کے باوجود آج تک زائل نہیں ہوئی۔ مادی ترقیات کے سیم و زر کے ڈھیر تو لگ گئے مگر ان کے نیچے اخلاقی نجاست کی جو آلائش قدیم سے چلی

آتی ہے۔ بدستور موجود ہے۔

بے پردگی کے بے انتہا پرخطر نتائج میں سے چند تازہ نظائر برادران اسلام ہمارے

کی تقلید کرنی ہے تو ان کے علوم و فنون میں ان کے سائنس و فلسفہ میں، ان کی ایجادات و اختراعات میں ان کی صنعت و حرفت میں کر سکتے ہیں۔ باقی ان کے اخلاق و امور اور ان کی طرز زندگی سے ہم کو سر و کار نہ ہوتا چاہیے ورنہ یہ امور ہمارے لئے اخلاقی ہلاکت اور روحانی موت کا موجب ہوں گے چنانچہ جن اقوام و جماعات میں یورپ کی دیکھا دیکھی عورتوں کی بے پردگی اور آزادی مروج ہو گئی ہے ان میں مذکورہ قسم کے نتائج نمودار ہونے لگے ہیں:-  
۱۔ ایک شخص کسی لڑکی کو پرہیزگاری پر مقرر ہوا۔ باہمی بے جہابی اور تنہائی و علیحدگی میں اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ استاد اور تلمیذہ میں دوستانہ تعلق ہو گیا اور شادی کی تجویز پہنچنے ہو گئی لڑکی کی ماں نے اس تجویز کی مخالفت کی تو اس کے چند روز بعد وہ قتل کر دی گئی۔

۲۔ ایک لڑکی بے پردگی کے عالم میں کسی ڈاکٹر کی دکان پر چٹے خریدنے گئی۔ ڈاکٹر امتحان چشم کے بہانے اسے اندر تنہائی میں لے گیا اور لڑکی کے بیان کے موافق اس سے کسی ناجائز امر کی خواہش کرنے لگا۔ تو لڑکی شور مچاتی بھاگی۔ دکان پر مخلوق کی بھیڑ لگ گئی۔ آخر پولیس نے مداخلت کر کے ڈاکٹر کی جان بچائی۔

(۳) ایک ماسٹر کسی لڑکی کو اس کے گھر پر پڑھانے کے لئے مقرر ہوا۔ عدم پردہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی کی ماں ماسٹر پر فریفتہ ہو گئی۔ ایک رقیب اس صحبت میں عار ج ہوا تو وہ چند روز بعد قتل کر دیا گیا۔

خیال کیجئے اگر استاد و تلمیذہ کو خلوت نشینی کا موقع نہ دیا جاتا۔ اگر لڑکی نا محرم ڈاکٹر کی دکان پر تنہا اور بے جہا بانہ نہ جاتی اور اگر ماسٹر اور شاگرد کی ماں میں بے پردگی نہ ہوتی تو یہ ناگوار حوادث ظہور میں آکر کیوں ایسی ہیائی رگ محبت میں متلکہ خیز ٹپ پیدا کرتے؟ شکر کا مقام ہے کہ ابھی مسلمانوں میں اس قسم کے واقعات کا ظہور نہیں ہوا۔ اور یہ وقائع ان غیر مسلم اقوام سے تعلق رکھتے ہیں جن میں پردہ نہیں ہے۔ یا وہ یورپ کی تقلید میں پیش قدمی کر کے پردہ ترک کر چکی ہیں۔ لیکن اگر مسلمانوں نے بھی ان اقوام کی طرح پردہ کو خیر باد کہہ دیا۔ تو



ان کو بھی اس قسم کے نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا۔

یورپ میں بے پردگی کے نتائج کے چند نمونے یورپ میں عورتوں کی

پیدا ہوتے ہیں وہ مذکورہ واقعات سے کہیں زیادہ ہولناک اور دل ہلا دینے والے ہوتے ہیں۔ لیکن وہاں ان باتوں کی چنداں پروا نہیں کی جاتی۔ یورپ کی سرزمین کے لئے واقعات کی یہ ہوا اس آجاتی ہے۔ وہاں ایک عورت سے حرام کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ اسے فخریہ گود میں اٹھاتی اور پیار کر سکتی ہے۔ وہاں دو مرد وزن علانیہ باغ میں مشغول زنا ہوتے ہیں۔ پولیس کا سپاہی اس بے حیائی سے مانع ہوتا ہے تو یہ اہل صحبت اس کو ڈانٹ دیتے ہیں بلکہ اس پر استغاثہ دائر کر دیتے ہیں۔ آخر امرائے ملک کی ملامت اور اخبارات کی سرزنش سے پولیس کاناک میں دم آجاتا ہے۔ وہاں حرام کے بچوں کی پیدائش کی کثرت ہے اور اس تولد حرام پر پھر اس قسم کے اور فیض نتائج مترتب ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً جب کبھی وہ بچے گناہی میں پرورش پانے کے بعد بڑے ہو کر شادی کرتے ہیں تو بعد میں شہادات و قرآن سے یہ راز کھلتا ہے کہ بھائی بہن میں یا باپ بیٹی میں یا ماں بیٹے میں رشتہ زوجیت قائم ہو گیا۔ یہ تمام بے پردگی اور نامحرم زن و مرد کے اختلاط کو جائز رکھنے کے نتائج ہیں۔ کیا وہ مسلمان جو پردے سے متنفر اور بے پردگی کے حامی ہیں۔ اس قسم کے واقعات کو اپنی قوم میں دیکھنا گوارا کر سکیں گے؟

۱۔ مصنف کے زمانے میں تو واقعی ایسے بدناما دوٹے مسلمانوں میں خاصہ نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ اس وقت مسلمانوں میں اتنے بے پردگی اور بے حیائی نہیں آتے تھے، لیکن جب سے یہ دونوں لعنتیں مسلمانوں نے اختیار کیں۔ مذکورہ واقعات سے بڑھ کر ہر روز ہماری اسلامی مملکت میں رونما ہو رہا ہے۔ اخبارات پڑھنے والے حضرات سے یہ بات قطعاً پوشیدہ نہیں۔ دیکھئے فاضل مصنف کے دور سے نگاہِ جنہ سے منہج کو دیکھ رہے تھے ہم اللہ سے دوچار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کے ہدایات پر عمل کرنے کے توفیق دے تاکہ ہم یہ انجام سے محفوظ رہ سکیں۔ (ناشر)

یورپ کی حوصلہ مندیاں ہندوستان کی بساط سے بڑھ کر ہیں۔ بے پردگی کی

یورپ ہی کو زیب دیتی ہیں۔ گوری، چنی صورتیں، چینی اور ہاتھی دانت کی موتیں جس بساط پر جمع ہوں اور جس راستے پر دوکش بدوش چلیں۔ ان کو زیب ہے۔ لیکن ہندوستان (پاک و بھارت) کی مختلف الاشکال مختلف الاوان گورے، کالے، گندمی، سانولے رنگ کے لوگوں کو یہ حالات راس نہیں آسکتے۔ جب میاں بیوی دونوں ہاتھ میں ہاتھ دے کر ادا نہیں دے سکتے۔ کدھا ملا کر کھلم کھلا چلیں گے تو دیکھنے والے خواہ مخواہ مضحکہ اڑائیں گے۔ کیونکہ اگر میاں کی رنگت گوری ہے تو بیوی کی کالی اور اگر میاں کی رنگت کالی ہے تو بیوی کی گوری۔ غرضیکہ دیسی لوگ اہل یورپ کی ریس نہیں کر سکتے۔

ہندوستان یورپ کی ریس کر سکے۔ یہ انہونی بات ہے۔ ہندوستان (پاک و بھارت) کی گھٹی میں یہاں تک حیا و شرم کی آمیزش ہے کہ دوشیزہ لڑکیاں اپنے بیاہ شادی کا تذکرہ س کر منہ چھپا لیتی ہیں یا اٹھ کر گھر کے کسی دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہیں۔ بخلاف اس کے یورپ کی ہمت و حوصلہ کا یہ عالم ہے کہ انگلستان کی سفر بجیٹ (حقوق طلب، عورتوں کی ایک لیڈر عظمیٰ اور زعمیم کبریٰ جس کے ہوش قلب نے زور بازو کا رنگ اختیار کر کے بعض معزز ارکان سلطنت کو گاڑی سے گھسیٹ کر نیچے گرا دیا تھا۔ مدت العمر دوشیزگی میں گزار کر آج آغاز پیری میں اپنے کسی آشنا کے ساتھ درپردہ گلشن عیش کی گل چینی کرتی ہے۔ تو لیڈری کی شان و عظمت اس فعل سے مانع نہیں ہوتی اور نسا و فرنگ کی رہنمائی اور پیشوائی کا منصب جلیل اس شاعیت و فحش سے باز نہیں رکھ سکتا۔ آخر ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو یہ پیرانہ سر و دوشیزہ اپنے دوستوں کے سامنے اس کو سپرد کرتی اور چوٹی چاٹتی ہے اور اس کے قولہ کی اسرار و داستان کو غزنیہ لہم میں بیان کرتی ہے۔ ان باتوں کو یورپ ہی گولہ کر سکتا ہے۔ پاک و ہند گنہگار قوم عموماً اور مسلمان خصوصاً ان کو گوارا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

کیا پردہ مضر صحت ہے؟ عورت کی صحت بگڑ جاتی ہے مگر میں متیہ محدود رہنے سے عورتوں کے قوائے جسم مضمحل، رنگ زرد اور دوران خون کمزور ہو جاتا ہے مگر یہ اعتراض بھی محض اسی پردہ پیگنڈے کی قسم سے ہے جس سے پردہ نسواں کو بدنام کرنا مقصود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں یہ حکم نہیں ہے کہ عورتیں پردے کے باعث تنگ و تاریک مکانوں میں پڑی سڑا کریں بلکہ پردہ کا اصل مطلب تو یہ ہے کہ مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی شکل و صورت اور بناؤ سنگار کو نہ دیکھیں تاکہ وہ ہوسات نفسانیہ کے نتائج سے بچ جاتی اگر قیام صحت کے لئے عورتوں کا باہر چلنا پھرنا ضروری ہے تو اسلام اس کا مانع نہیں وہ برقعہ پہن کر صبح و شام گھر سے باہر نکل کر ہوا خوری کر سکتی ہیں۔ اور اس میں صرف اتنا لازمی ہے کہ وہ اپنے جسم اور زینت کو غیروں کی نظر سے بچاتے۔ ہاں اسلام اس بات سے ضرور منع کرتا ہے کہ عورتیں شتر بے مہار بن کر گلی، کوچوں اور بازاروں میں بے حجاب غیروں کے سامنے ماری ماری پھریں۔

پردے کو مضر صحت قرار دینے والے اصحاب اشنا بھی سوچیں کہ کیا بے پردہ پھرنے والی عورتیں بہت صحیح المزاج اور قوی الجسم ہوتی ہیں اور ان کو کبھی کوئی مرض عارض نہیں ہوتا اور ان کے بطنوں سے جو اولاد پیدا ہوتی اور ان کی آغوش میں پلیتی ہے۔ وہ پردہ نشین عورتوں کی اولاد سے زیادہ توانا و بہادر ہوتی ہے؟ دونوں قسم کی عورتوں کے مرض و موت کے تخمینہ کے لئے مردم شماری کے کافذات موجود ہیں اور دونوں کی اولاد کی قوت و شجاعت کا اندازہ لگانے کے لئے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ ہماری رائے میں تو نتیجہ برعکس ہے نئی روشنی والوں کے دماغ میں آج کل یہ خط سمایا ہو ہے۔ کہ ہماری عورتیں بھی یورپین عورتوں کی طرح کھیل کود، تھیٹروں اور سینماؤں میں مردوں کے دوش بدوش رہیں۔ مقصود اس سے حفظ نفس ہے اور بہانہ جفجفا صحت اور تفریح طبع کا ہے۔

دیکھئے اسلام یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ عورتیں اپنا دل نہ بہلاتیں۔ لیکن دل بہلانے کے کئی ڈھنگ ہیں۔ کوئی تو باغ کی سیر سے جی بہلاتا ہے۔ کوئی کھیل کود سے دل خوش کرتا

ہے۔ کوئی شکار کو باعث فرست سمجھتا ہے۔ نئی روشنی والوں کا یہ خیال ہے کہ ہمارے گھر میں تفریح کا سامان موجود نہیں۔ انہیں پوری غومٹی بھی نصیب ہوتی ہے کہ صبح و شام ہی مٹن کر بیویوں کو ساتھ لے کر گھر سے باہر نکلیں اور ٹہلتے ٹہلتے چہل قدمی کرتے ہوئے باغ یا دریا کی طرف چلے جائیں یا کسی کھیل تماشے میں مشغول ہوں۔ اور حسن خُدا کے کسٹے دیکھیں یاد کھائیں۔ کیا یہ عورتوں کی خیر خواہی ہے یا دشمنی؟

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو عورتوں کے لئے ہر قسم کے سامان گھر میں موجود ہیں۔ ان کی ہڈش ٹھنڈی سڑکوں اور باغوں میں خاک پھانسنے کی نسبت گھر کے کام کاج، کھانا پکانے، چرخہ کاتنے، گھر کی صفائی وغیرہ میں زیادہ ہو سکتی ہے اور ان کی تفریح کے لئے بال بچوں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

مخالفین پردہ ایک اعتراض کیا پردہ سے تپ دق اور سل ہو جاتی ہے؟ یہ کیا کرتے ہیں کہ ہزاروں عورتیں پردہ نشینی کی وجہ سے تپ دق اور سل وغیرہ جیسے مہلک امراض میں مبتلا ہو کر مر جاتی ہیں۔ کیونکہ انہیں تازہ ہوا کھانے اور سیر و تفریح کرنے کا موقع نہیں ملتا؟

جواب : یہ ایک وہم اور غلط خیال ہے کیونکہ جس طرح لاکھوں عورتیں تپ دق اور سل میں مبتلا ہو کر مر جاتی ہیں۔ اسی طرح لاکھوں مرد بھی ان امراض کا شکار ہو کر دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں حالانکہ ان میں ہزاروں ایسے ہوتے ہیں جن کے گھروں میں کوئی عورت بھی باوجود پردہ نشینی ہونے کے ان امراض میں مبتلا نہیں ہوتی کہ یہ کہا جاسکے کہ ان مردوں کو ان عورتوں سے بیماری لگ گئی ہوگی۔ کیا وہ مرد بھی تازہ ہوا کھانے سے محروم ہوتے ہیں؟

بعض مخالفین پردہ عموماً یہ کہا کرتے ہیں کہ پردہ کا روبرو کامالغ ہے کیا پردہ کاروبار میں مغل ہو سکتا ہے؟

جواب : یہ خیال سراسر لغو ہے۔ جتنے بجائے رہائش کے لحاظ سے انسانی زندگی بسر کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک شہری۔ دوسری دیہاتی پھر ان میں حیثیت کے وجہ سے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں بعض امیر بعض غریب گویا یہ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں شہری امیر، دیہاتی امیر، شہری غریب اور دیہاتی غریب۔

شہروں اور گاؤں کے امیروں کا حال تقریباً ملتا جلتا ہے کیونکہ شہری امیر کام کاج کے لئے نوکر وغیرہ رکھ لیتے ہیں اور گاؤں والے کہیں لوگوں سے اپنا کام کاج کر لیتے ہیں یا کہیں نوکر بھی رکھ لیتے ہیں۔ اس لئے امیروں کی عورتیں اکثر اپنی نوکر چاکر عورتوں کی دیکھ بال میں لگی رہتی ہیں، بعض کھانا پکانے اور سینے پرولے میں مشغول رہتی ہیں۔ بعض بچوں کی پرورش میں خود بھی نوکروں کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ مگر انہیں کسی کام جس کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ گویا ان کا کوئی کام ایسا نہیں جو پردہ میں مغل ہو۔ ہاں! اگر انہیں گھر سے کہیں باہر جانا پڑے بھی تو وہ چادریا برفق اور ڈھکھڑا کر جاسکتی ہیں۔ جس سے پردہ میں کسی طرح کا خلل پیدا نہیں ہوتا۔ رہی غریبوں کی حالت یعنی وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے علاوہ گھر کے کام کاج کے روزی کمانے میں بھی مدد لیتے ہیں۔ ان کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ اول اپنے گھر کا کام کاج کرنا۔ یہ تو وہ آسانی سے پردہ میں رہ کر کر سکتی ہیں کیونکہ مزدور اور پیشہ ور غریب آدھی علی الصبح اپنے کام پر چلے جاتے ہیں۔ دوپہر یا شام کو واپس گھر آتے ہیں۔ اس سے ایسی عورتوں کے پردے میں کسی طرح کا خلل نہیں پڑ سکتا۔ دوسرے مردوں کا ہاتھ بٹانا اس میں شہری اور دیہاتی عورتوں کی حالت میں کم و بیش فرق ہے۔ کیونکہ دیہاتی عورتیں اکثر ایسی مزدوری وغیرہ کرتی ہیں۔ جس کے لئے انہیں باہر کھیتوں، میدانون یا مجمع عام میں جانا پڑتا ہے۔ بخلاف شہری عورتوں کے کہ وہ عموماً پیٹنا، کاتنا، سینا، کشیدہ کاڑھنا یا کسی امیر کے ہاں ماماگری یا انا کا کام وغیرہ مزدوری کیا کرتی ہیں۔ جس کے لئے انہیں اپنے یا کسی امیر کے ہاں محفوظ اور با پردہ گھر میں رہنا پڑتا ہے۔ اس لئے وہ ایک حد تک پردہ رکھ سکتی ہیں۔ لیکن دیہاتی غریب عورتیں علاوہ گھر کے کام کاج کے کھیتی باڑی میں اپنے خاوندوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ مثلاً کپاس چننا، خوشے چھانٹنا، کوٹنا، صاف کرنا، کھانسنے جانا وغیرہ اس حالت میں بھی پردہ قائم رہ سکتا ہے۔ اس طرح پر کہ ایسی عورتیں گھر سے نکلنے وقت چادر اور ڈھکھڑا کر سہی اپنے کھیت میں چلی جائیں لیکن وہاں جا کر اس بابت کو ملحوظ رکھیں کہ اگر وہاں کام کاج کرنے والے محرم ہیں تو چادر اتار کر کام کاج میں مشغول ہو جائیں اگر غیر محرم ہیں تو گھونگٹ نکال کر مردوں سے ایک طرف ہو کر کام کرنا شروع کر دیں۔ اس حالت میں صرف

ان کے دو پاؤں اور دو ہاتھ تنگے ہوں گے۔ جن کو کھلا رکھنے میں عقلاً بھی عیب نہیں۔  
شریعت نے بھی اس صورت میں اجازت دے دی ہے۔

**کیا پردہ تعلیم کا مانع ہے؟** مخالفین پردہ کہتے ہیں کہ پردہ تعلیم و تدریس کا مانع ہے؟

**جواب:** پردہ تعلیم کے لئے ہرگز مانع نہیں۔ ہاں سکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے پردے کا کسی قدر مانع ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو بعید نہیں لیکن یہ تعلیم سرے سے عورتوں کے لئے ضروری ہی نہیں۔ اس تعلیم سے اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھے تو بہتر ہے۔ جس تعلیم سے لڑکیاں بن سٹن کر بازاروں اور عام گزرگاہوں میں اوضاع جاہلیت و جاہلیت کی بے پردگی، کائنات پیش کریں اسے تو دور ہی سے سلام ہے۔ ایسی تعلیم اہل یورپ ہی کو مبارک ہو۔ جس کو حاصل کر کے مرد عورت یہ کہنے لگیں کہ ہم کسی مذہب کے پابند نہیں ہیں۔

یاد رہے کہ اصلی محرم والدین ہیں۔ جو بڑی کوشش سے اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دلاتے ہیں۔ حدیث طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ و علم دین حال کرنا بہر ظن مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اکام صدق اسلامی تعلیم ہے نہ کہ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم۔ اور اسلامی تعلیم عورتیں اپنے گھروں میں اپنے باپ، بھائی، خاوند وغیرہ محرموں سے حاصل کر سکتی ہیں۔ باپ کا فرض ہے کہ اپنی بیٹی کو پڑھائے۔ خاوند کا فرض ہے کہ اپنی بیوی کو پڑھائے۔ اگر لوگ اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے اپنے فرائض کو سرانجام دیں تو عورتیں کس طرح جاہل رہ سکتی ہیں؟ محرم اگر پڑھائے نہ ہوں تو جاننے والوں سے مسائل پوچھ پوچھ کر اپنی عورتوں کو سکھا سکتے ہیں۔ جس میں کسی کتاب، قلم، دوات اور تختی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ صحابہ کرام کی عورتیں اپنے خاوندوں سے اور بچے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے مسائل پوچھ کر ان پر عمل کرتی تھیں۔ یہ نہ تھا کہ ساری عمر ٹخنے پڑھنے تاریخ، جغرافیہ یاد کرنے اور دنیا کے اور فنون سے واقفیت حاصل کرنے

کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کے لئے عورتوں کا سکولوں اور کالجوں میں جانا نتائج کے اعتبار سے بہت ہی برا ہے اس کے لئے کوئی اور مستحسن تدبیر ہونی چاہیے۔

انگریزی تعلیم کا زہریلا اثر اصلی منبع کالج و سکول ہیں اور سب گناہوں کی بڑھتی ہوئی ہے۔ پس جو امر فلاحی کی جڑ ہو گا۔ وہی سب سیئات و معاصی کی علت ہو گا۔ لہذا سکول اور کالج تمام اخلاقی رذائل اور دینی کمزوریوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ آج کل سکولوں اور کالجوں میں بچائے تعلیم کے گانا بجانا، ناچنا اور سوانگ گانا، ڈرامہ کرنا سکھایا جاتا ہے۔ جو فیسر لڑکوں کے سامنے ناچتے اور گاتے ہیں۔ گویا تھیٹر اور سینما وغیرہ جو لوگوں کے اخلاق و اموال کے لئے ہلکات سے ہیں ان کا سرچشمہ سکول و کالج ہیں۔ کیونکہ ان تماشوں میں انگریزی تعلیم یافتہ ہی کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ آپ ہی فرمائیے کہ پروفیسروں کا ناچنا، گانا لڑکوں پر کیا اثر کریگا۔ شاید کوئی آزاد خیال یہ کہے کہ ڈراموں میں اور دیگر تماشوں میں عبرت ہوتی ہے کہیں غربت و امیری کا ڈرامہ ہے اور کہیں ساہوکار اور کسانوں کا ڈرامہ ہے۔ کہیں عشق بازی کے بُرے نتائج کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے ان ڈراموں میں غربت کا علاج ساہوکار کے پھندے سے بچنے اور عشق بازی کے بُرے نتائج سے محفوظ رہنے کے وسائل بتائے جاتے ہیں تو ان میں کیا بُرائی ہو سکتی ہے؟ جواباً التماس ہے کہ اول تو جتنے لوگ ان تماشوں میں حصہ لیتے ہیں وہی ان بلاؤں میں زیادہ مبتلا ہیں۔ خواہ ملازم ہو یا مزدور جو کچھ کما تا ہے ان تماشوں میں خرچ کر دیتا ہے اور گھر میں بال بچے ناقص کشی کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حالات اور واقعات کو بد رلیف سوانگ نقل کرنے سے کبھی عبرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ بطور متاثرین کے کیا جاتا ہے اور لوگ اس کو تماشا سمجھ کر خطا نفس کے لئے دیکھتے ہیں۔ لوگوں کا اصل مقصد گانا بجانا، ناچنا اور سوانگ دیکھنا ہوتا ہے نہ کہ عبرت حاصل کرنا۔ الغرض تھیٹر سینما وغیرہ باعتبار نتائج کے بھی بہت ہی پیرز ہیں اور باعتبار اصل کے بھی۔ حامیان بے پردگی کا یہ کہنا کہ عورتیں پردہ کی وجہ سے جب کہ خود فلاحی کی حالت میں ہیں ایسے لڑکوں کو آزادی کا سبق نہیں دے سکتیں۔ بالکل غلط اور تاریخ اسلام

سے ناواقف کی دلیل ہے۔ پردہ نشین عورتوں نے بڑے بڑے حکمران، امام اور اولیاء پیدا کئے  
ہاں ایسے نام نہاد اور آزاد پیدا نہیں کئے جو مذہب سے آزاد و متنفر ہوں۔ ایسے آزاد و حقیقت  
غلام نفس، امیر شہولت اور پرستار حکومت ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی آزادی اور تعلیم  
پر ملازمت مارنی چاہیے۔ جس سے عورتیں بے حیا ہو کر غیر محرموں سے مصافحہ کریں ان کے ساتھ  
ہنس ہنس کہ باتیں کریں۔ ناچنے گانے کو کہاں سمجھیں۔ غیر محرموں کے ساتھ سیر و سیاحت کریں  
اس تہذیب بمنزلہ لعذیب کے سیکھنے کے لئے دوسرے ممالک میں جائیں حالانکہ رسول  
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورت کو غیر محرم کے ساتھ حج کی بھی اجازت نہیں دیتے۔  
مسلمانو! کچھ تو ہوش کرو۔ ایسی مہذب مائیں اپنے بچوں کو کس قسم کی تہذیب اور ادب  
سکھائیں گی؟

جائے عبرت ہے یہ قبرے واسطے مرد خدا ہوش میں آخواب غفلت سے تھے کیا ہو گیا  
غرض اس طرح کی ترقی کر کے اگر مسلمان بالفرض تمام دنیا کے بادشاہ بھی بن جائیں تو  
بھی اسلام کی نظر میں یہ سراسر خسران اور نامرادی ہے۔

کیا جہالت کا علاج دینی تعلیم ہے یا کالجوں کی تعلیم بعض لوگ کہتے ہیں  
سے عورتوں میں توہم پرستی اور شرک و بدعت پھیل گئی ہے۔ جواباً التماس ہے کہ یہ بالکل صحیح  
اور درست ہے لیکن ان امراض کا علاج سکولوں اور کالجوں کی تعلیم نہیں ہے  
بلکہ اس تعلیم سے اگر جہالت و توہم پرستی کے مرض دور ہو سکتے ہیں۔ تو بے حیائی،  
خود سری، خود پسندی، اسراف و تبذیر، بے دینی، آوارگی، خود نمائی وغیرہ صد ہا ایسے امراض  
پیدا ہونے کا احتمال ہے جو جہالت سے بھی بدتر ہیں۔ لہذا ایسی تعلیم سے ان کا جابل رہنا ہی  
بہتر ہے کہ دین و دیانت کی صلاحیت تو باقی رہے گی۔ کیونکہ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے  
تو دینی صلاحیت ہی معدوم و مفقود ہو جاتی ہے۔ ایسی تعلیم یافتہ عورتیں مسلمان کہلاتی ہوئیں  
غیر مسلموں سے شادی کر لیتی ہیں۔ لہذا ان امراض کا حتمی علاج دینی تعلیم ہے اور اسی کے  
بے کچھ نہ کچھ بند و بست ہونا چاہیے۔



## علمائے امت سے شرعی پردہ کی تشریح کی درخواست پچھلے دنوں ایک مشہور اخبار میں مذکورہ بالا عنوان

پر ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں علمائے امت سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ پردہ کے باب میں متفقہ فتویٰ شائع کریں اور ساتھ ہی دھمکی دی گئی ہے کہ اگر علمائے امت اس طرف توجہ نہ کی تو رفتار زمانہ وہ کچھ کر دکھائے گی جو نہ ہونا چاہیے اور پھر کسی کے بنائے کچھ نہ بن سکے گا۔ اور جس طرح انگریزی تعلیم کو پہلے پہلے علمائے امت نے حرام قرار دے کر مسلمانوں کو ہندوؤں سے مہیڑی کر دیا جس کے متعلق اب رد رہے۔ اور پکچتا رہے ہیں۔ اسی طرح پردہ کے متعلق بھی کف افسوس سنے کے سوا اور کچھ چارہ نہ رہے گا۔ اور اس کے متعلق صاحب مضمون نے اپنی رستے کا اظہار یوں کیا ہے کہ یورپین طریقہ پر عورتوں کی آزادی اور فریاد ہے اور ہمارا مروجہ پردہ تقریباً۔ اس فریاد و تقریب کے درمیان ایک بہترین راستہ خیر الامور اور مسطہا کے موجب نکالا جاسکتا ہے۔ **جواب** یہ علمائے امت متفقہ فتویٰ کی توقع رکھتا تو محض فضول ہے۔ کیونکہ علماء دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ پس جبکہ ان کے مقصد میں اختلاف ہے تو راؤں میں بھی اختلاف لازم ہے۔ اس کے علاوہ بعض کی نظر عمیق ہوتی ہے اور بعض کی سطحی۔ اس لئے بھی ان میں اتفاق قریب قریب ناممکن ہے۔ پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو علم دین سے اصلاً واقفیت نہیں رکھتے اور مذہب میں مداخلت کر کے علمائے منصب میں دخل دیتے ہیں۔ اب علمائے امت اگر اتفاق بھی کر لیں تو ان بہرہ پیوں کا اختلاف تو بہر حال قائم رہے گا پس جبکہ کسی امر پر اتفاق ناممکن ہے اور عدم اتفاق کی صورت میں عورتوں کا بے پردگی پر اتر آنا لازم ہے۔ تو اب ہمیں بجز فضتیر جعیل (صبر ہی اچھا ہے) پڑھنے کے اور کوئی چارہ نہیں اور ہمیں اس بے پردگی اور اس کے شرمناک نتائج کے دیکھنے کے لئے اسی طرح آمادہ رہنا چاہیے۔ جس طرح ہم انگریزی کے خطرناک نتائج دیکھ رہے ہیں۔ معترض صاحب میں اگر ایمان و انصاف کا کوئی حصہ ہوتا تو وہ ان لوگوں کی رائے کی قدر کرتا جو انگریزی پیٹھنے

کے مخالف تھے کیونکہ واقعات نے ان کے خیال کی صحت کو روز بروز کی طرح صحیح ثابت کر دیا۔

لے برصغیر میں خاندان مقبہ کے آخری تاجدار ہمارے لفظ کے سیاسی انحطاط، اقتصادی زبوں حالی اور معاشرتی زوال سے انگریزوں نے۔۔۔۔۔ غاصبوں اور قزاقوں کے روپ میں جس انداز سے فائدہ اٹھایا۔ یہاں کے سکون و امن کے طائر کو اسیر کر کے اس کے پر توڑ دیے۔ عیاد نے دام جہرنگ زمیں میں طور سے بچھایا مشرق سے مغرب تک پوری دنیا انگشت بندھاں تھی۔ اس سے پیشتر کی تاریخ عالم ایسی پست اور عیار ذہنیت کی مثال پیش کرنے سے قاصر تھی۔ ہر کوئی شہروں سے بہت دور چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں جو محوڑا بہت امن میں تھا اسے بھی سمندر پار سے آنے والی رسد گیر قوم نے سبوتاژ کر کے رکھ دیا۔ عیاری اور مکاری کے اس نخل کی بار آوری کے لئے انگریزوں نے اب ان دروازوں اور سرنگوں کو بند کرنا شروع کر دیا جہاں سے مدافعت کی توقع محسوس کرتے تھے۔ محب وطنوں سے زندگی آباد آج انگریز کے دارے تیار سے تھے۔

برطانیہ کی رونقیں بڑھ گئیں مگر یہاں۔۔۔۔۔ متحدہ ہندوستان میں خام مال مہرقہ ہو گیا، افرادی قوت کو پر فعال بنا کر فوج میں بھرتی کر لیا گیا اور افرادی قوت برباد ہو گئی، معیشت تباہ ہو گئی۔ برصغیر کے وسائل نے دم توڑ دیا۔ آج ایک آزاد قوم حکم کی غلام بن گئی۔ چار سو ظلمت کے راج اور تیرہ بکنج کی یوریش نے نیچے گاڑ دیئے اور تمام قوم بے بسی کے بحر بے کراں کی انتہا گہرائیوں میں غرق ہو گئی۔ ظالم نے بری طرح گھائل کر دیا تھا۔ اور اب اذن آہ و فغاں بھی نہ تھا۔ زبوں حالی کے آنسو بہانے اور کف افسوس سننے کے سوا چارہ نہ تھا۔ جبر و تعدی کا تختہ مشق بنا، بڑی بے چارگی کے عالم میں تسلیم کے دن کا ٹٹا مقدر بن گیا تھا۔ چرخ سال خوردہ نے دیسے پھر لئے تھے۔۔۔۔۔ بے رحمی پر اتر آیا تھا۔ خطہ ارمی تنگ ہو گیا اور اب نہ پستے مالین نہ جلنے رفتی۔ قویم فاتح ہوں یا مفتوح ان میں ہمیشہ ہی کچھ ایسا رمنش لوگ ہوتے ہیں جو ڈوبتی دنیا کے نا خدا ہوتے اور اسے پار لگاتے ہیں۔ قوم کا غم ان کے لئے سرمایہ حیات ہو کر رہا ہے۔ قابل ستائش اور واجب الاحرام ہیں یہ ہستیاں! انہی مقدر لوگوں کے خادق جذب سے ایسی تبدیلیاں آئیں کہ تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔ یہ مخلص لوگ اس ظالم و جابر سودیشی قوم سے ٹکڑ لگئے۔ سرور پر کفن باندھ کر میدان عمل میں نکل آئے۔ ہر محاذ پر بڑے زور کارن پڑا۔ حق و باطل کا معرکہ تھا، ظالم اور مظلوم کی آویزش تھی، انسانیت کا خون بہہ رہا تھا جسے رائیگاں جانا تھا اور نہ گیا۔

قوم نے جب یہ سوچا کہ یہاں کے باشندوں خصوصاً مسلمانوں کو دھونس دھاندلی، لاپرواہی اور تحقیر سے  
 اپنے مقصد کیلئے استعمال کرنا ناممکن ہے تو انہوں نے ذہنی تعمیر کے لئے اپنی مادری زبان ————— انگریزی  
 کو ————— ایک زہرِ مہل کو شیریں محلول کی شکل میں پیش کیا اور یہ بھی بتایا کہ یوں ہم باہمی تفادت کو  
 ختم اور سرد جنگ کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر کے غیر سنگالی کے جذبات پیدا کر سکتے ہیں۔ نا عاقبت اندیش  
 ضمیر فروش اہلِ ابنِ الوقت لوگوں کے لئے یہ دعوتِ اغیار گویا نعمتِ خیرِ سترہ تھی۔ فوراً ہی تمدن، زبان اور کلچر لینے  
 اور ہاں میں ہاں ملانے کے معاملے میں شریک ہو گئے اور اس معاملے سے روگردانی کرنے والے علماء کرام کو  
 قابلِ گردن زدنی قرار دے دیا گیا اور یہ وہی علمائے عظام ہیں جو بھاری اکثریت میں تھے اور جنہوں نے حب الوطنی و  
 قومی بیداری میں راتوں کا چین اور دن کا آرام حرام کر لیا تھا۔ بے لوث لوگ تھے قوم کی سرفرازی کی خاطر عزت، وقار،  
 تن، من، دھن ہر چیز داؤ پر لگا دی ————— سب کچھ نثار کر دیا۔

آج بھی مسطحی سحرِ کم فہم اور عقل کے اندھے موجود ہیں جو درپردہ ارمی پاک کی بیخ کنی میں مصروف ہیں مگر نگاہِ  
 جہِ ساقی اور جیِ حضوری کرتے نہیں ٹھکتے۔ یہ غیر ملکی گماشتے ہر محبِ وطن کو فدا ثابت کرنے کے درپے ہیں اور یہی لوگ  
 بھی خواہوں کی صورت میں انہی علمائے کرام پر زبانِ دشنام دراز کرنے سے باز نہیں آتے اور بعض سادہ لوح لوگوں  
 اور تازہ خون کو ساتھ ملا لیتے ہیں۔ غیرتِ ایمانی کا تقاضا تو یہ ہے کہ حالات کا تجزیہ اپنی مرضی کے بجائے  
 حقیقت پسندانہ کیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ علماء کرام کی عظیم اکثریت نے انگریزی زبان سیکھنے کی مخالفت  
 کی تو مقصود انگریز کے کلچر، تمدن اور تہذیب کے اثرات مذمومہ سے ملک و قوم کو محفوظ رکھنا تھا۔

انہی شبِ بیدار، نیک سیرت اور روشن کردار لوگوں کی مساعی جلیلہ سے انگریزوں اور ہندوؤں سے

دائمی آزادی کے لئے علیحدہ ریاست کا بدوگرام مرتب ہوا تو اس کام کی حوصلہ شکنی قوتِ مسلم لیگ بھی تب سے قائمِ اعظم  
 محمد علی جناح کی قیادت میں سر تھی تو انہی حضرات نے دامنِ درمے، سخنِ مسلم لیگ اور قائمِ اعظم سے بھرپور تعاون  
 کیا نتیجہً دنیا کی سب سے بڑی مملکت اسلامیہ کا وجود عالمِ وجود میں آیا۔ ان علماء کرام کی اسی طالعِ آرزو گر و پنے مخالفت  
 کی، تضحیک و تحقیر کی، مسلم لیگ اور قائمِ اعظم کے لئے مشکلات پیدا کی گئیں ————— قیامِ پاکستان کی مخالفت میں  
 اڑی چوٹی کا زور لگا دیا آج بھی سامراجی طاقتوں کے آلہ کار اور مدد و معاون ہیں

ناطقہ سرحدیں ہر اسے کیا کہتے

(ناشر)

چنانچہ انہیں بقدر فتنے پہنچا دیا اور مسلمانوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ یہ سب انگریزی پڑھنے کی برکت ہیں۔ چنانچہ کسی طرف سے آواز آتی ہے کہ مذہب ہماری پستی اور تباہی کی جڑ ہے اس کو چھوڑ دو۔ کسی طرف سے شور مچاتا ہے کہ سود نہ لینا ہی مسلمانوں کی تباہی کا ذمہ دار ہے اس لئے خوب سود لو، کوئی چلاتا ہے کہ پردہ غلم ہے، وحشت ہے۔ مانع ترقی ہے اسے اٹھا دو، کوئی چیتا ہے کہ خدا نے کم سنی کی شادی کو جائز رکھا کہ قوم کو نقصان پہنچا یا۔ اسے منسوخ کر دو۔ کوئی کہتا ہے کہ شادیوں کے امتیاز نے ہماری قومی منافرت کو بڑھا دیا اور یہ معاذ اللہ خدا کی غلطی ہے۔ اس لئے اسے منسوخ کر کے مخلوط شادیوں کو رواج دو۔ کوئی کہتا ہے کہ پرانی فقہ نے ہمیں تباہ کر دیا نئی فقہ بناؤ۔ جس میں تمام حرام چیزیں حلال کر دی جائیں۔۔۔ کوئی کہتا ہے کہ جبریہ تعلیم کے ذریعہ سے اسلام کا خاتمہ کر دو وحیرہ وغیرہ۔

انفرن دنیا میں ہر طرف یہی شور ہے اور یہ شور انگریزی خوانوں نے برپا کر رکھا ہے جس میں بعض دنیا پرست محض نام کے مولوی بھی شریک ہو گئے ہیں۔

القسم یہ تمام واقعات اس کی تصدیق کر رہے ہیں کہ ان بزرگوں کی رلے نہایت صحیح تھی جو انگریزی کو اسلام کے لئے خطرناک سمجھ کر مسلمانوں کو

اس سے بچنے کی رائے دیتے تھے۔ لیکن معترض صاحب بجائے ان کی تصویب کے اللہ ان کو بیوقوف بناتا ہے اور یہ بھی اسی انگریزی کا اثر ہے۔ نیز وہ کہتا ہے کہ جس طرح مسلمان آج انگریزی کی مخالفت پر درو رہے ہیں۔ یونہی وہ کل پردہ مردہ کی حمایت پر پکھٹائیں گے لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو مسلمان انگریزی کے مخالف تھے وہ کبھی نہیں پھپھکائے۔ اور نہ ہی وہ پھپھکائیں گے۔ جو پردہ مردہ کی حمایت کرتے ہیں۔ بلکہ جس طرح مخالفین انگریزی آج اپنی رلے کی صحت کو دیکھ کر اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہیں۔ یونہی حامیان پردہ

بے پردگی کے مفاسد کو دیکھ کر کل اپنی رلے کی صحت پر نازاں ہوں گے جبکہ ہندوستان پاک و بھارت، طلائعہ زمانہ، منق و منجر کی وجہ سے رشک یورپ ہو گا اور ہندوستان میں نہ کوئی صحیح النسب آئے گا اور نہ کوئی شریف اور اس سے زیادہ اس وقت خوش ہوں گے

حریت اور خود ساختہ ترقی و تمدن کا مزہ چکھایا جائے گا۔

الغرض نہ مسلمانوں کو انگریزی کی مخالفت پر پھپھانے کی کوئی وجہ ہے اور نہ پردہ مروجہ کی حمایت پر۔

اگر بے دین لوگوں نے انگریزی کے باب میں علما کی مخالفت کی تو اپنا ہی نقصان کیا۔ علما کا کچھ نہیں لگاڑا۔ اسی طرح اگر وہ اب پردہ کی مخالفت کریں گے تو بھی اپنا ہی نقصان کریں گے اور علماء کا کچھ نہیں لگاڑ سکتے۔

رہی یہ بات کہ علما اگر کسی معتدل بات پر متفق ہو جائیں تو اس فہمت کی روک تھام ہو سکتی ہے سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ جن باتوں پر علما متفق تھے ان میں اہل اہوا نے کب ان کا سامنا دیا۔ اسی طرح اگر وہ پردہ کے باب میں متفق ہو جائیں تو جن کے دماغوں میں حریت کی ہوا بھر چکی ہے اور جن کو آزادی کی چاٹ لگ گئی ہے۔ وہ علما کے فتویٰ کو کب مانیں گے۔ ایسی حالت میں علما کو حق پر قائم رہنا لازم ہے۔ خواہ اہل اہوا ان کے سامنے موافقت کریں یا مخالفت۔ علما صحیح راستہ بتانے کے ذمہ دار ہیں اور لوگوں کے عمل کے ذمہ دار نہیں وَلَیِّنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَا لَمَسَ الظُّلُمَاتِ (سورہ بقرہ ۱۷۰) اور تم کو جو علم حاصل ہو چکا ہے اگر اس کے حاصل ہونے کے بعد بھی تم ان لوگوں کی خواہشوں پر چلے تو اس صورت میں تم بھی نافرمانوں میں شمار ہو گے۔

اب ہم معترضین کے اس اعتراض کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں جس کو اس نے خائرو الامور اور اسطفا کہا ہے اور کہتے ہیں کہ معترضین کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اگر یورپین لیڈیوں کی طرح پوری ماور پر آزادی نہیں دی جاتی تو انہیں کم از کم نیم آزاد کر دیا جائے تاکہ مردوں کے دوش بدوستر پر چلنے پھرنے کی گنجائش ملے آئے اور یہ اسطفا صیح کی آزادی کا ہو گی جس کو غیر الامور کہا جاسکتا ہے۔

اگر صاحب مضمون کا یہی خیال ہے تو اس میں ادل یہ سوال ہے کہ یہ تجویز آپ نے قانون شرعی کی بنیاد پر کی ہے یا اپنی ذاتی رائے سے کی ہے؟ اگر آپ نے یہ تجویز کسی

تائید کے لئے کی ہے تو اس کے لئے کوئی دلیل پیش کرنا چاہئے اور اگر ذرا غور کر لیں تو یہ

ہے نہ آپ کو کیا حق ہے کہ آپ دین الہی میں اپنی رستے کو دخل دیں اور اگر آپ نے یہ تجویز خیر  
الامور اور مسطہا کے دائرہ کو وسعت دے کر اس سے استنباط کی ہے تو پھر ہمیں منتظر رہنا  
چاہیے کہ آپ ایک دن توحید خالص کو افراط اور شرک جنود کو تفریط قرار دے کر عیسائیوں  
کی تثلیث خیر الامور اور مسطہا قرار دیں گے۔

اے اللہ کے بندو! تم کیوں خدا کے دین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو۔ اور تم نے  
کیوں اس کی تباہی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اگر تم درحقیقت اسلام سے گھبرائے ہو۔ اور تم  
کو خدا کے قوانین کما ہی تسلیم نہیں تو صاف صاف اپنے ارتداد کا اعلان کر دو۔ دوسرے  
مسلمان تو تمہارے مٹنے سے پنج جاتیں گے۔ اسلام کا دعویٰ کہنا اور خدا کے دین کو ظلم اور جبر  
اور خلاف مصلحت بتلا کر اس کی تحریف کرنا بالکل انسانیت کے خلاف ہے۔

پردہ سے شریعت کا مقصود حفت ہے۔ پس جو طریق ایسا اختیار کیا جائے۔ جس میں  
حفت پر برا اثر پڑے وہ شرعاً ناجائز ہے۔ خواہ عورتیں کھلے منہ پہریں یا برقع اوڑھ کر۔ کیونکہ جب  
کوئی عورت برقع اوڑھ کر غیر مردوں کے ساتھ اختلاط کرے گی اور ان سے بے تکلف باتیں کرے  
گی۔ تو اول تو مرد اس کی ذاتی حیثیت کو (کہ خوب صورت ہے یا بد صورت، جوان ہے یا بوڑھی  
وغیرہ) خود نظر سے اور انداز گفتگو سے بھانپ لیں گے اور اگر بالعرض نہ بھانپ سکیں۔ تو وہ ان  
باتوں کے معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔ جس سے عفت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ دوسرے  
خود عورتیں برقع کی جلائی مردوں کو دیکھیں گی اور چونکہ عورتوں میں بھی فطرۃ حذیات شہوانی ہوتے ہیں  
اس لئے جو مرد انہیں پسند ہوگا۔ اس کے پھانسنے کی وہ خود کوشش کریں گی اور جب وہ عورتیں  
خود طالب ہوں گی تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ برقع کسی کام دے سکتا ہے۔ اس لئے  
برقع کے ساتھ عورتوں کو مردوں کے ساتھ ربط ضبط اور خلط ملط کی اجازت دینا ضرور شرعی  
مقصد کے خلاف ہے اور وہ بھی بے پردگی میں داخل ہے۔ اسی وجہ سے جس طرح شارع  
نے مردوں کو غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے منع کیا ہے۔ یونہی اس نے عورتوں کو بھی  
غیر مردوں کے دیکھنے سے روکا ہے۔

اعہات المؤمنین اور صحابیات کا پردہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور

ان کے بعد کے مسلمانوں سے کہیں منقول نہیں کہ وہ اپنی بیویوں اور رشتہ دار عورتوں کو اپنے ساتھ ساتھ لے پھرتے ہوں اور ان کو مردوں کے مجمع میں شریک کرتے اور دوست اشتاؤں سے ملاقاتیں کر لیتے ہوں۔ پس اگر شرعی پردہ وہ ہوتا جس کو آج خیر الامور اور اذسطہا کہا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ حضرات عورتوں کو اس طرح مقید کرتے اور آزاد خیالوں کے خیال کے موافق ان پر ظلم کرتے۔

دیکھو جس جہاد سے واپسی میں واقعہ ایک پیش آیا ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں مگر آزاد نہیں۔ بلکہ آج کل کی بارہ عورتوں کی طرح محل رکھا وہ، میں تھیں۔ اسی طرح جنگ جمل میں بھی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محل میں تھیں۔ اگر اس زمانہ میں آزادانہ پھرنے کی اجازت ہوتی تو محل کی کیا ضرورت ہوتی اور اس زمانہ میں شہروں میں اور جنگلوں میں اور غبجوں میں عام طور پر پھرنا کیوں نہ منقول ہوتا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حقیقت شرعی پردہ کی آج بتائی جا رہی ہے۔ وہ وہ ہے جس سے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقف تھے۔ نہ صحابہ کرام، نہ تابعین، نہ تبع تابعین اور نہ محققین علماء و فضلاء۔ پھر علماء اس کو شرعی پردہ قرار دے کر اس کے جواز کا فتویٰ کیوں کر دے سکتے ہیں۔

از تکاب گناہ سے اباحت گناہ بدتر ہے  
مسلمانوں! جرائم ہمیشہ سے ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ لوگ چوری بھی کرتے ہیں، شراب بھی پیئے ہیں، زنا بھی کرتے ہیں۔ سو اگر تم کو بھی شوق جرائم ہے تو تم جانو مگر خدا کے لئے قانون الہی کو تو نہ بدلو۔ اور جرائم کو خدا کے قانون میں داخل نہ کر دیکر جرم کو برہم سمجھو۔ اپنے کو گناہ گار جانو اور دوسروں کو بے دینی کی دعوت نہ دو۔ ایسا کرنے سے تم مسلمان رہ سکتے ہو اور قانون الہی کی بخریفہ کر کے جرائم کو قانون خداوندی میں داخل کر کے تم مسلمان نہیں رہ سکتے کہ یہ ایک جرم عظیم ہے۔ عورتوں کی بے پردگی بے شک ایک جرم ہے، گناہ ہے، معصیت ہے۔ سو اگر بعض لوگوں سے یہ معصیت بتھاقتانے نفس د

شیطان سرزد ہو رہی ہے تو ہوا کرے۔ دوسرے معاصی کی طرح یہ بھی ایک معصیت ہے۔ لیکن اس معصیت کو حدود و شرعیہ میں لاسنے کی کوشش کرنا۔ آیات و احادیث کی اڑٹلے کر اس کو جواز و اباحت کا لباس پہنانا نہایت ناپاک حرکت ہے اور دین الہی کے ساتھ استہزاء ہے۔ جو اصل معصیت کے ارتکاب سے بھی کہیں بڑھ کر قابل مواخذہ ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے۔

نام تہاد و تہذیب اور معکوس (الٹی ترقی) افسوس ہے کہ نئی روشنی والوں نے جو درحقیقت منہج ظلمات ہے روحانیت سے بے گانگی اور مادیت کی دلدادگی کا: ارتقاء رکھ لیا ہے اور ہر ایک بے حیائی، الحاد و دہریت، اتباع طرز مغرب کو تہذیب سمجھ رکھا ہے۔ جو درحقیقت تعذیب (عذاب دنیا) ہے اور ہر قسم کی آوارگی و خود سری کو آزادی کا لقب دے رکھا ہے جو دراصل نفس و شیطان کی غلامی ہے۔ جو شخص اس طوفان بے یقینی کے خلاف آواز اٹھاتا ہے۔ "یونہی بہکم ترقی" کا مانع سمجھ کر ناداں، بیوقوف، اولد فیش اور تنگ خیال و غیرہ الفاظ سے مخاطب کر دیتا ہے۔ بے پردگی کے برے سانچے آئے دن پڑھتے اور سنتے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان یورپ کا نوٹہ بن جائے۔

پردہ کو غلامی و تسفل (گراڈٹ) کی سب سے نمایاں علامت بتایا جاتا ہے تعلیم اور اعلیٰ قابلیت سے عاری رہنا بھی پردے ہی کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ غلامی کی اصلی وجہ بے پردگی، بے حیائی اور موجودہ انگریزی تعلیم ہے۔ کیونکہ بے پردگی کی وجہ سے لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس ابتلا سے حکومت کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا ہے۔ اس لئے کہ جب لوگ عیش پرستی میں محو ہوتے ہیں تو انہیں آزادی کا خیال بھی نہیں آتا۔ اسی واسطے حکومت نے فسق و فجور کے جملہ ذرائع کی عام طور پر اجازت دے رکھی ہے۔ شراب، افیون اور چرس وغیرہ مخدرات اخلاق و اجسام کے ہندوستان پاک و ہند میں بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ بھنگی، چرسی خود بے کار اور دوسروں کے لئے مصیبت بنے ہوئے ہیں۔ زنا با لہجہ کی جو سزا ہے۔ اس سے زنا کا سد باب نہیں ہوتا اور زنا بارضا کو تو جرم



شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ بدکاری دن بدن بڑھ رہی ہے۔ کیا آپ ایسی ہی ہوا میں عورتوں کو کھلے منہ باہر نکلنے، سکولوں اور کالجز میں جانے اور باتوں پادکوں ٹھنڈی سرٹکوں اور بازاروں کی سیر کی اجازت دے رہے ہیں۔ بریں عقل و دانش بباہر گریست سے مسلمان نہیں ہے بے سبب دنیہ کو حیرانی کہ اپنی آبرو پر پھیر رہا ہے آج کل پانی ترقی کی خواہش ہر زندہ قوم اور ذی حیات فرد کے دل میں ہوتی ہے اور ہونی چاہیے اپنی حالت کو موجودہ سے بہتر بنانے کا دلولہ اگر دل میں نہ ہو۔ تو برکاتِ زندگی سے اس دل کو محروم کہنا صحیح ہے۔ آج دنیا کی تمام قومیں ترقی ترقی کا غل مچا رہی ہیں اور ہر ایک نے اپنی رسائی فکر سے ایک منزل قرار دی ہے۔ جس کی طرف وہ سب دوڑ رہے ہیں۔ ادنیٰ طبقہ سے اعلیٰ درجہ کے انسانوں تک ہر قوم کے افراد ترقی کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی ترقی کی صدا دنیا کی کسی دوسری قوم سے پست نہیں ہے بلکہ شور و شغب تو یہاں بہت زیادہ نظر آتا ہے۔ بہت سے بے کار لوگ جن کے پاس کئی معذور لیہ معاش نہیں ہے یا جس کام کو کرتے ہیں۔ وہ بد قسمتی سے چلتا نہیں۔ اور ہیں خوش خوراک اور خوش پوشاک خیش ایل جنگلیں۔ وہ مجبور ہو کر مذہب گد اگری لیدری کے پیٹ فارم پر جلوہ آ رہا ہو جاتے ہیں۔ اور دھواں دھار تقریریں کر کے سامعین کو جذبہ ترقی کے بادۂ ناب سے محذور بنا دیتے ہیں کوئی چندہ کھول لیا جاتا ہے اور قوم کو اس کی فراہمی میں مصروف کر دیا جاتا ہے اور جو شخص ان کے پیش کردہ مقصد کو سمجھنا بھی چاہے تو اس کو بے سرو پا الزاموں سے مطعون بنا کر نفرت و لعنت کے نعروں سے خاموش کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے بہت سے آبرو دار نیک دل تہمتوں اور گابیوں کے خوف سے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ لیدر صاحب کی ترقی تو ہو گئی۔ ان کا کام تو بن گیا اور چونکہ وہ بھی قوم کے ایک فرد ہیں اس لئے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی سعی قوم کی ترقی کے لئے نافع ثابت ہوئی۔ ایسے لیدروں کے سوا اور بھی بہت لیدر ہیں جو ہمیشہ ہی ترقی کا رونا روپا کرتے ہیں۔ اور یہ رونا روتے ہوئے ان لیدروں کو پچاس سال سے زیادہ گزر چکے۔ لیکن اس شور و شغب کا کیا اثر ہوا۔ اس بات کو یہ قومی لیدر ہی کچھ اچھی طرح سے سمجھتے ہوں گے۔

ترقی کی آواز سہم وقت ہندوستان دہاک دہند میں ترقی کی آواز اٹھانی گئی تھی۔ یعنی آج سے پچاس سال قبل اس وقت مسلمانوں کی قوت، شوکت، اثر، اعتبار، متول، درنداری، نیک چلنی باہمی محبت و ہمدردی کا کیا حال تھا۔ زمین ہند کے کھنے وسیع رقبے ان کے ملک و تصرف میں تھے۔ ہر شہر، قصبے اور گاؤں میں سر بفلک اور فراخ عمارتیں ان کے اقتدار کی شہادتیں دے رہی تھیں۔ دشمن مقابلہ کی ہمتیں نہ رکھتے تھے۔ اور ہندوستان کی قومیں ان کے رعب سے کانپتی تھیں۔ مسافر نوازی، عزت پروری، ناداروں کی دیکھیری، ہمسایوں کی اعانت مسلمانوں کا عام شیوہ تھا۔ صدق و دیانت اور حق و انصاف کے لئے مسلمان ہر قربان لاش تھے۔ امر اور سار پابند مشرع تھے۔ جن لوگوں کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے منظر دیکھے ہیں۔ مگر جب سے اس نام نہاد ترقی کا دور دورہ شروع ہوتا ہے اور ہندوستان دہاک دہند کا گوشہ گوشہ ترقی کے فلفلوں سے گونج اٹھا ہے۔ ترقی مآب لیڈروں کی مساعی کا جال ہندوستان بھر میں پھیلتا ہے۔ اس وقت سے مسلمان روز بروز تباہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کروڑوں روپیہ کی جائیدادیں ان کے قبضہ سے نکل کر سالانہ اغیار کے پاس پہنچی ہوئی ہیں ان کے ذرائع معاش دم بدم کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کا اثر و اقتدار دنیا سے اٹھتا جاتا ہے۔ ان کی نیک صفات ان سے منہ موڑ لیتی ہیں۔ ہمدردی و اخوت کی جگہ ان میں حسد و عداوت اور بغض و نفاق کے شراب سے بلند ہوتے ہیں اور اس جدید ہمد ترقی میں جیسوں نئے مذہب اور جدید فرقے پیدا ہو کر مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کر دیتے ہیں دین داری کا یہ حال رہ جاتا ہے کہ مدعیان سیادت یعنی لیڈران نماز، روزے اور اسلامی شکل و صورت سے اجنبی اور عاجز ہو جاتے ہیں۔ پنجاہ سالہ ترقی کی صداقت اور گرما گرم کوششوں کا یہ انجام ہے۔ اب خواہ اس ترقی پر ناز کیجئے یا اس کو امیدوں کا قبلہ گاہ جیئے مگر نتیجہ اس کا یہی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔

انسان سے فطری ہونا کچھ عجیب نہیں۔ دانا و فرزانه انسان بسا اوقات فطری غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں کہ ان کی کوششوں کے نتائج برعکس نکلے اور ان کی ہمدردوں سے بجائے نفع کے نقصان ظاہر ہوا تو وہ اپنے عمل کو روک دیتے ہیں اور

اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور حصول مقصد کے لئے دوسرے طریقہ عمل اختیار کرتے ہیں مگر رنج اس بات کا ہے کہ ہمارے حامیان ترقی اور قدانیان افزائیت پاس بریں غلطی ہیں کہ کبھی بیدار نہ ہوئے۔ قوم تباہ ہو گئی اور ان کی آنکھ نہ کھلی۔ مسلمان مٹ گئے اور انہیں ہوش نہیں آیا۔ دولتی غیروں کے پاس پہنچ گئیں اور انہیں اب تک اپنی غلطی کا اعتراف نہ ہوا۔ مغلوب قومیں غالب ہو کر چہرہ دستیاب کرنے لگیں اور انہوں نے ظلم و ستم کا طوفان بپا کر ڈالا مگر ہمارے لیڈروں کی خود رانی میں ذرا فرق نہ آیا۔ انہیں اپنی غلط سدی کا احساس نہ ہوا۔ انہوں نے اپنی روشیں نہ چھوڑی اور ایک لمحہ کے لئے اس پر نظر نہ ڈالی کہ ان کی کوششوں سے ان کے طرز عمل نے، ان کی مزعوم (خیالی) ترقی نے مسلمانوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچایا بلکہ ان کی حالت روز بروز بدتر ہوتی چلی گئی اور جب تک یہ لیڈروں سے اجنبی اور مذہب سے نا آشنا رہیں گے۔ اس وقت تک کامیابی کی صورت نظر نہیں آسکتی۔ ہر قوم اپنی خصوصیات و امتیازات کی حمایت و حفاظت میں اپنی پوری طاقت صرف کر دیتی ہے اور اس میں اس کی بقا و ترقی کا لازماً مضمر ہے۔ ہندوؤں کو دیکھئے وہ اپنی راہ و رسم پر کس مضبوطی سے قائم ہیں انگریزی تعلیم اور یورپ د امریکہ کی سیریں ان کے سروں سے چوٹی کا ایک بال بھی دور نہ کر سکیں ہندوؤں کی چوٹی تو نہ کٹی۔ مگر مسلمانوں کی ڈاڑھی اس جدید ترقی کے استرے سے منڈ گئی۔ ہندوؤں کے دماغ سے گاؤ پرستی کا خیال تک نہ مٹ سکا۔ مگر ہمارے جنٹلمین اپنے طرائق و رسوم پر بیٹھے ہندوؤں نے جس قدر اپنے رسم و آئین کی حفاظت کی ہمارے لیڈر اتنا ہی دین کی مخالفت میں سرگرم رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو بڑھتے گئے۔ انہیں کامیابی ہوتی گئی۔ انہوں نے اردو کی جگہ مری ہوئی ہندی کو رائج کر لیا اور ہمارے لیڈر اپنا ہی گھر برباد کرنے کو ترقی سمجھتے رہے۔ کبھی پردہ کی مخالفت پر اصرار ہے۔ کبھی سود کے جواز پر بحث و تکرار ہے۔ علما کی توہین اور علوم اسلامیہ کے رواج کا بند کر دینا تو لیڈروں کا مقصد اعظم ہے۔ عمریں علما پر تبرا کرتے گزر گئیں۔ اور روزانہ اخباروں میں برسوں تک اس مبارک اور پاک گروہ کو کوسلسہ۔ یہ ان حضرات کے اصول ترقی ہیں۔ آج کل جبر یہ تعلیم کے مدارس جا بجا کھل رہے ہیں۔ ان کی دینی تعلیم حتیٰ کہ قرآن پاک کی تعلیم بھی لازمی قرار نہیں دی گئی مگر جنٹلمین حضرات جو مسلمانوں کی نیابت کے

نہی تو بنیٹے ہیں۔ اور مسلمانوں سے دودھ حاصل کرنے میں بہت سرگرمی دکھایا کرتے ہیں وہ سب خاموش ہیں ان کے دل میں درد نہیں اٹھتا۔ کہ وہ قرآن پاک کی تعلیم لازمی سمجھتے جانتے کہ لے اپنی فوجیں صرف کریں۔ نہ اس کے لئے جلسے ہوتے ہیں نہ ریزولوشن پاس کئے جاتے ہیں۔ نہ ایڈیٹر ان اخبار اس پر کوئی آواز بلند کرتے ہیں۔ ترقی کے دلدادوں کے لئے یہ مسئلہ قابل التفات ہی نہیں ہے۔ ریلوے اپنے جدید سٹاف کی وردی میں بعض علاقوں میں ہیٹ (پچھے در ٹوپی) رکھی ہے۔ مدد ہا مسلمان جو اس محکمہ میں ملازم ہیں وہ ٹوپی اوڑھے پھرتے ہیں۔ نہ اس پر کوئی احتجاج کیا گیا۔ نہ ریلوے بورڈ سے استدعا کی گئی کہ وہ مسلمانوں کو اس ٹوپی سے مستثنیٰ کرے۔ یہ ٹوپی مسلمانوں کے لئے ناجائز ہے۔ نہ اس پر کوئی جلسہ کیا گیا۔ نہ کسی اخبار نویس نے کوئی توجہ کی۔ نہ حامیان ترقی کو اس پر کوئی آواز اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کسی نے نہ سوچا کہ ہماری وضع میں تغیر کی ابتدا ہو رہی ہے اور آج ایک محکمہ ہیٹ رائج کرتا ہے تو دوسرے محکمے بھی یہی راہ چلیں گے۔ مگر لیڈروں کو کیا وہ تو خود انگریزی وضع کے شیدائی ہیں اور فوجیوں کو رعیت دیتے ہیں۔ سکھ اپنی دستار کی حفاظت کر سکتے ہیں مگر مسلمان نہیں کر سکتے۔ حامیان ترقی مرموعہ خیالی ترقی، تو شاید اپنے خیال میں اس کو عین ترقی سمجھتے ہوں گے۔ ان کے خیال میں تو خواہ کھانے کی روٹی نہ ہو۔ رہنے کو گھر نہ ہو فیشن ہو۔ تو بس ترقی کی انتہائے معراج کو پہنچ گئے مگر حقیقت شناس جانتے ہیں کہ یہ ترقی نہیں بربادی ہے۔ ترقی یہی ہے کہ ہماری حالت پہلے سے بہتر ہو اور اس میں سب سے اول مرتبہ اپنے ذاتی و صفاتی افعال کا ہے۔ مسلمان پاکیزہ صفات سے متصف ہوں۔ ان کے افعال بہتر اور عمدہ ہوں۔ شریعت کی زندگی اختیار کریں اسلامی شان اور اسلامی صورت اور اسلامی انداز ان سے ظاہر ہوں تو یہ اصلی ترقی ہے اور جس دن مسلمان ایسے ہو جائیں پھر دنیا انہیں پامال نہیں کر سکتی۔ حسن خلق، حسن صفات، حسن افعال وہ ملک نہیں جو تغیر و ماحکت کیا جاسکے۔ انجام کار یہ قوت تمام طاقتوں پر غالب

سلہ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کو پہنے ہوئے آدمی غار دار نہیں کر سکتا کیونکہ پیشانی کا زمین پر لگنا مسجد میں ضروری ہے اور ہیٹ پہن کر پیشانی زمین پر نہیں لگ سکتی۔ ۱۳

آتی ہے اور ہر فوج کو حسن صفات کے لشکر کے مقابل ہتھیار رکھ دینے ناگزیر ہوتے ہیں  
مسلمان اگر واقعی ترقی کے خواہاں ہیں تو مسجدیں آباد کریں۔ دیانت و امانت صدق و راستبازی  
میں اپنے اسلاف کا نمونہ بنیں۔ زیر دستوں اور ضعیفوں کی ہمدردی اپنی راحت سمجھیں دینداروں  
سے محبت کریں اور جنہیں دین داری سے نفرت ہے انہیں اپنے اخلاقی دباؤ سے دست  
کریں۔ دھڑ دھڑ دینے کا وقت آئے تو یہ دیکھیں کہ جس کو اپنا نمائندہ بناتے ہیں وہ شریعت  
کا کتنا پابند ہے۔ اس کو مسجد کی حاضری توہین تو معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ایسے اجنبی کو اپنا نمائندہ  
بنا کر بھیجا تو وہ مسلمانوں کی دینی زندگی کی کیا پروا کرے گا۔ ترقی کا پہلو دنیوی سہنے حلیان  
ترقی جو پلیٹ فارموں پر بڑا زور و شور مچایا کرتے ہیں۔ ایک فہرست تو بتاتیں کہ انہوں نے  
اپنے پنجاہ سالہ عہد میں مسلمانوں کو کتنا دنیوی فائدہ پہنچایا۔ مہربانی کر کے سکولوں کالجوں  
لائبریریوں اور کلبوں کے لئے چندے مانگنے کو ترقی کی فہرست میں شمار نہ کرائیں بلکہ یہ  
بتائیں کہ کتنے اجڑے ہوئے گھر آباد ہو گئے۔ کتنی ضائع شدہ جائیدادیں واپس آگئیں۔ آج  
سے پچاس سال قبل جو مسلمانوں کی مالی حالت تھی۔ اس عہد ترقی میں ان کی دولت کتنی زیادہ  
ہو گئی۔ غریب مسلمانوں کی امداد کے لئے آپ نے کیا کیا۔ سد ہا نو تعلیم یافتہ نوجوان نکریں  
مارتے پھرتے ہیں اور مدعیان ترقی میں سے کوئی انہیں سہارا دینے والا نہیں ہے۔ مسلمانوں  
ہمیشہ ہو جاؤ اور ان لفظی ترقی کی پکار کرنے والوں پر اعتبار نہ کرو۔ جن کے نزدیک ترقی کا  
معیار یہی ہے۔ کہ سر پر انگریزی ٹوپی رکھ لیں، جانگہ پہن لیں، عورتوں کے بال کٹوا دیں،  
انہیں برہمنہ پھرائیں اور اپنی مرضی سے انہیں موقع دیں کہ وہ غیروں کے ہاتھوں میں ہاتھ  
ڈالیں۔ اس حیا سوز ترقی پہلنت بھیجو۔ اسلامی آئین و وضع کو اختیار کرو جو اس وضع کے خلاف  
نظر آتے۔ اس کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر ہمارا یہ دستور العمل رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ بگڑے  
ہوئے منہج چائیں گے۔ خدا کرے کہ مسلمان اپنے دین کی حمایت و حفاظت کو ترقی سمجھیں  
اور یہی ان کا نصب العین اور مطلع نظر ہو۔ آمین۔

جو عورت اپنی سلیقہ شعاری اور حسن خانہ داری سے میاں کی مرغوب  
پردے کی برکات طبع اور منظور نظر ہے۔ اس کا گھر اس کا تخت گاہ ہے اور اس کا لمحہ

مر قلم و خانہ کے نظم و نسق کے لئے منقسم ہے۔ وہ گھر سے باہر نکلنے اور ادھر ادھر پھرنے کا وقت ہی نہیں پاتی۔ گھر اس کی کل دلی ہے۔ اس کا حصار عافیت ہے۔ اس کا مقام امن ہے وہ یہاں نہ صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے حاضر رہنے پر مجبور ہے۔ بلکہ بیرونی شہر و اقامت سے بچنے کے لئے بھی اس کا گھر میں رہنا لازم ہے۔ اس لئے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں سے ہے اور ان کے لئے بڑے افتخار کا باعث ہے۔ جس قدر وہ ستر و پردہ کی پابندی میں کامل ہوں اتنا ہی زیادہ فخر کر سکتی ہیں۔ جس طرح کہ کسی نفیس شے کو لوگوں کی نظروں سے بچایا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھلاتے اور کئی پردوں میں چھپا کر رکھتے ہیں۔ اسی طرح سے پردہ سے بھی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کی جائے۔ انہیں ہر کس و ناکس نہ دیکھ سکے نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے اس کو پردے میں رہنے پر مجبور کیا جا رہا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو عورتوں پر کسی طرح اعتبار نہ کیا جاتا۔ بلکہ انہیں گھر میں داخل کر کے باہر قفل لگا دیا جاتا اور قفل بھی سر مبر کر دیا جاتا۔ یہ خیال کرنا بھی بے جا ہے جیسا بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں لکھنا انہیں قید میں ڈالنے کی مثل ہے ان پر بڑی تنگی کی جاتی ہے۔ جس سے ان کی آزادی میں خلل پڑتا ہے۔ حالانکہ شریف عورتیں بالطبع پرہیز کو پسند کرتی ہیں۔ بچپن سے ان پر حیا و شرم اس قدر غالب ہوتی ہے کہ پردہ مرغوب طبع اور بے پردگی بار خاطر ہوتی ہے۔ گویا پردہ ان کی فطرت میں راجل ہے۔ انہیں یہاں تک پردہ کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اس سے انس و محبت کرنے لگتی ہیں اور اسے ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہیں جیسا اور اپنی طبعی عادت کو۔ حتیٰ کہ جو عورتیں اس میں ذرا کوتاہی کرتی ہیں انہیں شرم دلاسنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ انہیں بے شرم اور بے باک قرار دیتا ہیں۔

علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اسے خوشی سے قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی عطا اور ثواب کی امیدوار بن جاتی ہیں۔ پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ نے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکھا ہے ظلم تو تب ہوتا کہ اسے اپنی خوشی سے اختیار نہ کرتی۔ مگر من شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔

حق تو یہ ہے کہ تمام ادیان و مشرائع کی نسبت شریعت محمدیہ میں عورت کی بڑی عزت ہے۔ اس لئے اس نے عورت کی کمال حفاظت کی ہے۔ بدکاروں اور بد معاشوں کی نظروں سے خوب بچا دیا ہے۔ علاوہ ازیں لغو اسے اِنَّ النَّفْسَ لَمَّ تَارَةً بِالسُّوءِ یعنی عورتوں کا شر نفس سے مغلوب ہونا بھی ممکن ہے۔ ایسی صورت میں پردہ ان کے لئے ضرور و مفاسد سے پورا پورا بچاؤ ہے اور پردے میں عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا مشکل سے خیال ہو سکتا ہے۔ اس کے خاوند کو اپنی نسل کے متعلق پورا اطمینان رہے گا۔ بخلاف اس صورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں سے ملتی جلتی ہو۔ تو شکوک و شبہات کا پورا امکان ہے۔

اگر تعصب اور نفس پرستی کو چھوڑ کر عقل سلیم سے کام لیا جائے تو بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ عورت کے لئے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے۔ زن و شوہر دونوں کا اس میں سراسر فائدہ ہے۔

# دوسرا حصہ شرعی بحث

## باب اول

### ملکہ شریاکے ایک بیان کا جواب

کی شرمناک تہذیب اور جیاسوز آزادی کے شیدا ہو سنا تھا ہی مسلمان کہلانا اور  
 بیوریت مسلمانوں کی طعن و تشنیع سے بچنا بھی چاہتے ہیں۔ اپنے دعویٰ کو قرآن و  
 حدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ آیات و احادیث کے مطالب و معانی  
 کی نہایت دیدہ دلیری سے کترجہنت کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں چونکہ ان ظاہر المعانی احکام  
 کی تفہیم کرنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے لہذا ان مباحث میں ان کا تکلف و تصنع نہایت مضحکہ خیز  
 ہوتا ہے۔ ان سے بھی زیادہ عجیب و غریب وہ لوگ واقع ہوتے ہیں جو ان مباحث کی  
 کشمکش اور لوگوں کی تضحیک و خفگی (بذاق اڑانا اور بیوقوف بنانا) سے پیچھا پھڑانے کے لئے  
 کہہ دیتے ہیں کہ احکام شرع میں پردہ ثابت نہیں ہوتا۔ موجودہ پردہ بالکل مابعد کی ایجاد  
 ہے۔ چلو قصہ ہی تمام ہوا۔

قبل اس کے کہ ہم پردہ کے متعلق شریعت کے احکام کی تفصیلات بیان کریں مناسب  
 معلوم ہوتا ہے کہ منکرین پردہ کے ان اقادیل باطلہ کا نمونہ بھی ناظرین کو دکھلا دیں۔ جن میں وہ  
 اپنی مطلب براری کے لئے احکام شرع کی تحریف و تصحیف تبدیل کرنا اور مٹانا کیا  
 کرتے ہیں اور اس قسم کے مضامین میں سے ہمارے نزدیک ملکہ افغانستان شریابگیم کا وہ بیان  
 یہاں نقل کر دینا زیادہ پر لطف ہو گا۔ جو اپنے مدلل و مسکت جواب سمیت رسالہ اصلاح  
 باغباہنورہ میں ہمارے مکرم دوست مولانا مرزا محمد نذیر عرشی کے قلم سے شائع ہو چکا ہے یہ  
 بھی وا منورہ سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ مضمون اس وقت لکھا گیا تھا کہ انگریزوں نے افغانستان پر حملہ کیا تھا



ہر سراقہ اور رفع حجاب آزادی نسواں اور منع تعدد ازواج وغیرہ اصلاحات کئے پورے زور کے ساتھ ساعی تھے۔ قبائل کی بغاوت کا ابھی کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ ایسے حالات میں واقعات موجودہ سے جن نسبت سچ ممکنہ کی پیش گوئی اس مضمون میں کی گئی ہے اور وہ جس طرح من و عن پوری ہوتی وہ بھی قابل توجہ ہے دیوانہ۔

یہ حقیقت عالم آشکار ہو چکی ہے کہ تخت کابل کے جوان بخت شہریار نے یورپین طرز زندگی کے دلدادہ ہو کر قدیمی اسلامی شعار کو خیر باد کہہ دینے کا جہیہ کر لیا ہے۔ اور ان بعض محقق المذہب مراسم و آداب کو حرف غلط کی طرح مٹا دینے کا عزم مصمم کر لیا ہے جن کو یورپ کی تقلید میں حاصل ہونے والی مادی ترقیات کے لئے خارج سمجھا گیا ہے۔ ترکان انگورہ بھی اس ذہنیت میں ان کے ہم عنان بلکہ ان سے دو دو قدم آگے ہیں۔ مگر کابل اور انگورہ کی حیثیتوں میں اس قدر فرق ہے کہ موخر الذکر جماعت میں صدیوں تک یورپ کی ہمسائیگی میں رہنے کے باعث مذہب کی طرف سے خاص آزادی و مطلق العنانی سرایت کر چکی ہے اور اگر وہاں کچھ مذہبی تاثرات کے آثار باقیہ پائے جاتے ہیں۔ تو وہ برائے نام ہیں۔ جن کو مفصل و معدوم (کمزور اور حق) کرنے کے لئے محتوی سی قوت کا مظاہرہ کافی ہے۔ بخلاف اس کے افغانستان آج تک مذہبی استقامت کا گوارہ رہا ہے۔ وہاں کھلم کھلا اسلامی شعار و آداب کی مخالفت کرنا ایک عظیم الشان مذہبی طاقت کو مقابلہ کئے چیلنج دینا ہے۔ جو بڑی سے بڑی حربی قوت کے آگے بھی سر تسلیم خم کر لے والی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگورہ آج کل یورپ کی تقلید میں جو کچھ کر رہا ہے وہ علانیہ بلا لحاظ مذہب اور بلا خوف مخالفت کر رہا ہے مگر کابل جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کو مذہبی تاویل کا رنگ دینے پر مجبور ہے۔

الغرض انوں علیا حضرت ملکہ افغانستان شریا خانم نے پردے کے خلاف کسی نمائندہ اخبار کے سامنے بعض خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ جن کو مذکورہ فرقہ حیثیت کے ماتحت محض یہ تکلف مذہبی روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے۔ مخالفین پر وہ جو بڑے غم و اسکو دنیوی ترقیات کا مانع سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی دنیوی مقاصد کو دینی مصالح پر ترجیح بھی دینا چاہتے ہیں تعارضت صداقت تو یہ ہے کہ انہیں ہر بلا کہہ دینا چاہیے کہ جو مذہبی رسوم ہمیں دنیوی و مادی ترقی

سے روکتی ہے۔ اگرچہ دین اسلام اس کی کتنی ہی تائید کیوں نہ کر رہا ہو۔ اس کو ہم ہرگز اختیار نہیں کر سکتے مگر حکمِ محدود اس طرح صاف گوئی سے اپنا اصلی مافی الضمیر ظاہر نہیں فرماتیں بلکہ جو ارشاد ہے وہ اس انداز میں ہے گویا آپ کو ہر طرح اسلام کا پاس نہ نظر ہے۔ چنانچہ فہرہ مانی ہیں۔

”موجودہ پردے کا آغاز اسلام میں خلیفہ عباس کے عہد میں ایرانی رواج کے زیر اثر ہوا تھا۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں نے کبھی پردہ نہیں کیا اور ان کی عورتیں مدارس میں جلسہ ہائے عام میں اور تقریروں وغیرہ میں شامل ہوتی تھیں“ اس فقرہ سے بظاہر یہ مترشح ہوتا ہے کہ گویا پردے کے مخالفین اسلام کے اس قدر خیر اور احکام اسلام کے اس قدر پابند ہیں کہ وہ کسی غیر اسلامی رواج کو اختیار کرنا گوارا نہیں کر سکتے وہ پردہ کے مخالف اس لئے ہیں کہ یہ ایک غیر اسلامی رسم ہے جو قرونِ اولیٰ کے بعد بطور بدعت جاری ہوئی اور سابقینِ اولیں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ یہ طرز استدلال جس قدر بوجہ اور پادہ ہوا ہے۔ اسی قدر اس میں احکام اسلام کی کھلی ہوتی توہین اور آئمتہ دین کے ساتھ صاف استہزاء بھی ہے۔

موجودہ پردہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ عورتوں کو گھروں میں اقامت پذیر کر ہنسنے اور بلا ضرورت شہید کے گھر سے باہر نہ نکلنے کا حکم ہے اور اس بات کی پابند رہنا ان کا فرض ہے کہ سینا، تحیض وغیرہ تماشے دیکھنے نہ جائیں۔ بازاروں، مندلیوں میں نہ جائیں۔ گلی کوچوں میں کھلے بندوں نہ پھریں۔ نامحرم مردوں کے سامنے برا فگندہ نقاب و نقاب اٹھائے نہ آئیں۔ ان پر اپنی زیب و زینت ظاہر نہ ہونے دیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس قسم کا پردہ تعلیمات اسلام پر مبنی نہیں اور محض ایرانی رواج کے زیر اثر پیدا ہوا ہے تو پھر آیت قرآنیہ کے معنی کیا ہوں گے۔ وَكُنَّ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى (سورہ احزاب رکوع ۴)

یعنی رہے بیویا گھروں میں جمعہ بیٹھے رہو۔ اور جاہلیت کے زمانہ کے سے بناؤ سنگار نہ بناتی ہو۔

نیز اس آیت قرآنیہ کا کیا مطلب ہو گا۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَلِيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ  
وَلَا يُبْدِيْنَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا بِمَا وَجَبَتْ (یعنی، اور عورتوں سے  
کہو کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی ستر مگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر  
نہ ہونے دیں۔ مگر جو اس میں سے یا مریجوری ظاہر ہوتا رہتا ہے (معاف ہے) اور اپنے سینوں  
پر دوپٹوں سے بکھل ماسے رہیں۔ مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ دادا پر۔ الخ (پارا ۱۰۷)  
اگر قُرَّتْ فَرْجٌ مِّمَّيْؤَةٍ فَكُنْ اَوْ لَا يُبْدِيْنَ زِينَتَهُنَّ اور وَاَلْيَضْنَ بُحْرًا  
بِخَضَرٍ مِّنْ عِلَاجٍ مِّمَّيْؤَةٍ کا رواج جو آج کل مسلمانوں میں جاری ہے اسلامی  
تعلیمات کا اثر نہیں۔ بلکہ کسی ایرانی حرمازدا کی ایجاد ہے۔ تو کیا عورتوں کا کھلے سینوں اور برہنہ  
پنڈلیوں کے ساتھ برا فگندہ نقاب اغیار و اجانب ربے نقاب، غیروں اور اجنبیوں کے  
سامنے آنا اور ان کیل تماٹوں میں آزار نہ ڈالنا ہونا جہاں نامحرم ایکڑ اور جیاباغیہ عشق و  
حس کے غایت سوز ایکٹ دکھا دکھا کر ناظرین و ناظرات کو مسحور و مفتون رفتے ہیں مبتلا  
کرتے ہیں۔ کسی ایسی پیغمبری تعلیم میں داخل ہے۔ جو آج تک تمام آئمہ دین کی دسترس علی  
سے تو باہر رہی۔ مگر صرف اس زمانے کے یورپ پرست اشخاص کے دلوں پر القاء ہو گئی۔

لبوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اگر عورتوں کا ستر و حجاب اور ان کی خانہ نشینی ایسا عجیب رواج ہے۔ جو اسلام میں  
زبردستی داخل کر دیا گیا تو پھر اس صحیح حدیث کا مطلب کیا ہو گا، صَلَوةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا  
اَفْضَلُ مِنْ صَلَوةِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَ صَلَوةُهَا فِي مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ  
سَلَوَتِهَا فِي بَيْتِهَا وَ الْوَدَادُ اَلْاَعْيٰ عَوْرَتِهَا اِلَّا بِمَا وَجَبَتْ (یعنی عورت کا اپنے گھر کے اندر نماز پڑھنا محسن میں نماز پڑھنے  
سے بہتر ہے، جہاں اور اس کا کہ خلعے میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

اگر عورت کی خانہ نشینی ایرانی رواج کے زیر اثر پیدا ہوتی ہے اور وہ احکام اسلام

کی رو سے باہر آنے جانے میں قطعاً آزاد ہے تو پھر اس فرمان نبوی کی کیا تاویل

کی جاستے گی کہ الْمَرْأَةُ عَوْرَتُهَا فَاِذَا اَخْرَجَتْ اَسْتَشْرِفَهَا الشَّيْطَانُ (مترسلاً)

یعنی عورت تو سر اپنی عورت یعنی قابل سترو حجاب ہے۔ جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ پردہ کھیتہ اسلامی اصول پر مبنی اور اسلامی تعلیمات کے زیر اثر ہے۔ اس کو غیر اسلامی کہنا محض اتباع ہوا اور اسلام پاک کی تحریف اور اس کے ساتھ کمال بے وفائی ہے۔ جس کی تہ میں اپنے دیہ و مذہب کی تخریب کے بعد افریقی معاشرت کی تعمیر کا لائحہ عمل کار فرما ہے۔

اگر سپانیہ کی مسلمان عورتوں کا پردہ نہ کرنا صحیح ہے تو کیا ان لوگوں کا یہ طرز عمل اسلام کے کسی مسلمہ اصول پر لڑا انداز ہو سکتا ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کا طرز عمل جو قرن اولیٰ سے صدیوں بعد گزرے ہیں اور جن کے رسم و رواج پر یورپ کا قرب و جوار اثر انداز ہو چکا تھا۔ پھر ارشاد ہے: ”اگر پردہ اسلامی فریضہ میں داخل ہوتا تو ایک مسلمان کو پردہ نہ کرنے پر شریعت اسلامیہ کی طرف سے ایسی ہی سزا دی جاتی جیسی کہ دیگر مکروہ افعال کے لئے دی جاتی ہے۔ ابھی تک یہ کبھی سنانے میں نہیں آیا کہ فلاں مسلمان عورت کو اس لئے سزا دی گئی ہے کہ وہ بے پردہ ہو گئی تھی۔“

حیرت کی بات ہے کہ شرک فیہ و یومئذ یحکمون اور ولیضربنہ یخسروا جس کا وغیرہ وغیرہ کھلے کھلے احکام خداوندی کی موجودگی میں پردہ سے اسلامی فریضہ ہونے میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔ جس کے لئے مذکورہ فلسفی استدلال سے کام لینے کی ضرورت ہے یہ استدلال منطقی شکل میں یوں مرتب کیا جاسکتا ہے کہ:

بے پردگی پر کوئی شرعی منہز مقرر نہیں اور جس کام پر شرعی منہز نہ ہو وہ مباح ہے۔ پس بے پردگی مباح ہے۔

حالانکہ اس استدلال کا مقدمہ ثانیہ جس پر نتیجہ کا مدار ہے غلط ہے یعنی یہ کلیہ صحیح نہیں کہ جس کام پر شرعی منہز مقرر نہ ہو وہ مباح ہوتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ خدا کی رحمت سے تا امید ہونا، خدا کے غضب سے ڈرنا ہونا، کسی صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، یتیم کا مال کھانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ قسم کے افعال گناہ ہیں یا نہیں۔ اگر گناہ

ہیں تو پھر بتائیے کہ ان پر کون سی شرعی سزا مقرر ہے۔ اگر آج تک سننے میں نہیں آیا کہ فلاں مسلمان عورت کو اس لئے سزا دی گئی کہ وہ بے پردہ پھرتی ہے تو فرمائیے کسی چغل خور کی زبان بھی اس لئے کاٹی گئی کہ وہ لوگوں کی چغلیاں کرتا تھا۔ سب جانتے ہیں کہ زنا کے لئے رجم اور جلہ کی ہولناک سزائیں مقرر ہیں مگر کسی غیبت گو کو بھی پھانسی پر لٹکتے ہوئے دیکھا کہ جس کا گناہ بغیر نبی نبوی الْغَيْبَةِ اَشَدُّ مِنَ الزَّانَا غیبت زنا سے بھی سنگین ہے۔ شریعت میں خاص مدنی و معاشرتی مصالح کی بنا پر جن جرائم پر سزائیں مقرر ہیں۔ ان کی تعداد سات آٹھ سے زیادہ نہیں۔ ان کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے افعال اور بھی ہیں جن پر عدالتی سزا تو مقرر نہیں مگر شرع کی زبان میں ان کو گناہ یا جرم کہا گیا ہے۔ کیا کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ چونکہ ان افعال پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں لہذا وہ کام گناہ نہیں بلکہ مباح ہیں۔ پھر عورت کی بے پردگی کو جو قرن ہا قرن سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ عظام، علمائے کرام کے نزدیک ایک مستنکر و مکروہ کام اور خدا و رسول کی نارضا مندی کا باعث ہے۔ محض بایں دلیل مباح بنا لینا کہ اس پر عدالتی سزا قریب نہیں ہوگی۔ کہاں کی دانش مندی ہے؟

جو لوگ بے پردگی کو اس لئے مباح سمجھتے ہیں کہ اس پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں۔ انہیں چاہیے کہ بھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ کے مباح ہونے کا بھی اعلان کر دیں۔ کیونکہ ان جرائم پر بھی کوئی خاص سزا مقرر نہیں اگر وہ کہیں گئے ان جرائم پر آخرت میں سزا ہوگی تو عورت کی بے پردگی پر بھی آخرت کی سزا سن لیجئے۔

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَّاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُذُفُسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَخْلُفْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا الخ یعنی اور (جہنم کے اندر) وہ عورتیں ہوں گی جو بظاہر پوشاک پہنے ہوئے ہیں مگر ایسی باریک گویا بعض اعضا، سینہ، پنڈلی وغیرہ اس طرح برہنہ رکھ کر کہ، خنگی کی خنگی ہیں۔ لوگوں کو (سرعام چل پھر کر) اپنے اوپر مائل کرتی ہیں اور خود بھی ان پر جھکی پڑتی ہیں۔ ان کے سرناز سے اونٹوں کے عمدار کو بان کی طرح دھچکے ہوئے، ہیں

وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی نہ اس کی خوشبو یا سبکیں گی۔

بجائے بات نبوت میں سے ایک بات یہ ہے کہ اس حدیث کے آغاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات فرماتے ہیں **مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَنْ أَرَهُمَا** یعنی دونوں میں دو ایسی جماعتیں ہوں گی۔ جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ یعنی وہ لوگ آپ کے عہد میں نہیں تھے۔ آئندہ زمانے میں پیدا ہونے والے تھے جن میں ایک مذکورہ جماعت ہے۔ جس کے اوصاف یورپ کی عورتوں اور ان کی تقلیدات دیروسی کرنے والیوں پر صادق آتے ہیں جو سر، چہرہ، سینہ، کلائی پھٹلی وغیرہ اعضاء کو اغیار و اجانب (غیروں اور اجنبیوں) کے سامنے برہنہ کرنا خلاف حیا نہیں۔ بلکہ داخل فیشن سمجھتی ہیں اور منظر عام پر اپنی طرام ناز سے چلتی ہوئی اہل نظارہ کے قلوب پر فارت گری کرتی ہیں اس سے آگے ارشاد ہے،  
 • اور نہ یہ پڑھنے سننے میں آیا کہ خلفائے راشدین یا کسی اور بزرگ کے زمانہ میں مبلغین کے ذریعے سے یہ کوشش کی گئی کہ وہ پردہ بچھ کر اس امر کی تبلیغ کریں کہ ہر مسلمان عورت کے لئے پردہ نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ پردہ کرانے کے لئے کوئی باقاعدہ پروپیگنڈہ نہیں کیا گیا۔

بے شک جو اصحاب پردہ کے مخالف ہیں۔ یہ بات ان کے پڑھنے اور سننے میں نہیں آئی ہوگی کہ عہد نبوت یا خلفائے راشدین کے زمانہ میں پردے کی ترویج کے لئے کبھی کوشش کی گئی ہے۔ اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ ان اصحاب نے کبھی کتب احادیث سیرت کا مطالعہ نہیں فرمایا اور مطالعہ کیوں فرمائیں۔ جبکہ ان کے ساتھ دلچسپی ہی نہیں۔ جب ان کو کتب احادیث و سیرت کے ساتھ کوئی قلبی لگاؤ نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے احوال و اعمال کے متعلق کوئی بات ان کے پڑھنے اور سننے میں کیونکر آئے۔ لیجئے ہم عرض کرتے ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے اہل عرب کے اخلاقی خصائل شرم و حیا کی پابندیوں سے آزاد تھے۔ رجال و نساء۔ ذکور و اناث کا آزادانہ اختلاط تھا۔ قرابت قریبہ کی کسی عورت سے عشق کرنا اور پھر مجلس میں اس پر غزیہ شعر کہنا معیوب و مکروہ نہیں سمجھا جاتا تھا اسلام نے آئے ہی اخلاق عامہ کی کاپی اپٹ دی۔ ان وسائل و ذرائع کا استیصال کر دیا۔ جو

نا جائز اختلاطات کے لئے مہم ہوتے تھے۔ بازاروں کو شترالاماکن اسب جگہوں سے بری  
 جگہ قرار دیا۔ مردوں کے ساتھ تشبیہ کرنے والی عورتوں کو مستوجب لعنت بتایا۔ مگر سے  
 اہر نکلنے والی عورتوں کے متعلق فرمایا کہ شیطان ان کی تاک میں ہوتا ہے۔ بلکہ عورتوں کو حاجت  
 ضروریہ کے لئے باہر جانے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہنے دی۔ اور گھروں میں رہتے ہوئے  
 تعمیر کر لے۔ تا محرم مرد عورت کا ایک کمرہ میں تخلیہ قطعاً حرام قرار دیا۔ عورتوں مردوں سب  
 کے غضن بصر کا حکم دیا۔ نظر نیچی کرنے کا حکم دیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اور  
 ام المومنین میمونہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھتی تھیں۔ اسنے میں  
 ابن ام بکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا تھے آئے اور آپ کے پاس پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں پر دسے میں ہو جاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں کہ ہمیں دیکھ سکتے ہ آپ نے فرمایا۔ تم تو نابینا نہیں ہو۔  
 کیا تم اسے نہیں دیکھتیں؟ اب فرمائیے اس سے بڑھ کر پردے کے لئے اور کسی تبلیغ  
 کی ضرورت ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو مبارک قول نکلتا تھا وہ  
 فوراً نقل و نقل صد ہا کانوں اور زبانوں کی منزلیں طے کرتا اقتضائے ملک تک پہنچ جاتا تھا  
 آپ۔ نہ عورت کے لئے غیر مرد پر نظر کرنا جائز قرار دیا۔ اور کافہ امت (ساری امت) نے  
 یہ حکم سن لیا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا پروپیگنڈا ہو گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ چند سال میں عام شرور و  
 مفاسد کا کافی سدباب ہو گیا تھا۔ غیر مردوں کا اختلاط یکسر نابود ہو چکا تھا۔ ہاں رات یا صبح  
 کے اندھیرے میں عورتوں کو اجازت تھی کہ مسجدوں میں نماز پڑھنے چلی جائیں۔ لیکن آپ  
 کی وفات سے تھوڑی مدت بعد جب زمانے کی ہوا کچھ بدیلنے لگی تو حضرت عائشہ رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ آج کل عورتوں نے جو رنگ ڈھنگ اختیار کیا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو ان کو مسجدوں میں جانے سے بھی منع فرما دیتے۔ اس سے  
 عیاں۔ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جن سے بڑھ کر نسوانی حیا و حجاب کے متعلق  
 فاضل الہی اللہ نہیں ہو سکتا تھا۔ عورتوں کے پردے کی تدبیر بھی اسلارہیں کس

قدر خود دہر رہتا تھا۔ کیا یہ پردے کی تبلیغ کی تجاویز ہیں یا کچھ اور؟

جب خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد میں عورتوں کے لئے اس قدر احتیاط کی ضرورت ہو گئی تھی اور پھر وہ بھی ان عورتوں کیلئے جو کسی متاثرہ گاہ میں اور کسی لمحہ تعب کے لئے نہیں۔ بلکہ مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لئے جائیں تو چاہیے کہ اس بوجھ میں صدی میں عورتوں کا باہر نکلتا کس قدر خطرناک ہے جو سراسر شر و فساد کا زمانہ ہے اور پھر ایسی عورتوں کے لئے جو مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ سینما اور تھیٹر دیکھنے کے لئے اور ان کے ذریعے اپنے اوپر اخلاقی تباہی کا دروازہ کھولنے کے لئے بہت ناب ہوں امید ہے کہ ان چند معروضات سے علیا حضرت ائمہ کے کلمات پر کسی حد تک روشنی پڑے گی۔



## باب دوم

### پردے پر آبرو و بیگم صاحبہ کی ایک بصیرت افروز تقریر

تاہم پانچوں انگلیاں یکساں نہیں۔ آج خواتین ملت میں اگر بعض وجود پردہ وغیرہ شعار اسلام کے درپے تخریب ہیں تو ان کے مقابلہ میں بعض مبارک و مسعود ہستیاں ان کی تردید اور شعار اسلام کی تائید میں اپنی قوت بیان اور زور قلم صرف کرنے میں بھی مصروف ہیں چنانچہ پچھلے دنوں مولانا ابوالکلام آزاد کی ہمیشہ محترمہ آبرو و بیگم صاحبہ سیکرٹری لیڈیز کلب بھوپال نے خواتین کے ایک جلسہ میں ایک مدلل و پرزور تقریر کی جس میں انہوں نے اس بلند آہنگی سے مخالفین پردہ کے دھاویہ خیفہ (بے ہودہ دعویٰ) اور دلائل ریکہ (جھوٹے دلائل) کا تار و پود بکھر لیا ہے کہ اس کو پڑھ کر روح ایمان تازہ ہو جاتی ہے۔ ناظرین و ناظرات (خاتون) کے استفادہ کے لئے اس تقریر کے بعض حصص یہاں نقل کئے جاتے ہیں آپ فرماتی ہیں:

پردے کی صرف ایک آیت حکیم میں صرف ایک آیت پردہ بہ آواز بلند اعلان کر رہے ہیں کہ قرآن جس کو ہمارے علمائے سلف نے اپنے مفہوم کی فسطی سے غریب صنف نازک پر سخت کر دیا۔ ورنہ اسلام نے عورتوں کو ویسی ہی ممتاز آزادی، بے پردگی، جنس ذکر سے اختلاط اور میل جول کا حکم دیا ہے جیسا کہ غیر قوم میں مستحسن ہے اور مغربی خواتین کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش جاری ہے۔ اس لئے میرا یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ قرآن میں متعدد مقامات پر ہمارے پردے کا ذکر ہے اور میری مسلمان بہنیں اور بھائی کسی طرح بھی کلام ربانی کو نظر انداز نہیں کر سکتے پردہ کی اسلامی حقیقت کیا ہے اور پردہ کے شرعی حدود واقعی کیا ہیں۔ تاکہ یہ نا فہمی دور ہو جائے کہ قرآن حکیم میں صرف ایک آیت ہے حالانکہ متعدد آیتیں ہمارے لئے شمع ہدایت ہیں۔

**پردہ قرآنی قانون ہے** پردہ یا حجاب ایک قرآنی قانون ہے جو امت اسلامیہ کے طبقہ نسواں کو حق تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے اس لئے سپرد کیا گیا ہے کہ اس قانون کے ذریعے وہ اپنی قدرتی عزت اور وقار کی واقعی قدر و قیمت اور ان کی اعلیٰ خصوصیات و کمالات اور قیمتی جذبات و سعادات کی حفاظت و تعظیم کر سکیں جو بطور پیدائشی حقوق کے ان کو خدا تعالیٰ کی جانب سے ملے ہیں۔ آج اسلامی گھرانوں میں زوجین کے تعلقات کی باہمی تعمیر پر اعتماد و اطمینان کی جو مضبوط چٹانوں پر قائم ہیں۔ ایسا اعتماد و اطمینان جو ہر قسم کی آلائشوں اور بدگمانیوں سے مصفیٰ اور پاک ہے۔ زیادہ تر وہ اسی الہی قانون کے پاکیزہ نتائج ہیں۔ الحاصل چند در چند روحانی، اخلاقی، معاشرتی بلکہ جسمانی و طبعی اعزاز و مقاصد کو سامنے رکھ کر کسی مرد و عورت نے نہیں بلکہ مردوں اور عورتوں کے خالق اور بنانے والے نے قانون کا ایک مجموعہ عورتوں کو عطا فرمایا ہے۔ جس کی اجمالی تعبیر پردہ یا حجاب سے کی جاتی ہے۔ اس وقت یہ موقع نہیں ہے کہ قانون کے عقلی پہلوؤں سے بحث کی جائے۔ اس لئے ان اعزازات کی تفصیل سے قطع نظر کرتے ہوئے اس وقت صرف ترتیب کے ساتھ ان قوانین و احکام کو بیان کرتی ہوں۔ جو براہ راست اسلامی مستند کتابوں یعنی قرآن و حدیث اور فقہ سے حاصل کی گئی ہیں۔

**عورتیں بھی خدا کی بندیاں ہیں** میں عورتوں کو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ پردہ اس قسم کے جتنے اسلامی قوانین ہیں۔ یہ مردوں نے عورتوں پر زبردستی یا ان کو کمزور پاکر عائد نہیں کئے ہیں۔ میں ان کو نسوانی عقل و محبت، شرافت و بزرگی پر بدترین حملہ سمجھتی ہوں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین کے براہ راست خطاب کے مستحق اپنے کو مرد سمجھتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ کتاب کے اس شرف و امتیاز سے عورتوں کو محروم کیا جائے۔ مرد اگر خدا کے بندے ہیں۔ تو ٹھیک اسی طرح عورتیں بھی خدا کی بندیاں ہیں اور مذاہب میں کچھ تفریق و امتیاز نہ کیا گیا ہو تو کیا گیا ہو لیکن قرآن کریم کا اعلان عام ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

یعنی میں تم سے کسی عمل کرنے والے کے  
عمل اور کام کو برباد نہ کروں گا۔ وہ مرد ہوں یا  
عورت۔ تم میں سے بعض بعض سے پیدا ہو سکتے ہیں

إِنِّي لَا أَضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ  
مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ لَّعَلَّكُمْ  
تَتَّقُونَ ط سورة آل عمران ۴۸

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

یعنی جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور  
وہ ایمان والے ہوں۔ تو میں انہیں پاکیزہ زندگی  
کے ساتھ زندہ رکھوں گا۔ اور ان کے کاموں  
کی مزدوری عطا کروں گا۔ (سورہ نحل رکوع ۱۲)

مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ  
أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ  
حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ  
بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

انسانی معاشرت کے مختلف مسائل  
قرآن کریم اس قسم کی آیات سے معمور ہے  
بہر حال اب میں اس مسئلہ کی طرف آپ  
کو متوجہ کرتی ہوں کہ انسانی زندگی کے اور بہت سے شعبے ہیں اور ہر شعبہ کے متعلق اسلام میں مختلف  
مسائل ہیں۔ ان میں چند مسائل یہ بھی ہیں۔

۱۔ انسانوں کے باہمی میل یا سوکھنی کا کیا اصول ہونا چاہیئے؟

۲۔ مردوں اور عورتوں کے لباس کی نوعیت کیا ہونی چاہیئے؟

۳۔ گھر میں رہنے اور باہر نکلنے میں کن ضوابط کی پابندی کرنی چاہیئے؟

انہی مسائل یا سوالات کا تعلق صرف عورتوں سے نہیں ہے۔ بلکہ مردوں سے بھی ہے

ان کے متعلق تفصیلی احکام شریعت میں موجود ہیں البتہ انہی مسائل کے وہ دفعات جن کا  
تعلق عورتوں سے ہے ان کی اجمالی تعبیر ادب میں لفظ پردہ یا حجاب سے کی جاتی ہے۔ لوگ  
عموماً پردہ کے ان تفصیلی اجزاء و قوانین سے کسی ایک جزو یا قانون کو لے کر الجھ پڑتے ہیں۔

ہر ایک کے سامنے جو نکر ناقص مواد ہوتا ہے۔ اس لئے صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں دشواری پیش  
آتی ہے۔ ہر دفعہ کے متعلق اسلامی تصریحات کو جدا جدا عنوانوں میں آپ کے سامنے پیش  
کرتی ہوں فَسَنُشَاءُ فَلْيُؤْمِنُوا وَتَسُنَّ مَثَآءُ فَلْيُكْفُرُوا پ ۴) یعنی جس کا دل چاہے

کرے اور جس کا دل چاہے انکار کرے۔

اجنبی مردوں سے میل جول اور سوسائٹی کا مسئلہ یعنی جس طرح مرد مرد سے  
 میل جول اور عورتیں عورتوں سے ملتی جلتی ہیں۔ کیا ٹھیک اسی طرح  
 ان ہی آداب و مراسم کے ضوابط کے ماتحت عورتوں کو اجنبی مردوں سے ملنے کی اجازت ہے  
 یہ سوال یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ ایک ماں جس طرح اپنے بیٹے سے ایک بیٹی اپنے باپ  
 سے۔ ایک بہن اپنے بھائی سے یا ایک بیوی اپنے شوہر سے ملتی ہے۔ کیا اسی طرح وہ ہر  
 غیر محرم اجنبی مرد سے مل سکتی ہے۔ کسی متعصب تنگ نظر عالم مرد کا نہیں بلکہ عورتوں کے  
 خالق رحمن اور رحیم کے ارشادات و ہدایات کا سرف جس طرح مردوں کو حاصل ہے۔ اسی طرح  
 عورتوں کو بھی ہے۔ ان احکام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے۔

اول حکم ہے کہ مردوں کی نگاہ عورتوں سے اور عورتوں کی نگاہ مردوں سے علیحدہ رہے  
 چنانچہ سورۃ نور رکوع ۴۲ میں ہے۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْا مِنْ  
 الْبَصَرِ وَاللَّهُ  
 يَغْفِرُ لَهُمْ سَبْعًا  
 مِّنْ ذُنُوبِهِمْ يَوْمَ ذَلِكَ  
 لَمَنَافِعُ عَظِيْمٌ  
 یعنی ایمان والے مردوں سے کہو کہ اپنی  
 نگاہیں نیچی رکھیں  
 اور ایمان والی عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی  
 نگاہیں نیچی رکھیں۔

بنیاتی کے احساس کو باہم ایک دوسرے سے جدا رکھنے کی مشرع اس حدیث میں  
 ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہما کو ایک نایینا سے اپنی نگاہ کو جدا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ابوداؤد ترمذی میں اس حدیث  
 کا مشہور جملہ یہ ہے کہ حضور نے عورتوں کو مخاطب کیے فرمایا اَفْعُصِمَا وَارْتَأْتُمَا السَّمَاءَ  
 مَبْصُورَاتٍ یعنی کیا تم دونوں عورتیں بھی اندھی ہو۔ کیا تم اسے نہیں دیکھی ہو۔

یہ ارشاد نبوی اس موقع پر ہوا تھا جب کہ ابن ام مکتوم صحابی نابینا رضی اللہ عنہ حضور  
 کے پاس حاضر ہوتے۔ آپ نے بیویوں سے فرمایا۔ تم بہٹ جاؤ۔ بیویوں نے کہا کہ یہ تو اندھا  
 ہے ہم کو کیا دیکھے گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم تو اندھی نہیں ہو۔

(۲) نہ صرف نگاہ کے واسطے بلکہ فکر لکھنا، ماکھیں، یہ سب عکاسی کے ذریعے سے زہر است کر آواز کو بھی

مردوں کے کانوں سے بچاؤ۔ چنانچہ سورۃ نور میں ارشاد ہے :-

وَلَا يَخْضِرُ مِّنْ يَّأْرِ جُلُوسٍ  
لِّعَلَّكَ مَا يَخْفِيَنَّ مِنْ  
زَيْنَتِهِمْ ط (پ ۱۸ ص ۱۰۶)

یعنی عورتیں اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں  
جس سے زینت ظاہر ہو جائے۔ (یعنی ان کی  
پازیب وغیرہ کی آواز مردوں کے کان میں نہ پہنچے)

(۳) صرف بیانی اور شنوائی کے ہی احساسات نہیں ہیں۔ بلکہ حدیث صحیح میں بتصویر موجود ہے کہ عورتیں اپنی خوشبو کو بھی مردوں کی ناک سے جدا رکھیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

اِنَّ امْرَاةً نَّاسَتْ عَطْرَ فَمْرَةٍ  
عَلَىٰ قَوْمٍ يَجِدُوْنَ رِيْحَهَا زَانِيَةً  
یعنی ہر وہ عورت جس نے عطر ملا ہو وہ مردوں  
کے پاس سے گزرے تاکہ اس کی خوشبو لوگ  
سونا لگیں تو ایسی عورت زانیہ ہے۔

(۴) جب دور کے احساسات و تاثرات کے متعلق اتنے احکام ہیں تو ان سے سمجھا جاسکتا ہے کہ باہم اجنبیوں کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے اور بدن کے پھونکنے کی اسلام نے کیسی ممانعت کی ہوگی۔ حدیث شریف میں صاف موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

لَا يَطْعَنُ فِي رَأْسِ أَحَدٍ كَرَمًا  
بِمَغِيْطٍ مِّنْ حَدِيدٍ خَيْرَ لَّهِ  
مَنْ اِنْ يَمْسَسْ امْرَاةً لَا تَحُلَّ لَهٗ

یعنی تم میں سے کسی کے سر میں سوتی چھوئی  
جائے تو بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی ایسی  
عورت کو چھوتے جو اس کیلئے حلال نہیں :-

الغرض ان نصوص کا صاف و صریح اقتضایہ ہے کہ اجنبی عورتیں غیر محرم مردوں سے جس حد تک جدا رہ سکتی ہیں۔ ان کو جدا رہنا چاہیے اس کا خلاصہ اس روایت میں ہے۔

عن علیؑ انه كان عند النبي صلی  
الله عليه وسلم فقال اي شيء  
خير للمرأة فسكتوا قال فلما  
رجعت قلت لفاطمة اي شيء  
خير للنساء قالت الامر من الرجال  
یعنی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے حضور  
نے پوچھا کہ عورت کے لئے سب سے اچھی  
بات کون سی ہے لوگ چپ رہے۔ علی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں گھر آیا تو فاطمہ رضی

صلی اللہ علیہ وسلم  
فَقَالَ فَاَطِمَةَ يَضَعُ بَنِي  
الْحِ

اللہ عنہا سے سوال کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا  
کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر یہ ہے  
کہ نہ مرد عورتوں کو دیکھیں اور نہ عورتیں مردوں  
کو دیکھیں علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا فاطمہ میرے  
بدن کا ایک حصہ ہے۔

بہر حال اجنبی مردوں اور عورتوں کے باہمی میل جول کے اصل احکام یہی ہیں اور مسلمانوں  
کی شریف عورتیں جو اسلام اور قرآنی قوانین کی پابند ہیں۔ ان کا ابتداء اسلام سے اس وقت تک  
ان ہی احکام پر عمل ہو رہا ہے۔ جس کی بنیاد نہ کسی ملک کے رواج پر نہ کسی غیر قوم کی تقلید  
پر قائم ہے بلکہ قرآن و حدیث کے ہر نکتہ کے الفاظ کی اطاعت ہے۔ مثلاً اگر کسی اجنبی  
عورت سے کوئی چیز مانگنی ہو۔ یا لین دین کا معاملہ ہو تو حکم ہے،

وَإِذَا سَأَلَكَ الْمَوْتُ مَتَاعًا فَاسْأَلْهُ  
مِنْهُ وَذَرَّ آوْجَابَ ذِكْرِهِ  
أَظْهَرَ لِقُوتِ بَعْضِكُمْ وَ  
قُلُوبُهُمْ (سورہ احزاب)

یعنی جب تم کوئی چیز عورتوں سے مانگو تو  
پردہ کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان  
کے لئے پاک طریقہ ہے۔

عورتوں کو بغیر درت مردوں سے گفتگو کرنے کی اجازت ہے لیکن قرآن پاک نے  
اس میں یہ شدید شرط لگا دی ہے کہ اجنبی مردوں سے نرم اور شیریں لہجہ میں گفتگو نہ کرو بلکہ اس  
میں سختی ہوئی چاہیے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ  
الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَسَرْنٌ (سورہ نزلہ)

یعنی بات کرنے میں نرمی نہ کرو ورنہ جس کے  
دل میں بیماری ہے وہ للہج کرے گا۔

علاج و معالجہ کے موقع پر اہادت ہے کہ طبیب عورت کے اس مقام کو دیکھ اور چھو  
سکتا ہے جہاں مرض ہو مثلاً ہڈی ٹوٹ گئی ہو یا چھوڑا نکلا ہو۔ اسی طرح دینی ضروریات کے لئے  
اس قانون میں نرمی پیدا کی گئی ہے۔ مثلاً حج کے موقع پر عورتوں کے مجمع کو مردوں سے دور اور

لگ رکھا جاتے۔

مستورات کا مسجدوں میں آنا اجازت کے ساتھ حکم تھا کہ عورتیں بچوں کی صف سے بھی پیچھے رہیں کہ أَخْرُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخْرَهُنَّ اللَّهُ مَعْنَى عورتوں کو پیچھے رکھو جبکہ خدا نے ان کو پیچھے رکھا مگر یہ حکم بجز رت تھا۔ اس لئے کہ نماز کے متعلق اصل حکم عورتوں کے واسطے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ:

صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ  
رَدِّهَا لَوْ قَبِلَتْ فِي حُجْرَتِهَا وَصَلَتْهَا  
فِي مَجْدَلٍ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا  
فِي بَيْتِهَا  
یعنی عورتوں کی نماز کو ٹھری میں بہتر ہے بہ نسبت  
گھر کے صحن کے۔ اور کو ٹھری در کو ٹھری کی نماز  
بہتر ہے۔ کو ٹھری کی نماز سے۔

اس لئے قرن اول ہی میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا۔  
لَوْ يَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَا اخْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ  
الْمَسَاحِدَ رَوَاهُ الْمُسْلِمُ  
یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے  
ان باتوں کو جو عورتوں نے پیدا کی ہیں تو ان کو  
مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔ لہذا جو ان  
عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا۔

بہر حال جو کچھ ہوا۔ ابتدائے اسلام میں ہوا۔ عرب میں ہوا قرن اول میں ہوا۔  
عورت اگر جوان ہے تو اس کو چاہیے کہ اپنے گریبان کو اوڑھنی سے اچھی طرح ڈھانک لے  
اور اپنے بناؤ سنگار اور زیب و زینت کی چیزوں کو لاہر نہ کرے۔

سورہ نور رکوع ۴ میں ہے وَلَا يَبْدِيْنَ زِينَتَهُنَّ  
إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ  
عَلَىٰ أَعْيُنِهِنَّ رَعْنَى عورتیں اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں

سے اس مسئلہ پر مزید دلائل دیکھنے کا شوق ہو تو فاضل بریلوی مرحوم کا رسالہ جبل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور

دیکھئے اس میں تمام شکوک و شبہات اور اعتراضات کے جواب بڑی تحقیق سے دیئے ہیں۔ (عائشہ)

کو اور محسن سے ڈھانک لیں، کس چیز سے ڈھانک لیں؟ اس کی تصریح بھی قرآن پاک نے کر دی ہے کہ جلباب (بڑی چادر) سلی ہوتی یا بے سلی اپنے اوپر ڈال لیں۔ چنانچہ سورہ احزاب رکوع ۵ میں ارشاد ہوتا ہے:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّزَوٰجِكَ  
وَمَنَآئِكَ وَبَنَاتِكَ الْمُوْصَّصٰتِ  
يَكْنُنْنَ عَلَيْهِنَّ مِثْلُ  
حُلَاةٍ مِّنْهُنَّ

یعنی اسے بنی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں  
اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے  
اوپر چادر ڈال لیا کریں۔

قرآن مجید کا جلباب یہی ہے جو سہل کر اس زمانہ میں برقع ہو گیا ہے اور یہ سلی چادر برقع کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ اس کا رواج عہد رسالت میں بھی تھا۔ چنانچہ ابو داؤد میں ہے کہ ام خلاء ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نقاب ڈال کر آئی۔ اس کا لڑکا شہید ہو گیا تھا۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ اس کا بیٹا مارا گیا لیکن اسے اپنے نقاب کی پڑی ہوئی ہے اس نے جواب دیا کہ اگر مجھ پر بچہ کی مصیبت آتی ہے تو میری شرم و حیا پر تو مصیبت نہیں آتی ہے۔

احادیث میں ایسے آثار بکثرت مل سکتے ہیں جن سے عہد نبوت میں نقاب اور برقع کا رواج ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔

سنگار اور زیب و زینت یہ تو جوان عورتوں کے پیردنی لباس کا اصل حکم تھا۔ عورت اس لباس پر کسی حد تک اضافہ کر سکتی ہے۔ اس اضافہ کی اسلام نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ عورت پھپھنے کی چیز ہے۔ عورت جس قدر بھی پھپھاسکتی ہے، اپنے آپ کو پھپھائے لیکن ضروریات پر نظر کرتے ہوئے خدائے تعالیٰ نے اس قانون کو نرم کر دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا الْأَمَّا ظُهُفَرُ مِثْنًا۔ لیکن سنگار میں سے

سے اس برقع سے پرانا برقع مراد ہے جو سر سے پاؤں تک عورت کو ڈھانپ لیتا ہے معصوف علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں موجودہ طرز

کے برقعے نام و نشان کو نہ تھے۔ آج کل کے برقعے پردے کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ تو بطور فیشن پہنے جاتے ہیں۔ ان برقعوں کو پردہ سے کوئی واسطہ نہیں اللہ تعالیٰ اس بے حیاتی اور بے شرمی کے فتنہ سے مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھے۔ آمین



جو خود کھل جائے۔

مطلب یہ ہے کہ عورت زیب و زینت کو جہاں تک ممکن ہو چھپائے۔ لیکن اگر زینت کا کوئی حصہ خود بخود کھل جائے تو مضائقہ نہیں خود بخود کھل جانا ایسی چیز ہے جس کی بنیاد ان کے مشاغل کی نوعیت پر ہے جن میں عورت مصروف ہو مثلاً ایک امیر عورت گھر سے اس لئے نکلتی ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلی جائے۔ اس وقت وہ زیادہ سے زیادہ جس چیز کے کھلنے پر مجبور ہے وہ آنکھ ہو سکتی ہے تاکہ راستہ دیکھتی جائے۔ اسی طرح ایک مزدور عورت بازار سے سودا یا کنویں سے پانی لانے کو گھر سے نکلتی ہے بظاہر ہے کہ ان کاموں کو صرف آنکھوں کے کھولنے سے وہ انجام نہیں دے سکتی۔ لہذا بعض صحابہ مثلاً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی کرم اللہ وجہہ اور فقہائے حنفیہ نے بیرونی لباس کی حد یہ مقرر کی ہے کہ ان حالتوں میں عورت چہرہ اور ہتھیلیوں کو کھلا رکھ سکتی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں دونوں پاؤں کو بھی مشرک کر لیا ہے۔ یہ تمام باتیں فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں جو مختلف مشاغل کے لحاظ سے اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔

اس حد تک عورتوں کو اجازت کی نوعیت بالکل ایسی ہے۔ جیسا کہ مردوں شرعی لباس کے لباس کی کم از کم حد ناف سے گھٹنوں تک مقرر ہے یعنی ہر حالت میں کم از کم اتنا حصہ جسم کا چھپا رہنا ضروری ہے۔ عجیب بات ہے کہ عورتوں کے اس کم از کم لباس کو جس کی اجازت مجبوری اور ضرورت کی بنا پر ہے، بعض لوگ شرعی لباس قرار دیتے ہیں اور اس پر اضافہ کو غیر مشروع کہتے ہیں۔ گویا اس سے زیادہ لباس پہننا عورتوں کو شرعاً ممنوع ہے میں ان حضرات سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر عورتوں کے لئے شرعی لباس کی حد یہی ہے تو کیا مردوں کا اسلامی لباس ناف سے گھٹنوں تک صرف ایک اونچی دھوٹی یا صرف ایک ٹکڑا ہے؟ (جو ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم کو چھپالے)

مشاغل کے لحاظ سے ظہور کی حد عورتوں کے لئے جو آفری ہو سکتی تھی۔ فقہاء نے صرف اس کو متعین کر دیا ہے اور چونکہ لباس کا یہ کم از کم درجہ ہے۔ اس لئے اس کے پہننے والیاں جو عموماً غیر مستطیع طبقہ کی ہوتی ہیں۔ کمتر درجہ کی عورتیں سمجھی جاتی ہیں۔ عہد نبوت کے بعد

تقویٰ اور پارہیزگاری پر توجہ کی کو محسوس کر کے متاخرین ہمارے ۱۲ میں تنگی پیدا کرنے کا مشورہ دیا ہے وَ قَدْ فَتَحَ الشَّابَّةَ وَجُوبًا عَنْ كَشْفِ الْوَجْهِ بَيْنَ الرِّجَالِ یعنی جوان عورت لازمی طور پر مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے روکی جاتے۔

یہ تو جوان عورتوں کے بیرونی لباس کی حد تک ہے  
**سن رسیدہ عورتوں کا لباس** رسیدہ عورتوں کے لباس میں قرآن پاک نے وسعت کر دی ہے۔ چنانچہ سورہ نور رکوع ۸ میں ارشاد ہوتا ہے :-

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ  
 یعنی جو عورتیں نسوانی فرائض سے تھک چکی ہیں اور اب نکاح کی امید نہیں رکھتیں تو ان کے لئے مصلحتاً نہیں اگر وہ بیرونی لباس اتار دیں۔

اس سے برقع یا چادر کے بغیر نکلنے کی اجازت نکلتی ہے مگر ساتھ ہی لباس میں بناؤ سنگار اور زیب و زینت سے احتراز کی سخت تاکید بھی کی گئی ہے اس حکم بالاس کے بعد یہ الفاظ ہیں غَيْرُ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ یعنی بناؤ سنگار کر کے اور بن محن کر باہر نہ نکلیں اور صرف یہی نہیں بلکہ بڑھی عورتوں کو بھی خدا کا مشورہ یہ ہے کہ برقع یا چادر نہ اتاریں تو بہتر ہے وَ اِنْ تَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ تَحْفَظْنَ یعنی اور اگر وہ عفت اختیار کریں تو ان کے لئے بہتر ہے۔

**گھر میں آمد و رفت** تیسرا سوال گھر میں آمد و رفت کا ہے۔ اس سوال کا تعلق عورتوں اور مردوں دونوں سے ہے۔ گھر میں انسان بے تکلفی کے ساتھ امن اور راحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ جس آزادی سے وہ گھر میں رہ سکتا ہے۔ باہر نہیں رہ سکتا اس لئے گھر میں آنے والوں پر خاص قسم کے قیود عائد کرنے ضروری ہیں۔

لباس کے ذیل میں کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے عورتوں کے لباس کی دو قسمیں ہیں خانگی اور بیرونی۔ خانگی لباس میں چونکہ عورتوں کو وسعت دی گئی ہے۔ اس لئے گھر کا وہ حصہ جہاں عورتیں اپنے اسس لباس میں آزادی کے ساتھ رہتی ہوں۔ تنہا محرم مردوں کے اور کسی کو اس میں جانے کی اجازت نہیں۔ قرآن پاک میں صاف طور پر یہ تصریح موجود ہے کہ

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ  
 أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ هُنَّ  
 یعنی اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ مگر  
 سرف اپنے شوہروں باپ اور اپنے  
 شوہر کے باپ بیٹوں اور شوہروں کے  
 بیٹوں پر۔ (سورہ نور ۳۲)

اور قرآن مجید ہی نہیں بلکہ احادیث نبویہ میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے۔ چنانچہ  
 بخاری شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خبردار! عورتوں میں نہ گھسا کر وہ یہ تو گھروں میں آنے کے متعلق تھا  
 اس کے بعد اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے گھر سے نکلنے کے لئے بھی عورتوں پر کچھ حدود  
 عائد کئے ہیں یا جس طرح مرد بے روک ٹوک گھر سے باہر جاسکتا ہے اسی طرح عورت کو بھی  
 اجازت ہے؟

جہاں تک اسلامی تصریحات کا تعلق ہے۔ عورت کا تعلق گھر سے  
 عورت کا گھر سے نکلنا بہ نسبت مرد کے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی بنا پر عورت کو  
 اہل البیت گھر والی کہا جاتا ہے۔ گویا گھر کی مالکہ وہی ہے گھر کے اس خصوصی انتساب کو اس زمانہ  
 میں قید اور گھر کو عورت کا زندان یا قفس کہا جاتا ہے۔ بہر حال عورتوں کے متعلق یہ صاف  
 حدیث طبرانی میں موجود ہے لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ فِي الْخُرُوجِ إِلَّا مُصْطَرَّةً  
 اسی کی طرف دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے الْمَرْءَةُ عَوْرَةٌ إِذَا خَرَجَتْ  
 اسْتَشَارَ فَهَذَا الشَّيْطَانُ يَعْنِي عَوْرَتَ پھپھانے کی چیز ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان  
 اسے جھانکتا ہے۔

قرآن پاک میں اس قانون کا جہاں ذکر ہے وہاں بجائے عام عورتوں کے امہات  
 المومنین کو براہ راست مخاطب فرمایا ہے اور اس لئے بعض لوگ اس قرآنی حکم کو صرف  
 امہات المومنین کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جن الفاظ میں  
 خداوند تعالیٰ نے اس حکم کو ارشاد فرمایا ہے اس سے اس خصوصیت کا پتہ نہیں  
 چلتا۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ  
وَكَلَّاتِ بِحِجَابٍ خَلَّيْنَ  
الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ  
الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
یعنی گھروں میں بٹھری رہو اور پہلی جاہلیت  
کے رواج کے مطابق بن محسن کرنہ نکلا  
کرو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، اور اللہ  
اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔  
رَسُولُهُ دوسرا احزاب

امہات المؤمنین اور عام مستورات  
اس آیت میں چند باتوں کا حکم ہے :-  
۱۔ گھر میں بٹھری رہنا ۲۔ جاہلیت اولیٰ  
کے سے بناؤ سنگار نہ کرنا ۳۔ نماز قائم کرنا ۴۔ زکوٰۃ دینا ۵۔ اللہ اور اس کے  
رسول کی اطاعت کرنا۔

ان میں سے آخری چار باتیں امہات کے ساتھ قطعاً مخصوص نہیں۔ کیا زینت  
جاہلیت سے احتراز، نماز و زکوٰۃ کی اداء اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت صرف آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے ساتھ مخصوص ہے؟ کیا تمام مسلمان عورتوں پر اس کی تعمیل  
واجب نہیں؟ اور جب ایسا نہیں ہے تو ایک سلسلہ کے صرف ایک حکم کو محض لہیات  
کے ساتھ مخصوص کر لینے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں خصوصاً جب کہ حدیثوں سے عورتوں  
کے گھر سے بے ضرورت نکلنے کی ممانعت عام ہوتی ہے۔ آخر کس بنیاد پر اس حکم کو  
ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص کیا جاتا ہے۔ البتہ قرآن ہی سے اتنا ضرور معلوم  
ہوتا ہے۔ کہ یہ احکام ان اعلیٰ اور بلند خیال عورتوں کے لئے دیئے جاتے ہیں جو اپنی  
زندگی کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ گزارنے کا ارادہ رکھتی ہیں جیسا کہ اس آیت کے  
ابتدائی الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتُ بِكَ كَأَحَدٍ  
مِّنَ النِّسَاءِ اِنَّ النِّسَاءَ لَفَتَنَتَنِ۔ یعنی اسے نبی کریم کی بیوی! تم معمولی عورتوں  
کی مانند نہیں ہو۔ اگر تقویٰ کے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔

کیا تقویٰ کی ضرورت امہات المؤمنین کو حتیٰ جملہ مسلم خواتین کو نہیں؟ کیا زینت جاہلیت  
سے احتراز جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں بناؤ سنگار کے ساتھ عورتیں میلوں تماشوں میں شریک

ہوتی تھیں۔ اس سے ممانعت خاص از وایح مطہرات لکھتے ہیں کہ مطہر ہونے کی سند قرآن حکیم میں موجود ہے۔ ان کو دوسو شیطانی یا اہتمام مخالفین کا اندیشہ تھا معاذ اللہ! اور ہم لوگ اس سے پاک ہیں۔ ہم کو کوئی خطرہ نہیں۔ ہمیں ضرورت احتراز نہیں۔ یا قیام نماز اور اولیٰ زکوٰۃ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔ یہ سب حکم ہمارے لئے نہیں بلکہ اہمات المؤمنین کے لئے تھے؛ ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اب مسلمان بھی مقدس قرآن کی ویسی تاویلیں کر رہے ہیں جیسا کہ غیر اقام نے تورات اور انجیل کے پاک حکموں کو بدل ڈالا ہے۔

مستورات ضرورتاً باہر جا سکتی ہے جس طرح پردہ کے تمام واقعات میں استثنا ہیں اسی طرح اس قانون میں ضرورت و حاجت کے لحاظ سے استثنا کیا گیا ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔ اُذُنُ نَکْتٍ اَنْ تَخْرُجْنَ حَوَائِجَ نَکْتٍ یعنی تم عورتوں کو اجازت دی گئی ہے کہ ضرورت کے لئے باہر نکل سکتی ہو۔

ضرورت کے وقت مسلمان عورتوں کا یہ طبقہ ہمیشہ باہر نکلتا رہا ہے۔ حج کے لئے تیرہ سو سال سے انہی گھرانوں کی عورتیں ہر سال مکے میں جاتی ہیں۔ جب کبھی ضرورت پیش آتی ہے تو عورتوں نے جنگ کے موقعوں پر مردوں کے علاج معالجہ اور سپاہیوں کی خدمت انجام دی ہے لہذا گھر سے نکلنے کے لئے ہر حال میں ہم پر اپنے جسم کو چھپانے کی ضرورت نہ ہونا چاہیے۔

رہا سواری کا مسئلہ تو وہ استطاعت پر موقوف ہے۔ جب صاحب عورتوں کی سواری استطاعت مرد بھی گھروں سے کسی نہ کسی سواری پر نکلتے ہیں۔ تو عورتوں کو باوجود استطاعت کے محض پردہ کی ضد میں بغیر سواری کے نکلنے پر اصرار کرنا عجیب سی بات ہے۔ یہ ضرور ہے کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا چونکہ صرف ضرورت اور مجبوری پر مبنی ہے۔ جس کی تصریح احادیث سے کی گئی ہے اور عورت اپنے تمام اعضا کے لحاظ سے چھپانے کی چیز ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان ہوا۔ سواری کا رواج بھی کوئی نیا رواج نہیں عرب میں اسلام سے پیشتر بھی کپڑے منڈھے ہوتے ہوئے عورتوں کا جن کو عمل کتے ہیں رواج تھا اسلام نے بھی اس رواج کو قائم رکھا۔ احادیث میں کثرت سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ

ازواج مطہرات اور دوسری عورتیں عملوں میں سفر کرتی تھیں۔ پردہ کا قانون جو اپنے مختلف دفعات کے لحاظ سے اس وقت مسلمانوں میں مروج ہے وہ قرآن و حدیث اور فقہ کی رو سے مختلف طبقات اور حالات کے لحاظ سے اسلامی پردہ کہلاتا ہے اور اس پردہ کو ہمارے چند روشن خیال بھائی خارج تعلیم و تعلیم سے روکنے والا اور مانع ترقی خیال کرتے ہیں۔ اور ان کی یہ آواز برصغیر کے ہر گوشہ میں گونج رہی ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب عورتوں کا پردہ ہے (حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے)۔

**چاک نقاب سے نعمتوں کا حصول** ہماری قوم کے اسباب زوال ایسے نہیں ہیں جن پرستش سے مسلمانانِ سلف عروج کمال کو پہنچے تھے اسے ہم نے پس پشت ڈال دیا۔ ظاہر ہے کہ ہماری قوم صدیوں سے فقر و جہالت میں گرفتار رہی۔ مذہب جس کی ذخیرہ علوم و فنون اور تجارت و زراعت سب کچھ کھودیا۔ کیا اب یہ سب گم شدہ نہیں چھلے قومی بھائیوں کو ہمارے صرف نقاب چاک کر دینے سے حاصل ہو جائیں گی۔ جن قومی بنوں نے پردہ قطعی ترک کر دیا۔ اپنی قومی اور ملی گوان سنی نہ مات انجام دیں اور مثل خواتین سلف کس کو درس فقہ و حدیث دے رہی ہیں۔ کیونکہ ایک سمجھت مشکل جس نے مسلمانوں کو پردہ کی طرف راغب کر رکھا ہے۔ قانونِ حکمت میں عورت کے کامل وقار کا فقدان ہے۔ سوسائٹی تمدن و معاشرت کا زیادہ تر حصہ اس کے مناسب حال نہیں۔ تھیٹر، سینما، رقص سرور و تمدن کا جزو ہے۔ بے عصمتی کا ارتکاب کوئی مجرم نہیں ہے۔ بے بھائی کے مرکز، شہر اور قصبہ میں قائم ہیں۔ انٹرچ حکومت کے لئے ان مراکز کا خاص اہتمام و انتظام ہے اور سول میئر ایکٹ جس کی رو سے ایک مومن و مشرک اور مشرک و مومنہ کا ازدواج بہ آسانی ہو سکتا ہے۔ جو مسلمانوں کے لئے قطعی حرام ہے۔ جس کی تازہ مثالیں دہلی، پنجاب

اور مدراس میں موجود ہیں۔ خواتین! کیا ایک مسلمان کی محبت مذہبی اسس کو رد کر سکتی ہے کہ ایسے ملک اور ماحول میں رہ کر اپنی شریف خواتین کو ایسی سوسائٹیوں میں شریک کریں جو اسلامی حیا کے خلاف ہیں۔

اسلام نے اس بے حیائی سے عورت کو بچا کر کامل آزادی عطا کی ہے پردہ میں آزادی اور ایک مسلمان عورت مواضع زینت کو مستور کر کے اپنے کاروبار اور ضرورتوں کے لئے نکل سکتی ہے اور ہر قسم کے تمدنی و معاشرتی کاموں میں شریک ہو سکتی ہے لیکن اس کو یہ اجازت نہیں کہ وہ غیر مردوں کے ساتھ آداب میل جول رکھے۔ صاحب مقدور خواتین کو قطع نظر کر کے غیر مستطیع خواتین اگر نقاب و برقع کے ساتھ مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے پیادہ بھی جاتیں تو اسلامی پردہ کے ہرگز خلاف نہیں۔ جو گروہ جاہل مسلمانوں کا اس طریقہ کے خلاف ہے اور مانع تعلیم و تہذیب ہے۔ ہم اس پردہ کو اسلام کی توہین اور مردوں کی زیادتی سے تعبیر کرتی ہیں۔ مسلمانوں کا ہر طبقہ خواہ وہ امرا۔ ہوں یا غریب تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہر طرح مذہباً آزاد ہے۔ ہر مسلمان عورت کو شرعی پردہ کے ساتھ زیور ہنر سے اپنے کو ایسا مزین کر لینا فرض ہے کہ وہ بوقت ضرورت شرافت و عصمت کے ساتھ اپنی اور اپنے بچوں کی پردہ نش کر سکے۔ میں اس کے تسلیم کرنے سے قاصر ہوں کہ پردہ خارج تعلیم ہے کیونکہ تجربہ اور مشاہدہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ ہم پردہ کے ساتھ دائرہ نسوانیت کے اندر سٹوہر کی ہر معاونت اور قومی بلکہ ملکی خدمت بھی انجام دے سکتی ہیں۔ اس کی تاسیدی مثال میں علیا حضرت بیگم صاحبہ جو پال کی ذات بھی موجود ہے۔

ضروریات البتہ اس کی ہے کہ ہماری صاحب مقدور بنیں مسلمان خواتین کو جو بوجہ کم استطاعت ہونے کے برقع کے ساتھ تحصیل علم کریں یا وہ مصیبت زدہ خواتین جن کا کوئی کفیل یا ذریعہ معاش نہیں۔ یا وہ ستم رسیدہ قابل رحم ہسبیاں جن کے شوہر نان و نفقہ نہیں دیتے۔ اگر پردہ کے ساتھ محنت و مشقت کریں تو ان کو ہماری صنف کی سوسائٹی نگاہ تذلیل سے نہ دیکھے بلکہ اپنے مذہبی احکام کے بموجب اپنی مجالس میں ان کا احترام رکھا جائے۔ کیونکہ مستورات اسلام کا اصل پردہ مواضع زینت کا مستور

رکھنا ہے۔ دُلی، موٹر گاڑی، بجلی لازماًت سے نہیں ہے۔ اس کی پابندی استطاعت اور  
حالت کی ضرورت پر مبنی ہے۔

زہے نصیب جو دنیا بشر کو جنت ہو  
وہ زن علوم کی شوقی ہو جس کے دامن میں  
رخ مسج پر ہو جس کے غمازہ اخلاص  
اگرچہ لاکھ محنت لاف ہوا ہو طوفانی  
کبھی کسی کی برائی کی، آرزو نہ کرے  
خدا بڑھائے جو دولت گھٹے غرور اس کا  
شگفتہ دیکھ کے شوہر کو باغ باغ ہے  
اگر ہو صاحب اولاد تو یہ لازم ہے  
زہے نصیب جو ہوساقتہ نیک بیوی کا !  
وہ زن پسند ہو جس کو علوم کا گہنا  
سیاہ آنکھوں میں جس کے ہوشم کاسرما  
چراغ عفت و عصمت کبھی نہ ہو ٹھنڈا  
حسد کے رنگ سے ہو صاف آئینہ دل کا  
خدا بڑھائے جو کلفت کرے وکھر خدا  
ملوں دیکھ کے شوہر کو ہو ملول سدا  
خیال بچوں کی تعلیم کا ہو حسد سے سوا  
جو درس گاہ کو جائیں تو پہنیں کپڑے صاف  
جب آئیں گھر میں تو پاتیں غنڈا بھی پاکیزا

تکلیف ، غم زدہ



# باب سوم

## ممنہ ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کے پوشیدہ رکھنے کے دلائل

نہجے روشنی کے زونہال اور ان کے ہم خیال دنیا پرست مولوی عام جلسوں میں یہ کہتے ہوتے سنے گئے ہیں کہ علمائے متقدمین نے پردہ کی حقیقت کے سمجھنے میں بڑی فاش غلطی کی ہے کیونکہ انہوں نے ممنہ، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کو بھی پردے میں داخل کر لیا ہے۔ حالانکہ پردہ محض جسم کا ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کو آیات اور احادیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم اس غلط فہمی اور خانہ ساز آیات و احادیث کی تفسیر کا شرح و بسط کے ساتھ قلع قمع کیا جاتا ہے۔ تاکہ انصاف پسند اصحاب ان ادراک کو پڑھ کر حق کی داد دیں اور غلط کار لوگ راہ راست پر آجائیں اور دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

لفظ عورت اور زینت کے مقامات کی تشریح پیشتر اس کے کہ ہم پردہ کے لحاظ سے روشنی ڈالیں یہ مناسب ہے کہ لفظ عَوْرَة اور زَيْنَت کی تحقیق لغوی کر لی جائے تاکہ قارئین کرام سمجھ سکیں کہ عورت کو عورت کس غرض سے کہا جاتا ہے۔

۱۔ منہی الارب میں ہے کہ عورت بالفتح اذام شرم مردم لفظ عورت کی لغوی تحقیق وما بین السرة الى الركبة و ہرچہ از ویدن آں شرم آید۔ یعنی عورت زبان عربی میں انسان کے اس حصہ بدن کو کہتے ہیں جس کے دیکھنے سے شرم

مذلاحی ہو اور اس کا بے پردہ کرنا اور دیکھنا مکھانا موجب شگ و عار ہو۔

۲۔ مفرد لغت امام راعب میں ہے: العورة سوءة الانسان وذلك كناية واصلا من العار وذلك لما يلحق في ظهيرة من العار اي المذمة ولذلك معى النساء عورة يعنى عورت النساء کی شرم گاہ کا نام ہے اور یہ مشتق ہے عار سے۔ اس واسطے کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو شرم لاحق ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عربی میں عورت کا نام عورت رکھا گیا۔

پس جب عورت کو عورت اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ از سر تا پا پوشیدہ رکھنے کی چیز ہے تو انصاف سے فرمائیے کہ اس کا چہرہ اور دست و پا کا کھلا رہنا کیونکر گوارا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ بہ نسبت باقی تمام جسم کے عورت کا چہرہ زیادہ تر موجب فتنہ و فساد ہوتا ہے۔ اسی لئے شعرا۔ بھی چہرہ ہی کو زیادہ تر اشعار میں بانٹتے ہیں۔ مثلاً اس کا چاند سا چہرہ ہے۔ اس کے رخسار گلاب کے پھول ہیں۔ اس کے ابرو تلوار ہیں۔ اس کے لب تیغ آب دار ہیں وغیرہ لہذا عرفاً بھی ثابت ہے کہ چہرہ بالخصوص واجب الشتر ہے۔

**لفظ زینت کی لغوی تحقیق** زینت لغت میں اسباب آرائش یعنی زیور لباس وغیرہ کو کہتے ہیں چنانچہ مفردات امام راعب میں علامہ امام راعب اس کو تین اقسام پر منقسم کرتے ہیں، **وَالزَّيْنَةُ بِالْقَوْلِ الْمُحْمِلُ ثَلَاثُ زَيْنَةٍ نَفْسِيَّةٌ كَالْعِلْمِ وَالْإِعْتِقَادِ الْحَسَنَةِ وَزَيْنَةٌ بَدَنِيَّةٌ كَالْقُوَّةِ وَطَوْلِ الْقَامَةِ وَزَيْنَةٌ خَارِجِيَّةٌ كَالثَّمَالِ وَالْجَاهِ** یعنی زینت نفسیہ، زینت بدنہ، زینت کے لئے علم و اعتقاد حسن کی ضرورت ہے۔ زینت بدنہ کے لئے حسن و جمال و خرد و جمال و قوت و قد موزوں لازمی ہے۔ زینت خارجیہ کے لئے مال و جاہ کی احتیاج ہے۔

قرآن مجید میں لفظ زینت باختلاف صیغ مختلف معنوں کے لئے مستعمل ہوا ہے چنانچہ سورہ اعراف میں ہے: **يَسْبِيحُ الذَّمَّ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ** اس کے اسباب نزول میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت

میں مستورات برہنہ بدن طواف کرتی تھیں تو حکم ہوا کہ ہر مسجد کے قریب تم کپڑے پہن کر آیا کرو۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتا ہے کہ  
 کیا یہ جہالت میں مردوں کو برہنہ طواف کرتے تھے اور شب کو عورتیں **فَأَسْرَهُمُ اللَّهُ لَعَلَّ لَنَّا**

**يَلْبَسُوا ثِيَابَهُمْ وَلَا يَتَغَيَّرُوا** تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنے کپڑے پہن کر طواف کرو  
 برہنہ نہ رہو۔ ان کے لئے یہ ہدایت نازل ہوئی۔ مگر کیف خذل و ذرینت کھڑا کا شان نزول  
 اس امر کو بتا رہا ہے کہ زینت سے مراد یہاں کپڑے پہنتا ہے جس سے عورت مستور ہو سکے۔  
 عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں **الزَّيْنَةُ زَيْنَتُ الثَّيَابِ**  
**ظَاهِرَةٌ وَزَيْنَةُ بَاطِنَةٍ لَا يَرَاهَا إِلَّا الرَّؤُوسُ**۔ **فَأَمَّا الزَّيْنَةُ الظَّاهِرَةُ**  
**فَالثِّيَابُ**۔ **وَأَمَّا الزَّيْنَةُ الْبَاطِنَةُ فَالْكُحْلُ وَالسَّوَارُ وَالْخَاتَمُ وَنَعْنَاعُ ابْنِ جَرِيرٍ**  
**فَالظَّاهِرَةُ مِثْلُهَا الثِّيَابُ وَمَا يَخْفَى فَالْخُكْخَا لَآلِ وَالْعُرْطَانُ وَالسَّوَارُ** ان یعنی  
 زینت دو قسم کی ہے۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی کہ سوائے خاوند کے کوئی نہیں دیکھ سکتا  
 اس لئے کہ زینت ظاہری لباس ہے اور زینت باطنی سرمہ۔ زیور، انگلیں ہیں اور بروایت  
 ابن جریر جہانجن بالیاں، کنگن وغیرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **وَلَا يَسْبِرْنَ زَيْنَتَهُنَّ** یعنی اور نہ ظاہر کریں اپنی  
 زینت۔ اگرچہ یہ عام حکم ہے زینت ظاہری و باطنی کے لئے مگر چونکہ آگے **إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا**  
 ارشاد فرما کر زینت ظاہریہ کا استثناء فرمایا ہے اس لئے اس حکم سے مراد زینت باطنی ہے  
 جس میں کنگن، ہار، بالیاں، جہانجن وغیرہ ہیں۔ ان کا چھپانا عورت پر نص صریح سے فرض ہے اور  
 بموجب تاویل ابن مسعود چادر اور برقع مستثنیٰ ہے یعنی ان کا چھپانا فرض نہیں۔ یہی علمائے  
 کرام کا ارشاد ہے کہ عورت کو اپنی باطنی زینت کا چھپانا فرض ہے البتہ چادر اور برقع کے ساتھ  
 بضرورت شدید گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ برقع اور چادر کے ظاہر کرنے میں گناہ نہیں اس  
 لئے اگر یہ بھی ممنوع قرار دیا جاتا تو یہ کیف بالاطلاق دھات سے باہر آتی۔ مگر آیت مذکورہ سے  
 یہ ہرگز مستفاد نہیں ہوتا کہ عورت بے نقاب چہرہ کھول کر باہر گلاشت رباغ کی سیر کرے۔  
**إِلَّا مَا ظَهَرَ** کا استثناء صاف بتا رہا ہے کہ جس زینت کا چھپانا محال ہے وہ معاف ہے۔  
 اور زینت کے لفظ سے ظاہر ہو گیا کہ لغت زینت کا اطلاق اسباب آؤتیش و زیبائش پر  
 ہوتا ہے عام اس سے کہ زینت نفسیہ ہو یا بدنیہ یا خارجیہ۔

زینت فقینہ قویوں ظاہر ہو سکتی ہے کہ اپنے اعمال و عقائد کو مسلک تحریر میں لا کر ظاہر کر دے  
اب رہی زینت بدنہ تو وہ بغیر شوہر کسی پر ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اور زینت خارجیہ مثل لباس  
برقع جلباب و عمار و عینو کے کہ جس کا اجانب سے پوشیدہ کرنا اس کے لئے معتقد و مشکل  
ہے۔ بنا علیہ و بیس بنامہ پر اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دے دی اور الا مآ ظہر فرمادیا  
مگر اس سے یہ فائدہ حاصل کرنا کہ مستورات بازاروں میں بے حجاب و بلا نقاب اجانب  
کو اپنی صورتیں دکھاتی پھریں۔ اور اغیار و نامحرم انہیں دیکھیں محض تفسیر بالرائے ہے اور مقصد  
شرع کے قطعی خلاف۔

حقیقت یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ عورتیں بلا ضرورت  
واحیہ کھلے بندوں باہر پھریں۔ صحابہ کرام کی ازواج کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود بعض ازواج  
مطلحات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصوص قرآنیہ کا مفہوم پردہ موجود تھا چنانچہ جب  
ایہ کریمہ دُشُرْنَ فِیْ بُیُوتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُولٰٓئِیْ نَازِل ہوئی۔ تو  
ام المؤمنین سو وہ بنت زمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہی سمجھا کہ گھر سے باہر قدم رکھنا بھی  
ناجائز ہے۔ چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے کہ آپ اس آیتہ کریمہ کے نزول کے بعد حج و  
عمرہ اور نماز پنجگانہ کے لئے بھی حجرہ سے باہر تشریف نہ لائیں۔ حتیٰ کہ عہد فاروقی میں آپ  
کا جنازہ ہی باہر آیا۔ جب کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج و عمرہ کے لئے بھی آپ گھر سے  
باہر تشریف نہیں لائیں تو آپ نے فرمایا تو ہمیں گھر میں ٹھہرنے اور آرام کرنے کا حکم ملا ہے۔

دیکھیے ازواج مطہرات جو ام المؤمنین ہیں۔ ان کا تو یہ اہتمام ہے کہ دروازہ حجرہ تک  
قدم نہیں رکھتیں اور حج و عمرہ اگرچہ ان پر فرض نہ بھی ہو۔ مگر موجب ثواب ضرور تھا۔ لیکن اس  
کے لئے نکلتا بھی انہوں نے گوارا نہ کیا اور جب صحابہ کرام نے عرض کیا تو فرمادیا۔ قَتِیلَ لَنَا  
دُشُرْنَ فِیْ بُیُوتِکُنَّ یعنی کیسے نکلیں۔ ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں کو لازم  
پکڑیں اور گھروں میں آرام کریں۔

اس جواب سے ہر ذی فہم بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ام المؤمنین سو وہ رضی اللہ عنہا کا یہ

فصل بالکل مطابق حکم اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اگرچہ یہاں تک کہ عوام اس پر عمل نہ کر سکیں

مسلمانو! ام المؤمنین جو مقام مسلمانوں کی ماں ہیں ان کے لئے یہ حکم اور اس پر ان کا یہ عمل ہے تو ماؤشما رہیں اور تمہیں اکو پابندی کی کتنی ضرورت ہے۔  
 زیبگانگان چشم زن کو ر باد چوں بیرون شد از خانہ در گور باد  
 افسوس آج فضا عالم اس قدر تنگ و تاریک ہے کہ توبہ ہی بھلی آذادی کی آندھیا  
 ہر طرف سے چل رہی ہیں۔ شعار مذہبی کی قدیم عمارتیں گرا نے کو تحریفات کی اندانی ہے اللہ  
 کریم رحم کرے اور ہمارا پردہ رکھ لے (آمین)

## قرآن مجید سے عورتوں کو اجانب اور ناموس سے پردہ کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ سورہ احزاب رکوع ۶ میں ارشاد فرماتا ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ يَكُونُوا مِمَّنْ دَاخِلُوا  
 ہمارے محبوب کے شانہ اظہر میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔  
 اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر مسورات کو اجانب سے چہرہ چھپانا نہ  
 نہ ہوتا تو آپ کے گھروں میں بھی اجانب کا بلا اجازت داخلہ جائز ہوتا۔ مگر چونکہ گھر میں  
 کھلے چہرے رہنا جائز ہے اور اجانب سے چہرہ پوشیدہ کرنا ضروری۔ بنا بریں حکم ہوا کہ  
 اجازت لے کر گھروں میں آؤ تاکہ عورتیں مستور ہو جائیں۔

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا ۖ يَسْعَيْنَ فِي الْأَرْبَابِ ۚ  
 یعنی اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو پردہ کے باہر سے مانگو۔  
 مسلمانو! وراؤ عجب کو ذرا سمجھ لیں کہ یہ کیا بنا رہا ہے۔ آیا بے نقاب و  
 بلا حجاب اجانب سے دود و گفتگو اجازت دے رہا ہے یا پردہ میں اس سے  
 زیادہ صاف و مرتع اور کیا حکم ہو گا۔

تفسیر احمدی اور نور الانوار میں اس آیت کریمہ کے تحت مرقوم ہے  
 هَذِهِ الْآيَةُ مَحْجَبُ الْاَلَايَةِ النَّبِيِّ  
 یعنی یہ وہی آیت ہے جس سے  
 یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اغیار و  
 الْاَلَايَةِ النَّبِيِّ

اجابت غیر محرم اشخاص سے پردہ کریں۔ اگرچہ اس آیت کریمہ کا نزول ازواج مطہرات کی شان میں ہے۔  
لیکن بموجب قاعدہ مسئلہ العبرۃ بعلمہ و التعلیل لا یخصو من السبب حکم عام ہے اور  
تمام مومنہ عورت پر حاوی۔ تفسیر احمدی میں ہے:

لَا اِنَّ مَوْرِدَهَا اِنَّ كَانَ نَحَاصًا  
فِي مَحْذُوزِ اَزْوَاجِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ  
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَ سَلَّ لَکِنْ  
الْحُکْمُ عَامٌّ یُکَلِّفُ مِنْ الْمُؤْمِنَاتِ  
فَیَعْلَمُ مِنْہُ اَنْ یُتَحَبَّبَ  
جَمِیعَ النِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ  
وَلَا یُسَبِّلُ مِنَ النِّفْسِ عَلَیْہُمْ

سورہ نور کو ع ۴ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا  
مَبَیْتَ نَبِیٍّ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَسْتَأْذِنُوا  
وَلَسَبَّحُوا عَلَیٰ أَهْلِهَا۔  
لے ایمان والو! سوائے اپنے مکانوں کے  
کسی غیر کے مکان میں داخل نہ ہو جب تک  
سلام کر کے اجازت حاصل نہ کرو۔

تَسْتَأْذِنُوا کے معنی تَسْتَأْذِنُوا ہیں اور قرأت الی ابن کعب میں تَسْتَأْذِنُوا ہی آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا جنورا سنیہ سے  
کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ حصول اجازت کے لئے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ یَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ یَا اللّٰهُ اَکْبَرُ  
کَبِیْرُ اَکْبَرُ۔ یا کُنْکھارے دگلے سے آواز نکالے، تاکہ گھر واسے اجازت دیں۔ قُلْتُ یَا رَسُولَ  
اللّٰهِ مَا الرَّاسِیْنِاسُ قَالَ یَتَّكِدُ الرَّجُلُ بِالشَّجَةِ وَالتَّكْبِیْرِ وَالتَّحْمِيلِ اَوْ یَتَخَرَّجُ  
لِیُؤْذِنَ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ دوسری حدیث میں بھی اسی کی تائید ہے التَّسْلِیْمُ اَنْ یَقُولَ  
السَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَوْ یَدْخُلُ قُلْتُ مَسْرَاتٍ فَاِذَا اُذِنَ لَہُ دَخَلَ وَارْجَعَ یَعْنِ لِنِیمِ  
سے مراد ہے کہ آدمی اس طرح کہہ کر السلام علیکے سے مراد ہے کیا میں داخل ہو جاؤں۔ اس پر  
اگر اسے اجازت مل جائے تو مسترد نہ واپس لوٹ جانے۔

ان مترادف صاف ظاہر ہے کہ اجنبی بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کا مجاز نہیں اور اس کی علت صرف یہ ہو سکتی ہے کہ گھر میں استورات بے پردہ ہاتھ پیر منہ کھولے بے حجاب رہتی ہیں اور اجنبی سے پردہ و احتیاب لاپرواہی و لازمی ہے۔

سورہ نور رکوع ۴ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ  
الْبَصَارِ هُمْ وَيَحْفَظُوا أَنْفُسَهُمْ  
ذَٰلِكَ أَرْكَانُ الْإِسْلَامِ الْخَيْرُ  
بِمَا يَصْنَعُونَ۔

یعنی اے محبوب! مومنین کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی  
نگاہیں نیچے کریں اور اپنے اہرام خاص (شرم گاہوں)  
کی حفاظت رکھیں یہ ان کیلئے پاکیزگی اور صفائی کے امور ہیں  
بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کیا کرتے ہیں۔

یہی سبب ہے کہ شریعت اسلامیہ میں اجنبیہ کا بلا ضرورت شرعی منہ ہاتھ دیکھنا ناجائز ہے  
خاص کر اس پر آشوب زمانہ میں کہ ہر طرف فتنہ و فساد کی آندھیاں چل رہی ہیں اور شاید ہی کوئی  
نظر فتنہ سے خالی ہو۔

پھر جس طرح مرد کو اجنبیہ کی طرف دیکھنا منع ہے اسی طرح عورت کو حکم ہوا ہے۔ چنانچہ  
سورہ نور رکوع ۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ  
الْبَصَارَ هُنَّ وَيَحْفَظْنَ  
أَنْفُسَهُنَّ ۚ لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا  
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ  
بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ أَعْيُنِهِنَّ  
وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا  
لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ  
أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ  
أَخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخْوَانِهِنَّ  
أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ  
أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ  
أَعْيُنِهِنَّ أَوْ بَنِي  
أَعْيُنِهِنَّ أَوْ بَنِي  
أَعْيُنِهِنَّ

یعنی اے محبوب ایمان والی خواتین سے فرما  
دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے رکھیں اور اپنی  
عصمت کی محافظت کریں اور اپنی آرائش نہ  
دکھائیں (یعنی پوشیدہ رکھیں) مگر جو ضرورت  
ظاہر ہوتی ہے اور اپنے سینوں پر دپٹہ  
ڈالے رہیں۔ اور اپنی آرائش نہ  
دکھائیں۔ مگر اپنے شوہروں یا اپنے باپ  
یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند  
کے بیٹوں سے یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں  
یا بھانجوں سے یا اپنی عورتوں یا اپنے

مسلوکیں، لونڈی، غلامان شرعی سے یا ان خدمت گاروں سے جن کو عورتوں کی حاجت نہ رہی ہو، جیسے خواجہ سرا یا شیخ فانی رحمت ہو، یا ان کم سن بچوں سے جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں اور اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جاتے اور تم سب اسے مسلمانوں کی طرف رجوع کرو کہ فساد داریں حاصل ہو۔

أَوْ بَنَىٰ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ ذِيَّ قُرْبَىٰ  
أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ  
أَوِ السَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْأَرْوَاحِ  
مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الذَّيْفِ  
لَعَنَ ظَهْرُهَا عَلَىٰ عَوْرَةِ النِّسَاءِ  
وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ  
لِيُعْلَمَ مَا يَخْفَيْنَ مِن  
زِينَتِهِنَّ وَتُؤْتَوْنَ إِلَى اللَّهِ  
جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ  
لَعَنَ ظَهْرُهَا

غرض آیات مذکورہ بالا میں صاف حکم ہے کہ طبقہ نسوانی یا مستثنیات سب سے پوشیدہ رہے۔ بالخصوص ان کے سرسینہ کان چہرہ گردن کا پوشیدہ رہنا ضروری ہے یہی سبب ہے کہ الائمہ اظہار منہ فرما کر استنثار فرمادیا۔ اس سے کہ زینت نام ہے خوبصورتی کا عام اس سے کہ وہ فطری ہو یا مصنوعی، لباس فاخرہ زیور وغیرہ سے ہو یا حسن و جمال خد و خال جسم سے۔

زینت ظاہری یہ ہے کہ جس کے پوشیدہ کرنے میں وقت ضرورت مشکل ہو جیسے انگوٹھی چادر اور برقع جس کے ظاہر ہونے میں بوقت ضرورت مانع شرعی نہیں۔

زینت باطنی جس کا پوشیدہ کرنا ضروری ہے وہ چہرہ، ہاتھ گتوں تک ہے جو اشد ضرورت پر ظاہر کرنا جائز ہے اور جن سے چہرہ چھپانا غیر ضروری ہے وہ سابقہ بیان ہو چکے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو وہ زینت جس کے اظہار میں نقصان نہیں۔ وہ محض لباس ہے۔

الحاصل یہ ثابت ہو گیا کہ چہرہ ہاتھ لباس ملبوسہ اجماع کے آگے ظاہر کرنا ممنوع ہے۔ لیکن بوقت اشد ضرورت بقدر رفع ضرورت جائز ہے بشرطیکہ اس اظہار سے خوف فتنہ و فساد



مذہب۔ ورنہ کسی ضرورت پر بھی جائز نہیں۔

ناظرین ذرا غور کریں کہ شریعت مطہرہ پر وہ کس قدر مہتمم بالشان بنارہی ہے اور علماء و فقہاء اور مفسرین کرام کی اکثریت اسی طرف ہے اور بعض کے نزدیک چہرہ ہاتھ قدم چھپانا اس وقت غیر ضروری ہے جبکہ نظر بد سے امن ہو مگر اس تجویز سے اب ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ نظر بد سے امن نہیں چنانچہ اخبار میں حضرات کو اس کا زیادہ تجربہ ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے: **وَالِی الْحُرَّةِ الْأَجْنِبَةِ مُطْلَقًا لِّطَعْنِ مَنْ مِّنَ الشَّهَوَةِ وَمَا سَوَى الْوُجْهِ وَالْكَفِّ ابْنُ أَمِينٍ مِّثْلَهَا** یعنی چہرہ اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے اگر شہوت امن نہ ہو اور اگر امن ہو چہرہ اور گتوں تک ہاتھ اور گتوں تک پاؤں دکھانا جائز ہے باقی ہر حصہ بدن کو دکھانا دیکھنا آنس پر نظر کرنا حرام ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں عورتوں کا بے نقاب پھرنا فتنہ سے خالی ہے یا موجب سخت فتنہ و فساد کا؟ آج کوئی خوش فہم، سنجیدہ مزاج مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ مستورات بے نقاب کھلے بندوں پھریں تو نگاہ فساد و فحار سے محفوظ رہیں گی اور کوئی نظر بد ان پر اثر نہ کرے گی۔ بنا بریں موجب اصول اذات الشرطیات المشریطہ واجب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے، بعضیت علماء بھی اس موجودہ حالت پر اجازت نہیں دیتی۔ کتب فقہ و تفاسیر میں تمام تر روایات و عبارات اجازت قید عدم شہوت و عدم فتنہ کے ساتھ مقید ہیں۔ کہیں بھی مطلقاً اجازت و رخصت نہیں ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں: **الْأَظْهَرُ أَنَّ هَذَا فِي الصَّلَاةِ لِأَنِّي النَّظَرُ فَإِنَّ كُلَّ بَدَنِ الْحُرَّةِ عَوْرَةٍ وَلَا يَحِلُّ لِعَيْنِ الزَّوْجِ وَالْمَحْرَمِ النَّظَرُ إِلَى شَيْءٍ مِنْهَا إِلَّا لِمَنْ وَرَعًا كَالْمَعَالِجَةِ وَتَحْتَمِلُ الشَّهَادَةُ** یعنی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے ہاتھ اور قدموں کے چھپائے۔ یہ نظر کا حکم ہی نہیں اس لئے کہ حرۃ از سر تا پا واجب الستری ہے۔ سوائے غاوند اور محرم کے کسی کو وہ اپنا بدن یا بدن کا حصہ نہ دکھائے اور اس کی طرف دیکھنا حرام ہے مگر بضرورت شدیدہ مثل معالجہ وغیرہ اور تحمل شہادت کے۔ یعنی جب شہادہ کو ضرورت ہو تو وہ موضع شہادت کو دیکھ سکتا ہے۔

اس تحقیق کی بنا پر شرط حفظ اس د عدم شہوت بھی بے کار ہے۔ بلکہ صاف طور پر ثابت ہے کہ عورت از سر تا پا عورت ہے اس کا کوئی حصہ غیر محرم کو دیکھنا جائز نہیں۔

یہی حکم ابن مسعود اور صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے چنانچہ الأما ظہر منہا کی تفسیر میں ہے من الزینۃ قال ابن مسعود ھی الثیاب یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت سے مراد ظاہری کپڑے ہیں۔ وقال ابن عباس ھي الکحل والنخاع والخطاب فی الکف یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں زینت ظاہرہ سے مراد کاجل سر مر انگوسھی اور ہاتھ کی مہندی ہے پھر فرماتے ہیں: فما کان من الزینۃ الظاہرۃ یجوز للرجل الأجنبی النظر الیہ للبصر وورۃ مثل تحمیل الشہادۃ ونحوہ من الضروریات إی التویضف فتنۃ وشہوۃ فإن خاف من ذلک غصن البصر مطلب یہ ہے کہ جو ظاہری زینت ہے (بقول ابن مسعود) کپڑا ہے اور بقول ابن عباس) کاجل، مہندی، انگوسھی جو زینت ظاہرہ میں ہے۔ اس کی طرف اجنبی شخص عند الضرورت دیکھ سکتا ہے مثل معالجہ و تحمل شہادت وغیرہ کے بشرطیکہ شہوت و فتنہ کا خوف نہ ہو اور اگر دیکھنے میں فتنہ و شہوت کا خیال ہے تو نظر بند رکھے اور زینت ظاہرہ کو بھی نہ دیکھے (بحر الرائق)

کفایہ شرح بدایہ میں ہے۔ الأما ظہر منہا قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا المراد من قولہ تعالیٰ إلاما ظہر منہا إحدی عینہا۔ وقال ابن مسعود المراد منہا خفہا وکلابسہا واستدل ابن مسعود بقولہ علیہ السلام النساء حجاب للشیطان یعنی لیبسید الرجال وقال ما ترک لبعیدی فتنۃ أعتر علی الرجال من النساء یعنی صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آیہ کریمہ إلاما ظہر منہا سے مراد زینت ظاہری ہے اور وہ صرف ایک آنکھ ہے یعنی بضرورت ایک آنکھ سے تمام جسم و چہرہ اور سر کو پوشیدہ کر کے دیکھیں اس لئے کہ ضروریات ایک آنکھ سے پوری ہو سکتی ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ مراد زینت سے آیہ کریمہ میں عورت کا ظاہری کپڑا ہے یعنی موزے اور اوپر کی چادر اور وہ اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں شیطان کی رستیاں ہیں کہ وہ ان کے ذریعے مردوں کا شکار کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا۔ میں نے اپنے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان دہ مردوں کے لئے کوئی فتنہ نہ چھوڑا۔ یعنی عورتیں محل فتنہ ہیں۔ اور احباب کا ان کے فتنوں سے محفوظ رہنا ناممکن ہے لہذا عورتوں کو اجنبی مردوں سے قطعاً عجوبہ و مستور رکھنا چاہیے تاکہ فتنہ رکاوٹ نہ بن جائے غور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یوں ارشاد فرماتے ہیں اور ہم اپنی ماں، بہن، بہو، بیٹی، ساس وغیرہ کو جلسوں اور میلوں میں لے جاتے۔ حالانکہ علمائے عظام نماز پنجگانہ کے لئے مومنین کے ساتھ مسجد میں آنے کو بھی منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ بدائع جلد اول صفحہ ۱۵۷ میں ہے وَلَا يُبَاحُ لِلشَّوَابِ مِنَ الْمَرْجُوِّ إِلَى الْجَمَاعَةِ بِدَلِيلٍ مَادُّوهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ رَضِيٍّ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ نَهَى الشَّوَابَ عَنِ الْحُجُوجِ وَبَيَّنَّ خُرُوجَهُنَّ إِلَى الْجَمَاعَةِ سَبَبُ الْفِتْنَةِ وَالْفِتْنَةُ حَرَامٌ وَمَا أُدْخِلَ إِلَى الْحَرَامِ فَهُوَ حَرَامٌ۔ یعنی جو ان عورتوں کو جماعت مسلمین میں نکلنا جائز نہیں۔ اس وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جو ان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمایا اس لئے کہ ان کا نکلنا جماعت کی طرف فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو شے حرام کی طرف لجاتی ہو وہ حرام ہے۔ لہذا عورت کا مسجد میں ادا لے نماز کو بھی آنا حرام ہے۔

کفایہ میں ہے وَجَزَى فِي مَجْلِسِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ مَا خَيْرُ مَا لِلرِّجَالِ مِنْ اِنْسَاءٍ وَمَا خَيْرُ مَا لِلنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ فَلَمَّا رَجَعَ عَلَى الْحَاكِمِيَّةِ أَخْبَرَتْ فَاطِمَةُ فَقَالَتْ خَيْرُ مَا لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ أَنْ لَا يَرْتَدُّنَّ عَنْكَ كَمَا يَرْتَدُّنَّ عَنْكَ وَخَيْرُ مَا لِلنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ أَنْ لَا يَرْتَدُّنَّ عَنْكَ فَلَمَّا سَمِعَ أَخْبَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ قَالَ هِيَ بِضْعَةٌ مُتَجِدَّةٌ۔ یعنی ایک روز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس اقدس میں یہ بحث تھی کہ استورات سے مردوں کے لئے کس

طرح بہتری مل سکتی ہے اور مردوں سے مستورات کو کس طرح؟ اسس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا۔ آپ نے فرمایا مردوں کو عورتوں سے اس میں خیر ہے کہ وہ عورتوں کو نہ دیکھیں اور عورتوں کے حق میں بہتری اس میں ہے کہ وہ مردوں پر نظر نہ ڈالیں۔ اس کا ذکر شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے دربار رسالت میں کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **هِيَ بَصُفَةُ مَسْكِيٍّ** (ایسا کیوں نہ فرمائیں) وہ میری لخت جگر ہیں۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں سے محبوب و مستور رہنے میں داریں کی فلاح و بہبود بیان فرمائی اور ان کے ارشاد کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا۔

اسی حدیث کی بنا پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مستور رہنے کا حکم دیا اور **الرَّأْسَا ظَهْرَ مِثْقَا** سے چہرہ اور ہاتھ مراد نہیں لئے بلکہ صاف طور پر فرما دیا کہ **مِثْقَا** ازینت ظاہر یعنی برقع و چادر وغیرہ ہے۔

اس کے بعد صاحب کفایہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں **قَدْ لَاحِظْنَا أَنَّ لَهَا بَاحَ النَّظَرِ إِلَى شَيْءٍ مِنْ بَدَنِهَا وَلَئِنْ حُرِّمَتْ النَّظَرُ لَخَوَّفَ الْفِتْنَةَ وَغَامَتِ عَنَّا سَنَاهَا فِي وَجْهِهَا فَخَوَّفَ الْفِتْنَةَ فِي النَّظَرِ إِلَى وَجْهِهَا أَكْثَرُ مِنْهُ إِلَى سَائِرِ الْأَعْضَاءِ** یعنی احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ عورت اجنبیہ کے کسی حصہ بدن کی طرف دیکھنا جائز نہیں کیونکہ حرمت نظر کی علت فتنہ و فساد ہے اور تمام حسن و جمال اور کمال خوبصورتی چہرہ میں ہے تو چہرہ کی طرف دیکھنا بہ نسبت دیگر اعضا کے زیادہ موجب فتنہ و فساد کا ہوا لہذا چہرے کی طرف دیکھنا قطعی ناجائز ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔ **وَيُخَوِّهُ هَذَا إِسْتِمْدَالُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَدْ كَلَّمَهَا لَوْ تَقُولُ لِمَا لَا تَجِدُ مَدًّا مِنْ أَنْ تَشْهِيَ فِي الطَّرِيقِ وَلَا مَدًّا مِنْ أَنْ تَقْتَحِمَ أَحَدًا عَيْنُهَا لَتَبْطِئَ الطَّرِيقُ فَجَوَزَ بِهَا أَنْ تَكْشِفَ أَحَدًا عَيْنُهَا لِحَدِّهِ الطَّرِيقَ وَالثَّابِتُ بِالْقُرْآنِ لَا تَحْدُمُ مَوْضِعَ الْقُرْآنِ مَوْضِعًا** یعنی ہم جو قسم احادیث سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کشف وجہ کی حرمت پر استدلال

کیا۔ آپ فرماتی ہیں کہ بعض اوقات عورت کو باہر نکلنے کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے اور راستہ پر چلنے کے لئے آنکھ کا کھولنا ضروری ہے لہذا وہ ایک آنکھ کھول کر چلتی تاکہ راستہ نظر آجاسے۔ پس قطع طریق کے لئے ام المؤمنین نے ایک آنکھ کھولنے کی عورت کو عند الضرورت (ضرورت کے وقت) اجازت عطا فرمائی اور جو چیز کسی خاص ضرورت کے لئے جائز قرار دی گئی ہو۔ اس کو قدر ضرورت سے متجاوز کرنا جائز نہیں۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ ان صاف و صریح ارشادات فقہاء سے عورت کو چہرہ ڈھانکنا کیسی وضاحت سے ثابت ہے اور درحقیقت اگر ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر انصاف سے کام لیا جائے تو آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہو جاسے گا۔ کہ عورت کے تمام جسم میں فقط چہرہ ہی موجب فساد اور محل فتنہ اور وجہ قریبگی ہے۔ ہاتھ، پاؤں، قد و قامت کتنے ہی سوزوں ہوں۔ رفتار و گفتار کیسی ہی قیامت خیز ہو لیکن آنکھ آنکھ ہی اور ناک بہنکتے ہی پھٹکار بستی ہے۔ گو کوئی عضو بھی سبیل (خوب صورت) نہ ہو مگر چہرہ (دیب جلاب نظر ہو۔ پھر دیکھتے ہی جو نگاہ سے چھپا چہرہ انا دشوار ہوتا ہے کہ نہیں۔ عورت سرتاپا مریض ہو لیکن ناک نہ ہو یا چشم زگیں نہ ہو تو کتے بھونکنے لگتے ہیں اور اگر چہرہ جاذب نظر ہے۔ صراحی دار گردن ہے، سیمیں ذقن ہے، خندہ پیشانی ہے۔ تو اس کو دیکھ کر راہ چلتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چہرہ پر عقیدہ چڑھا کر عورت برہنہ ہو جاتے تو اس کا ہر عضو مکروہ نظر آئے گا اور تمام جسم پردھیاں لپیٹی ہوں فقط چہرہ کھلا رہے تو گودڑی میں بعل کہیں گے۔ لباس کے نقش و نگار قابل پرستش نہیں لیکن حسن پرست چہرہ کے پرستار نظر آتے ہیں غرضیکہ چہرہ ہی ہے جو دیکھنے والے کو متوالا و فریفتہ بنا دیتا ہے اور اس پر فتنہ زمانہ میں نمائشی لیڈر بعض نام نہاد خوشامد نما بھی لیڈروں سے دب کر خود غرضی و مطلب برآری کی خاطر بعض حاکموں کی غلط کاریوں کو بھی مطابق شریعت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی تک زور صرف کر رہے ہیں اور روایات فقہیہ کی قطع و برید کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال رہے ہیں۔ حالانکہ جس قدر روایات ہیں سب کی سب مقید ہیں۔ قید عدم شہوت و عدم فتنہ سے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ فتنہ و فساد چہرہ دیکھنے سے والبتہ ہے اور اسی چہرہ کی ستم شعار نظر بان کے سبب کہتے ہیں کہ بعض سیریا

کو مدارس سے معطل ہونا پڑا۔ وَالْعَاقِلُ تَكْنِيهِ الْإِشَارَةُ دَعْلُ مَنْ كَوِ الشَّارِدُ هِي  
کافی ہے۔

آج کل اخباروں میں رفع حجاب پر مفصلہ ذیل دلائل پیش  
اعترافات مع جوابات کئے جاتے ہیں کہ جن میں چہرہ ہاتھ وغیرہ پوشیدہ نہ رکھنے  
کی اجازت پائی جاتی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ذیخیرۃ العقبۃ اور سنا بیع سے منقول ہے النَّظَرُ إِلَى الْأَجْنَبِيَّاتِ  
فَنَقُولُ يَجُوزُ النَّظَرُ إِلَى مَا مَنَعَ الْمَرْءُ يَنْتَهِ الظَّاهِرُ مِثْلُ وَذَلِكَ الْوَجْهُ  
وَالْكَفَّ فِي ظَاهِرِ الرَّوَابِ كَذَا فِي الذَّخِيرَةِ وَرَأَى غَلَبَ عَلَى خَلَّتِ  
أَنَّهُ يَشْتَهِي فَهُوَ حَرَامٌ بِمَطْلَبٍ يَهِيَ كَهِ اجْنَبِي عَوْرَتِ كِي لَرَفِ أَنْزِ كَرْنِ كِي مَتَلَقِ  
ہم کہتے ہیں کہ موانع زینت ظاہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اور وہ چہرہ اور کف دست  
ہے اور اگر ظن غالب ہو شہوت کا تو دیکھنا دکھانا حرام ہے۔

جواب : اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خوف شہوت و فتنہ نہ ہونے  
کی صورت میں جائز ہے اور جہاں گمان شہوت ہو وہاں پوشیدہ رکھنا ضروری ہے اب  
قابل غور یہ امر ہے کہ اس سے ممانعت ثابت ہوتی ہے یا کہ اجازت ؟  
فتاویٰ سرسبز میں ہے النَّظَرُ إِلَى رَجُلٍ أَوْ إِلَى الْأَجْنَبِيَّةِ إِذَا تَوَكَّلْتَ عَلَى  
شَهْوَةٍ لَيْسَ بِحَرَامٍ لَكِنَّهُ مَكْرُوهٌ يَعْنِي اجْنَبِي عَوْرَتِ كِي چہرہ کی طرف بغیر  
شہوت کے دیکھنا حرام نہیں مگر مکروہ ہے ؟

جواب : اس سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر خوف شہوت اور نظر بد ہو۔ تو  
اعمال حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

قسمتانی میں ہے يَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنَ الْحُرَّةِ الْأَجْنَبِيَّةِ إِلَى الْوَجْهِ  
وَهَذِهِ أَحْتَرَمَ زَمَانِهِمْ وَأَمَّا فِي زَمَانِنَا فَمَنْعٌ مِنَ الشَّابَةِ يَعْنِي مَرَدِ  
اجنبی عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے لیکن یہ اجازت زمانہ صحابہ و تابعین میں تھی۔  
مگر ہمارے زمانے میں جو ان عورتوں کی طرف دیکھنا ممنوع ہے ؟



بہ شہوت ہو تو حرام ہے لیکن ہمارے زمانہ میں جو ان عورت کی طرف دیکھنا بوجہ خوف  
فتنہ و شرکے ممنوع ہے۔

ناظرین! جلدہ۔ مگر ہمارے زمانہ میں بوجہ خوف فتنہ جو ان عورت کی طرف دیکھنا  
ممنوع ہے۔ کی طرف نظر انصاف سے خور فرمائیں۔

بحر الرائق شرح كنز الدقائق میں ہے حُرِّمَ النَّظَرُ إِلَى دَجْرِهَا وَدَجْرِ  
الْأَسْرَجِ إِذَا شَاكَ فِي الشَّهْوَةِ قَالَ مَشَابِيحُنَا لَمَنْعِ الصُّوَرَةِ الشَّابَّةِ  
مِنْ كَشْفِ دَجْرِهَا بَيْنَ الرِّجَالِ فِي زَمَانِنَا لِلْفِتْنَةِ يَعْنِي اجنبی عورت  
اور خوب صورت بے ریش لڑکے کے چہرہ کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اگر خوف شہوت ہو  
مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ جو ان عورت کو مردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا  
ہمارے زمانہ میں بوجہ فتنہ کے۔

الغرض مندرجہ بالا نصوص قرآنیہ۔ احادیث شریعہ اور عبارات فقیہہ سے عورتوں  
کے کھلمنہ پھرنے کی حرمت و ممانعت ظاہر دیا ہر ہو چکی ہے اور ان کے منہ چھپا  
رکھنے کی عزمن معلوم ہو گئی ہے اور حق و باطل کا امتیاز بوجہ احسن ہو گیا۔ اب فیصلہ آپ  
کے ہاتھ یا ضمائر پر ہے۔ انصاف کیجئے اور اپنے ناموس کی حرمت ملحوظ رکھئے۔



# باب چہارم

## پردہ اور اس کے قیام

مسلمان عورت جو آزاد ہو، زر خرید یا باندی نہ ہو بالغ ہو چکی ہو یا بالغ ہونے کے قریب ہو، جو ان ہو یا بوجھل ہو۔ اس کے لئے اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کے تین درجے ہیں :-

ایک یہ کہ بجز چہرے اور ہتھیلیوں کے اور بعض کے نزدیک سواستے پردوں کے بھی باقی تمام بدن کو کپڑے سے چھپایا جائے یہ ادنیٰ درجہ کا پردہ ہے۔

دوسرے یہ کہ چہرہ، ہتھیلیوں اور پردوں کو بھی برقع وغیرہ سے چھپایا جائے۔ اور یہ درمیانے درجہ کا پردہ ہے۔

تیسرے یہ کہ عورت دیواریا پردہ کے پیچھے آڑ میں رہے کہ اس کے کپڑوں پر بھی اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے۔ یہ اعلیٰ درجہ کا پردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ نور رکوع ۴ میں ارشاد فرماتا ہے وَلَا يَبْدِيْنَ زِيْنَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهُنَّ

اپنے زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں مگر جو ان میں سے غالباً کھلا ہی رہتا ہے جس کی تفسیر حدیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے ساتھ کی گئی ہے کہ ان کا کھونا ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے اور پردوں کو قیاساً اس میں داخل کیا گیا ہے۔

ابوداؤد میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے يَا اسْتَعْمَاؤُ

ثَا السَّرَّاءُ اِذَا جَلَسْتَ الْمُحِضْنَ لَنْ يُعْلِمَ اَنْ يُّرَى مِنْهَا اِلَّا هَذَا وَهَذَا

وَأَشَلَّ إِلَى وَجْهِهِ وَكَفَّيْهِ لَيْسَ اِسْمُهُ رَجَبٌ عَوْرَتٌ بِالْغُ حُو جَانِي تُو سَوَانِي  
اس کے اور اس کے (اس سے حضرت نے اپنے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف اشارہ فرمایا) اور  
کسی عضو کا اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا ہوتا نہیں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ احزاب رکوع ۸ میں ارشاد فرماتا ہے  
اوسط درجہ کے پردہ کا ثبوت  
يَدُ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا مِنْ جَلَابِيبِهِمَا ط لَيْسَ  
عورتیں اپنے اوپر چادریں ڈال لیا کریں۔

صیحیح میں مروی ہے قَالَتْ اِسْرَاةٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِحْذِ اَنَا لَيْسَ لَهَا  
جَلَابِيبُ قَالَ لَيْسَ لَهَا صَاحِبَةٌ هَا مِنْ جَلَابِيبِهَا لَيْسَ اِيك عَوْرَتِ نِي كَمَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ  
اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو عید کی نماز کو کیونکر جاتے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ  
والی اس کو اپنی چادر اور مٹھا دے۔

ابوداؤد میں مروی ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْجِي (الْمَرْأَةُ  
الْاِذَا رَاسُهَا فُتَّخَتْ اَمُّ سَلَمَةَ اِذَا تَكْشِفُ اَقْدَامُهَا قَالَتْ فَيُخَيَّرُ ذِرَاعَا  
یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت اپنی ازار کو پٹنٹلی سے ایک بالشت نیچے ٹکاتے  
تو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اس صورت میں ان کے سر کھلے رہیں گے۔ آپ نے  
فرمایا تو ایک ہاتھ بھر ٹھکا لیا کرے۔

اللہ تعالیٰ سورہ احزاب رکوع چار میں ارشاد فرماتا ہے  
اے اعلیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت  
وَقَدْ نَزَلَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ لَيْسَ اِسْمُهُ رَجَبٌ  
میں رہا کرو۔

پھر اسی سورت کے رکوع ۷ میں حکم ہے وَاِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوْهُنَّ  
مِنْ تَحْتِ ثَوْبِ جَنَابٍ ط اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز استعمال کے لئے مانگو تو پردہ کی آڑ میں ہو کر مانگو۔  
اور سورہ طلاق میں یوں فرمان نازل ہوا لَا تَخْرُجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ  
یعنی عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْسُكُنَّ مِصْرَافًا وَمِصْرَافَةً

اِحْتِجَابًا مِنْهَا مِّنْ اِمْنٍ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ بِمَا كُنْتُمْ يَاسْئُولُ اللّٰهُ اَلَيْسَ هُوَ  
 اَعْلٰى كَا يُبَصِّرُنَا فَاَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ اَفْعَمِیَا وَاَنْ  
 اَنْتُمْ اَلْمَتَعَانِبُ بَصَرًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ اَیْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ  
 عَلَیْہِ وَسَلَّمُ ثَلَاثَ اَمْ سَلَّمَ اَوْ مِیْمُوْنَهٗ سَے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو یعنی عبد اللہ بن ام مکتوم نابینا ہے  
 ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا وہ اندھا نہیں ہے جو ہم کو دیکھ نہیں سکتا  
 تو پھر حضرت نے فرمایا کہ کیا پھر تم بھی اندھی ہو۔ کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔

صحیح بخاری میں ہے: مَثَقَالُ لِسُوْدَةٍ بِنْتِ زَمْعَةَ اجْتَحَبَی مِنْہَا  
 لِعَادِیٍّ مِنْ شَبَّہٍ لِّعَتَبَةٍ اَیْنَ پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ نے سووہ بنت زعمہ  
 سے فرمایا کہ تم اس سے یعنی زعمہ کے باندی زادہ سے پردہ کرو۔

حالانکہ آپ نے فیصلہ یہ کیا تھا کہ یہ لڑکا زعمہ ہی کا ہے کیونکہ اس کی باندی کے بطن  
 سے ہے۔ مگر سووہ کو اس سے پردے کا اس لئے حکم دیا کہ حضرت نے اس لڑکے میں عتہ  
 کی مشابہت زیادہ پائی۔ اور عتہ کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ لڑکا میرا ہے جو قانون شریعت سے  
 رد کر دیا گیا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت کے اس حکم کے بعد اس لڑکے نے عمر بھر سووہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہا کو نہیں دیکھا۔

ترمذی میں ہے اَلْمَرْأَةُ عُورَةٌ خَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَتْ فَمَا الشَّيْطَانُ  
 یعنی عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔  
 اور اس کے درپے ہوتا ہے۔

## ہر سہ اقسام پردہ کے وجوب کے مواقع

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے پردہ کے تینوں درجوں کا واجب و لازم ہونا ثابت  
 ہو گیا اور نیز یہ کہ شریعت نے ان سب درجوں کے مطابق پردے کا حکم دیا ہے البتہ  
 ان میں اتنا تفاوت ضرور ہے کہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے اور دوسرا تیسرا درجہ  
 کسی عارض کی وجہ سے واجب ہے مگر اس تفاوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان تینوں میں

درجات کے تفاوت سے نفس وجوب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جیسا فرض اعتقادی اور فرض عملی میں درجہ کا تفاوت ہوتا ہے مگر فرض دونوں ہیں اور نفس فرضیت دونوں میں موجود ہے۔

چونکہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے۔ اس لئے اس کا حکم بھی جوان اور بوڑھی عورتوں سب کو عام ہے یعنی بجز چہرہ اور ہاتھوں کے باقی بدن یا سر کے کسی حصہ کا اجنبی کے سامنے کھولنا بوڑھی عورتوں کو بھی جائز نہیں اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ چونکہ عارض کی وجہ سے واجب ہے۔ اس لئے ان کے واجب ہونے کا مدار اس عارض ہی پر ہے جہاں وہ عارض موجود ہوگا وہاں یہ درجہ واجب ہوں گے اور جہاں عارض موجود نہ ہوگا۔ وہاں یہ درجہ بھی واجب نہ ہوں گے۔ اور وہ عارض فتنہ کا اندیشہ ہے۔ جس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: **اِسْتَشْرِ فِہَا الشَّیْطَانُ** یعنی جب عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس کی دلیل ہے **فَیَظُنَّمُ الَّذِیْ فِیْ خَبْرِ قَلْبِہِ** **مَسْرُومًا** (پہ ۱۲) یعنی جس کے دل میں خرابی ہے وہ ہوکس کرنے لگے گا۔

اب یہی بات کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے اور کہاں نہیں ہے۔ اس کی تعیین ہماری رائے پر نہیں رکھی گئی۔ بلکہ قرآن مجید میں اس کا فیصلہ بھی خود ہی فرمادیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

یعنی اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کچھ امید نہ رہی ہو۔ ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے اتار رکھیں۔ جن سے چہرہ وغیرہ چھپایا جاتا ہے بشرطیکہ زینت کے مواقع کا اظہار نہ کریں اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّذِیْنَ  
لَا یَزْنُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ  
عَلَیْہِمْنَ جُنَاحٌ اَنْ  
یَضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ  
غَیْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزَیْنَةٍ  
وَ اَنْ یَسْتَغْفِفْنَ خَیْرٌ  
لَّھُنَّ (سورہ نور رکوع ۱۸۴)

حاصل اس کا یہ ہے کہ جو بڑھی عورتیں نکاح کے قابل نہ رہیں۔ ان کو زینت ظاہر کرنے کی تو اجازت نہیں۔ جس سے مراد تمام بدن ہے۔ ہاں چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ وَكَأَيُّسَدِّيقٍ زِينَتُهُنَّ إِلَکَاطُ ظَهَرٍ مِثْقَا۔

پس بڑھی عورتیں اگر ان زائد کپڑوں کو اجنبی کے سامنے اتار دیں۔ جن سے منہ ہاتھ پھیپا جاتا ہے جیسے برف اور چادر۔ تو اس میں گناہ نہیں اگر یہ بڑی بڑھی عورتیں اس سے بھی پرہیز کریں۔ اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ اختیار کریں۔ تو مستحب ان کے لئے بھی یہی ہے وَانْ لِّسْتَعْظِفْنَ خَيْرٌ لَّسَهْنِ کا مطلب یہی ہے۔

اس آیت نے بتلادیا کہ فتنہ کا اندیشہ صرف ان بڑھی عورتوں میں موجود نہیں ہے۔ جو نکاح کے قابل نہیں رہیں۔ اور ان کے سوا جوان اور ادھر عورتوں سے اندیشہ فتنہ کی نفی نہیں کی گئی۔ بلکہ ان میں یہ اندیشہ موجود ہے اور یہی وہ عارضی ہے۔ جس پر دوسرے اور تیسرے درجے کے پردے واجب ہونے کا مدار تھا۔

جب شارع نے جوان اور ادھر عورتوں کے بارے میں یہ حکم دیا کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود ہے۔ تو اب کسی کو اپنی رائے سے یہ کہنے کا اختیار نہیں کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُتُوسِبِينَ ذَٰلِكَ الْمُؤْمِنَةِ إِذْ أَقْبَضَی اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَنْ یَكُونُ لَهُمْ الْخِیَرَةُ مِمَّنْ أَمْرُهُمْ ط (سورۃ احزاب)

یعنی کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو ان کو اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے۔ یعنی اختیار باقی نہ رہے گا بلکہ اس پر عمل کرنا ہی واجب ہوتا ہے۔

یہ تفاوت تو ان درجوں میں احتمال فتنہ کے شرط ہونے اور شرط نہ ہونے کے اعتبار سے تھا۔ کہ پہلے درجہ کے واجب ہونے میں احتمال فتنہ شرط ہے۔

ایک تفاوت ان درجوں میں اور ہے جس کے سمجھنے کے لئے اول اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ ہر درجہ کے ان تینوں درجوں میں یہ بات مشترک ہے کہ ضرورت کے مواقع ان سے مستثنیٰ ہیں

جس کی دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے :

عن عائشة قالت خرجت  
مسورة بعد ما ضرب  
الحجاب لحاجتها التي قولها  
فقلت يا رسول الله الخ  
خَرَجْتُ لبعض حاجتي  
فقال لي مسركذا وكذا يعني  
اما والله ما تخفين عليتنا

یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی  
ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد مسودہ  
رضی اللہ عنہا قصہ حاجت کے لئے نکلیں پھر  
کچھ قصہ اس کا بیان کر کے فرمایا کہ (سودہ رضی  
اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنی ایک حاجت  
کے لئے باہر نکلی تھی تو مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے  
ایسا ایسا کہا یعنی یوں کہا کہ اے سودہ خدا کی قسم تم ہم  
سے چھپ نہیں سکتیں۔

مطلب یہ تھا کہ تم کو باہر نہ نکلنا چاہیے کیونکہ تم چادر برقع پہن کر بھی کسی سے چھپ نہیں  
سکتیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد وحی نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ  
اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے واسطے نکلنے کی اجازت تم کو دے دی ہے۔

مگر ان تینوں درجوں میں اس اعتبار سے تفاوت ہے کہ کون سی ضرورت کس درجہ میں  
موثر ہے اور کس درجہ میں موثر نہیں۔ چنانچہ پہلا درجہ جو کہ جوان، ادھیڑ اور بوڑھی سب عورتوں پر  
واجب ہے اس سے بہت سخت مجبوری کی مستثنیٰ ہے۔ جیسے علاج معالجہ کی ضرورت یعنی  
بغیر ایسی سخت ضرورت کے اجنبی کے سامنے بدن کا کھولنا نہ جو ان اور ادھیڑ کو جائز ہے نہ  
بوڑھی عورتوں کو اور دوسرے درجے سے جو کہ صرف عطل اور ادھیڑ عورتوں پر واجب ہے بوڑھیوں  
پر واجب نہیں۔ سخت مجبوری کی صورت مستثنیٰ ہے۔ گو بہت سخت مجبوری نہ ہو۔ یعنی اجنبی  
مرد کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا بوڑھی عورتوں کو تو جائز ہو گا گو چھپانا ان کو بھی مستحب ہے  
اور جوان اور ادھیڑ عورتوں کو بدوں سخت مجبوری کے اجنبی کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھولنا حرام  
ہو گا۔ چنانچہ در مختار میں ہے : دُشِمْنَعُ الشَّامَةِ دُجُوبًا عَنْ كَشْفِ الْوَجْهِ بَيْنَ  
الرِّجَالِ لَا لِأَنَّ عَوْرَةَ بَلَى لِيَخُوفِ الْفِتْنَةِ یعنی اور جوان عورت کو مردوں کے سامنے

چہرہ کھولنے سے وجہ سب کے درجہ میں منع کیا جائے گا۔ نہ اس وجہ سے کہ چہرہ بالذات ستر میں داخل ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ جوان عورت کے چہرہ کھولنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے تو ستر للعاریٰ ہوا۔ سخت مجبوری کی حالت میں چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا جائز ہو گا۔ بشرطیکہ کوئی دوسرا مانع نہ پایا جائے۔ جیسے اجنبی مرد کا اس کو چھونا یا اجنبی مرد کو گھورنا یا اجنبی مرد کے ساتھ بیٹھنا ملنا کہ ان سب کی حرمت شریعت سے ثابت ہے اور اس سخت مجبوری کی صورت میں اگر کوئی مرد اس کو گھورنے لگے تو اس سے عورت کو گناہ نہ ہو گا۔

حدیث میں جو آیا ہے لَعْنُ اللَّهِ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُورَ الْيَبَّ (مشکوٰۃ شریف) یعنی اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے پر بھی لعنت کی ہے اور اس پر بھی جو دیکھا جائے: تو یہ لعنت عورت پر اسی صورت میں ہے جب کہ اس نے بدوں سخت مجبوری کے اپنا چہرہ وغیرہ کھولا ہو۔ ورنہ اگر سخت مجبوری سے اس نے کھولا اور پھر کسی مرد نے اس کو گھورا تو اس عورت کو گھورنے سے گناہ نہ ہو گا۔ اور تیسرے درجہ میں مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے گو سخت مجبوری کی صورت نہ ہو۔ مگر مجبوری کا درجہ موجود ہو۔ اس مجبوری کے معنی یہ ہیں کہ اگر گھر سے یا پردہ سے نہ نکلیں تو کوئی غیر معمولی نقصان یا حرج لاحق ہو جائے۔ ایسی ضرورت میں تمام بدن چھپا کر برقع کے ساتھ گھر سے نکلنا جوان اور اداہیر عورتوں کے لئے جائز ہو گا اور بدوں ایسی مجبوری کے برقع کے ساتھ تمام بدن چھپا کر بھی ان کو نکلنا جائز نہ ہو گا۔

اس دوسرے اور تیسرے درجے کے پردہ میں مجبوری اور سخت مجبوری کے وقت جو آسانی کی گئی ہے۔ اس میں چونکہ فتنہ کا بھی احتمال ہے۔ گو ضرورت پر نظر کر کے آسانی کر دی گئی اور تنگی منیوں کی گئی مگر اس احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ خاص خاص احکام سے اس کا انسداد بھی کر دیا گیا۔ مثلاً عورتوں کو عطر و خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے إِنَّ الْمَرْءَ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَأَنَّكَ ذَا عِیْنِ عَوْرَتِ جَبَّ عَطْرُ لَهَا كَرَسَى مَجْلِسٍ سَیْ غَرَرَتْ تَوَدُّهُ اِیْسِی اِیْسِی ہے یعنی زانیہ ہے۔ (ترمذی و ابوداؤد)

ابوداؤد میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَلَیْکُنْ لِّیْ خُرْمُجْنِ

اَوْهَقَّ تَعْبَادَاتُ یَسْنِ یَکِنِ عَوْرَتُوں کو میلے کھیلے کپڑوں میں ضرورت کے وقت باہر نکلنا چاہیے۔  
 خلاصہ ان سب احکام کا یہ ہوا کہ بوڑھی عورتوں پر پہلا درجہ تو واجب ہے اور دوسرا اور  
 تیسرا درجہ مستحب ہے اور بہت سخت مجبوری کی حالت میں پہلے درجہ میں بھی ہو کہ واجب  
 ہے کچھ سہولت و وسعت کر دی گئی اور ادھر اور جوان عورتوں کے لئے پہلا درجہ بھی واجب  
 ہے اور بہت سخت مجبوری میں اس میں کچھ سہولت اور وسعت بھی ہے اور دوسرا اور تیسرا درجہ  
 بھی ان پر واجب ہے اور بہت سخت مجبوری سے کم درجہ کی مجبوری اور ضرورت کے مواقع  
 میں کچھ سہولت اور وسعت بھی ثابت ہے یعنی مجبوری کی حالت میں گو بہت سخت مجبوری  
 نہ ہو۔ چہرہ اور ہتھیلیاں کھونا اجنبی کے سامنے ان کو جائز ہے بشرطیکہ فتنہ و فساد کے احتمال  
 کا انداد بھی کر لیا جائے۔ یعنی سر کلائی اور پنڈلی وغیرہ کے کھولنے سے پرہیز ہے۔  
 اسی طرح زیب و زینت کے ساتھ اجنبی کے سامنے آنا حرام ہو گا۔ اور اگر سخت مجبوری کے  
 درجہ سے کم ضرورت ہو مگر مجبوری متحقق ہو محض خیالی مصلحت نہ ہو تو اس صورت میں برقع کے  
 ساتھ باہر نکلنا جوان عورت اور ادھر عورت کو جائز ہے مگر چہرہ اور ہاتھوں کا کھولنا حرام ہو گا  
 اسی طرح زیب و زینت کے کپڑے پہن کر نکلنا حرام ہو گا۔

## پردہ کے مواقع و وجوب کی تعین اور مستثنیات

جن احکام کا مدار اندیشہ فساد و فتنہ کے ہونے یا نہ ہونے پر ہے یا ضرورت کے ہونے  
 یا نہ ہونے پر ان میں حالات کے بدلنے سے یا ایک ہی حالت میں راستے کے اختلاف سے حکم  
 شرعی بدل سکتا ہے اور اس قسم کے احکام دوسرے اور تیسرے درجہ کے پردہ میں ہیں۔ کیونکہ  
 پہلے درجہ میں تو شریعت ہی نے خود اس کی تعین کر دی ہے کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے  
 اور ضرورت کا درجہ کون سا ہے۔ اس میں کسی کی راستے اور فہم کا کوئی دخل نہیں۔ مگر جن احکام  
 میں راستے اور فہم کو دخل ہے۔ ان میں اس کا فیصلہ کرنے کا حق کہ فتنہ کا اندیشہ ہے یا نہیں  
 اور ضرورت کا تحقق ہے یا نہیں۔ ان ہی کو ہے جن میں فتویٰ دینے کی لیاقت و قابلیت موجود  
 ہو اور اس کے ساتھ ان کی راستے اور فہم بھی صحیح ہو۔ نا اہلوں کی بات اس بارے میں



ہرگز نہ سنی جائے گی۔

عز من حالات کے بدلنے یا راستے کے بدلنے سے جو احکام بدل جاتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ احکام شرعیہ زمانہ اور وقت کے تابع ہیں جیسا کہ بعض نادانوں کا خیال ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ شارع نے خاص قید کے ساتھ حکم کو بیان کیا تھا کہ اگر یہ قید پایا گئے تو یہ حکم ہے نہ پائی جائے تو دوسرا حکم ہے۔ اب حالات یا راستے کے اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ اس قید کے وجود یا عدم میں اختلاف ہے۔ جس نے قید کو موجود پایا، ایک حکم کر دیا جب اس قید کو موجود نہ پایا دوسرا حکم کر دیا اور یہ دونوں حکم دراصل شارع ہی کے ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کے لئے مساجد اور عید گاہ میں جانے کی اجازت کا اور صحابہ کے زمانہ میں اس سے ممانعت ہو جانے کا مدار اسی قاعدہ پر ہے۔ جس کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

لَوَ اَدْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اخْدَثَتْ النِّسَاءُ لَمَذَّهْنِ كَمَا مَنَعَتْ لِنِسَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ (رواہ مسلم)

یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت کا مشاہدہ فرمائیے۔ جو عورتوں نے آپ کے بعد اختیار کی ہے تو یقیناً آپ ان کو مساجد و عید گاہ میں جانے سے روک دیتے جیسا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اخیر وقت میں عورتوں کے لئے اسی کو پسند فرمایا اور اسی کی ترغیب دی ہے کہ وہ نماز کے لئے مسجدوں میں نہ جایا کریں چنانچہ ارشاد ہے:

لَصَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حَجْرٍ تَبْهَا وَصَلَاتُهَا فِي مَسْجِدٍ مِنْ مَسَاجِدِ الْمَدِينَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا (رواہ الطبرانی فی المعجم)

یعنی عورت کا گھر کے اندر نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر کے اندر پڑھنے سے افضل ہے۔

مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ترغیب پر اکتفا فرمایا۔ سختی کے ساتھ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہیں روکا۔ کیونکہ اس وقت عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورتیں زیادہ تھیں اور عام طبائع میں نیکی کا قلب اور سزا کا خوف ایسا تھا جس کی وجہ سے فتنہ و فساد کا احتمال کمزور تھا اور بعد میں عام طور پر حالت بدل گئی۔ جس میں عورتوں کی حالت بدلنے کو بھی خاص دخل تھا اور اسی قاعدے پر فقہائے متاخرین کا یہ فتویٰ مبنی ہے۔ جس میں امنوں نے بعض محرموں کو نا محرموں کی مثل ٹھہرایا ہے **وَذِكْرُكَ الْخَلَوَاتِ بِالصَّهْرِ فَسْرَةَ الشَّابَةِ لِفَسَادِ الزَّمَانِ** یعنی اور جوان ساس کے پاس تنہائی میں بیٹھا مکروہ ہے کیونکہ زمانہ فساد کا ہے اور اس احتیاط کی اجازت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ **لِخْتِجَانِ مِنْهُ يَأْسُوذَةُ** یعنی حضور نے سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے باپ کے باندی زادہ سے پردہ کا حکم دیا۔ جس میں بطور احتیاط کے شرعی محرم سے پردہ کا حکم ہے کیونکہ وہ باندی زادہ شرعاً سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا۔

غرض فقہاء کا فتویٰ نص کا مقابلہ اور حکم شرعی کی مخالفت نہیں بلکہ حکم کی علت پر نظر کر کے اس فتویٰ میں نص ہی کا اتباع کیا گیا ہے اور اسی کی نظیر فقہاء کا یہ قاعدہ ہے کہ علت کے ختم ہو جانے سے حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ جس کا اعتبار **ثُمَّ لَفَّ الْقُلُوبَ** کے بارے میں کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض مالدار نو مسلموں کو باوجود مالدار ہونے کے محض دلجوئی کی غرض سے زکوٰۃ وغیرہ میں سے حصہ دیا جاتا تھا۔ حضور کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا کیونکہ اب ان مالداروں کی ولداری اور دلجوئی کی ضرورت باقی نہیں رہی جبکہ ان کے دل میں اسلام مضبوط ہو گیا۔

غرض اسی قاعدے پر اہم صاحب اور صاحبین کا یہ اختلاف مبنی ہے کہ اہم صاحب نے بوجہ عورتوں کے لئے صرف صبح اور مغرب و عشاء کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے اور صاحبین نے پانچوں وقت آنے کی اجازت دی ہے اور ہر ایک قول کی جدا علت بیان کی گئی ہے اور جوان یا ادھیڑ عورتوں کے لئے بالاتفاق سب اوقات میں ملاحت ہے (دہایہ)۔

# پنجم باب

## پردے کے متفرق احکام

اسلام سے پیشتر پردے کی حالت ایام جاہلیت میں ملک عرب میں پردے کا بالکل ہی رواج نہ تھا۔ شرقات کی بوہٹییاں لباس یا کیزہ اور زیورات فاخرہ پہن کر کھلم کھلا بازاروں میں پھرا کرتی تھیں۔ کسی طرح کی حیا اور شرم نہ تھی۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے نبوت میں بھی یہی حالت تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے :-

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَدَّمُ عَلَيَّ بَايَحْجَرَتِي وَالْحَبْشَةَ يُلْعَبُونَ بِالْجِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ تَرْمِي بَرْدًا لَأَنْظُرَ إِلَى لَعِبِهِمْ بَيْنَ أَذْنِهِ وَغَائِقِهِ ثُمَّ يَتَرَدَّدُ مِسْرًا جَلِيًّا حَتَّى أَكُونَ أَنَا الْبَتَّى الْفَتْرَفُ فَاقْدَرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثُ يَشْتَرِي السِّنَّ الْحَبْرِيْنَ عَلَى النَّهْوِ - (متفق عليه)

صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہما کہ اللہ تعالیٰ کی قسم تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا اور حبشی مسکینوں پر پھیپوں کے ساتھ کھیلتے تھے (اس لئے کہ ان کا کھیلنا برہمنوں سے سامانِ بھاد سے تھا لہذا وہ تیرا انداز کی طرح عبادت ہوا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چاد کے ساتھ میرا پردہ کر رہے تھے تاکہ میں حضرت کے کندھوں اور کانوں کے درمیان سے ان کے کھیل کی طرف دیکھوں پھر حضرت میری غاظر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں خود بخری اور بس نہ کیا آپ نہ پھرے۔ پس اندازہ کرو۔ نہایت سے

مقدار کھڑے رہنے لڑکی کے کہ صغیر سن حرم کرنے والی کھیل پر ہو یعنی خیال کر کہ لڑکیاں خورد سال  
کس قدر حریص ہوتی ہیں کھیل کے دیکھنے پر اس قدر میں کھڑی رہی اور حضرت بھی میری خاطر کھڑے رہے  
اس واقعہ سے دنیا پرست  
مخالفین پر وہ کے ایک زبردست اعتراض کا جواب ملاؤں نے اپنے دعوے

کی تائید میں جناب صدیقہ پر بھی (اجانب) تا حرم کے دیکھنے کی تہمت لگائی ہے۔ حالانکہ حدیث  
کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ ان کے بدن کو نہیں دیکھتی تھیں بلکہ ان کی تلواروں کے کرب  
یا ہاتھوں کو دیکھتی تھیں۔ چنانچہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں امام قسطلانی اس کی شرح میں  
فرماتے ہیں:-

وَالْأَيْدِيَهُمْ لَا إِلَى ذَوَاتِهِمْ إِذْ  
يَعْنِي أَنَّ الْأَيْدِيَّاتِ دَلَوَارِ غَيْرَهَا كِي طَرَفِ دِيكْتِي مَحْتِي  
نَظَرًا لَا جَنَبِيَّةَ إِلَى الْأَجْنَبِيِّ  
أَنْ كَسَمِ كِي طَرَفِ مَنِيْنِ اس لَسَ كِي عَوْرَتِ اجْنَبِيَّةِ كُو  
اجْنَبِي مَرْدِ كِي طَرَفِ دِيكْنَا جَانِبِ اس هـ

جو لوگ کرب دکھاتے ہیں یا پھری گنگہ پست لکڑی کا کھیل کھیلتے ہیں ان کی نظریں تلواروں  
اور اطراف بدن پر ہوتی ہیں۔ اور دیکھنے والوں کی نظریں ان کی حرکات و آلات کی طرف۔ بلکہ اس  
وقت تو ان کا دیکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔  
اگر یہ کہا جائے کہ اُمّ المؤمنینؓ نہ وہ لعب میں کیوں مصروف تھیں اس کا جواب امام قسطلانی نے  
یہ دے دیا کہ وہ کھیل ایسا نہ تھا کہ جس میں اضاعت وقت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو بلکہ وہ جہاد  
میں کام آنے والے کرب تھے۔ اور آپ کو اس غرض سے دکھائے گئے کہ آپ ان تلواروں  
کے ہاتھوں کو ضبط کر لیں اور پھر مستورات کو سکھائیں۔ چنانچہ امام قسطلانی فرماتے ہیں:-

لَعَلَّهَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
شَايِدْ نَبِيْ كَرِيْمِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَرَكَبًا تَنْظُرُ إِلَى الْعَبِيْهِمْ  
عَالِشَ صَدِيقَةٍ دِيكْنِي كِي اجازت ديدِي تَاك  
لِتَضْبُطَهُ وَتَنْقُلَهُ لِنَعْمَتِهِ  
وہ انكے كھيل كو ديكھ كر اسے اچھي طرح ياد ركھ  
لِيْنِ اور اس طريقي كِي نقل كريْنِ اور سِيكھيْنِ۔  
بَعْدُ:-

اور علامہ بدر الدین عظیمی رحمہ اللہ نے اس پر بھی تہمتیں لکھیں ہیں۔

فِيهِ جَوَازُ اللَّعِبِ بِالسَّلَاحِ  
لِلْمُتَدَرِّبِ عَلَى الْحَرْبِ وَ  
التَّشْيِيطِ عَلَيْهِ وَجَوَازُ نَظَرِ  
النِّسَاءِ إِلَى فِعْلِ الْأَجَانِبِ وَ  
وَأَمَّا النَّظَرُ مِنْ إِلَى وَحْبِهِ  
الْأَجَنَبِيِّ فَإِنْ كَانَ بِشَهْوَةٍ  
فَحَرَامٌ إِنْ تَفَاقَا وَإِنْ كَانَ  
بِغَيْرِهَا فَالْأَصَحُّ التَّحْرِيمُ  
وَقِيلَ كَانَ هَذَا قَبْلَ  
نَزُولِ قَوْلِ تِلْكَ الْمُؤْمِنَاتِ  
يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ

اس میں اسلحہ کیساتھ لڑائی کرنے کی تربیت  
دینے اور اس پر حرارت دلانے کا جواز ہے  
اور اجنبیوں کے کام کی طرف عورتوں کے  
دیکھنے کا بھی جواز ہے لیکن اجنبی کے چہرے  
کی طرف دیکھنا اگر شہوت کیساتھ ہو تو  
بالاتفاق حرام ہے اور اگر شہوت کے بغیر ہو  
تو پھر بھی صحیح یہ ہے کہ حرام ہے۔ اور بعض  
نے کہا ہے کہ یہ واقعہ آیت قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ  
دلے نبی مومن عورتوں سے فرمادو کہ وہ اپنی  
نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ کے نزول سے  
پہلے کا ہے۔

یعنی اس واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوئے ایک تو تلوار وغیرہ آلات حرب سے کھیلنے  
کا جواز تاکہ شوق و رغبت علی الجہاد پیدا ہو۔

ثانیا عورتوں کو اجانب کے افعال کی طرف دیکھنا جائز ہوا۔ لیکن عورتوں کو اجنبی مردوں  
کے چہرہ کی طرف بشہوت دیکھنا تو بالاتفاق حرام ہے اور بلا شہوت بھی بنا بر قول اصح حرام ہے۔  
مظاہر حق میں ہے کہ توریشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ قبل نزول حجاب کا ہے  
اس قول کی بنا پر تو مخالفین پر وہ کا استدلال بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ اگر امام قسطلانی کے قول  
کو اختیار کیا جائے کہ یہ واقعہ بعد نزول حجاب کا ہے۔ تب بھی مخالف کو اصلاً مفید نہیں۔  
جبکہ اس میں اجانب کی طرف نظر کرنے کا قطعی انکار اور ان کے آلات کی طرف دیکھنے کا اقرار ہے  
بخاری شریف میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے :

كَانَ الْفَضِيلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ  
امْرَأَةٌ مِنْ خَشَعَةٍ فَجَعَلَ  
يَعْنِي فَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ حَضَرَتْ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْسَ پُشت سواری پر  
سوار تھے۔ ایک عورت قبیلہ خثعم کی حاضر

الْفَعْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ  
 إِلَيْهِ فَجَعَلَ الْقَبِيضَ عَلَى الْإِثْمِ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّوَيْضُفُ وَجْهَهُ  
 الْفَعْلُ إِلَى الشَّقِ الْأَخْرَافِ

آتی۔ حضرت فضل اس کی طرف دیکھتے  
 تھے۔ اور وہ ان کی طرف تو حضور نے فضل  
 کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر دیا۔

.....

پس اگر اہانب مرد و زن کو چہرہ دیکھنا ممنوع نہ ہوتا تو حضور کیوں فضل کا چہرہ پھیرتے  
 اور دوسری طرف کرتے۔

---

# اسلام میں پردہ کی ابتدا

پردہ کا سب سے پہلا حکم ۵ ہجری میں نازل ہوا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے عقد کیا اور ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ مومنین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ اور کوئی ضروری بات کہنی ہو تو پس پردہ کہیں جس کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج مطہرات کے دروازوں پر پردے ڈلوادیتے جو اس سے پہلے نہ تھے اور غیر محرم کو اندر جانے سے منع کر دیا گیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چچا زاد تھا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے سے روکا تھا جس پر وہ ناراض ہو گیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے آپ کی ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم ہوا جیسے کہ سورۃ احزاب رکوع میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ  
وَلِبَنَاتِكَ وَلِغُلَامِكَ  
يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ  
جَلَابِئِهِنَّ ط ذَلِكَ اذْكُرْ اِنَّ  
يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط

اے پیغمبر کہہ دیجئے اپنی بیویوں سے اور صاحبزادوں  
سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیٹیوں سے  
کہ نیچے ٹھکایا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی  
اپنی چادریں۔ اس سے جلدی پہچان ہو  
جایا کرے گی تو آزاد نہ دی جایا کریں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شہر کے اندر پاخانہ نہ تھا۔ نہ  
شان نزول ہونے کے باعث شریف زادوں کو بھی فضائے حاجت کے لئے سڑکوں  
شہر سے باہر جانا پڑتا تھا۔ بدکردار لوگ (غندے) عوام کیا خواص عورتوں کو بھی آتے جاتے دیکر کہ  
ان سے ہنسی مذاق کیا کرتے تھے۔ جب ان سے دریافت کیا جاتا کہ تم کیوں شرفاء زادوں سے  
ہنسی کرتے ہو تو وہ کہتے کہ ہم ان کو لونڈیاں سمجھے ہیں درنہ ہماری مجال نہیں۔

ایک دفعہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قضائے حاجت کے لئے بستی سے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چونکہ سودہ رضی اللہ عنہا جسم کی بیماری بھر کم تھیں فوراً پہچانی گئیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسے سودہ رضی اللہ عنہا تم فوراً پہچانی جاتی ہو۔ ذرا سمجھ کر گھر سے آیا کرو۔ پس جب وہ باہر سے گھر تشریف لائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام قصہ عرض کیا۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی۔ اور یہ آیتیں اتریں،

”اے پیغمبر کہہ دیجئے اپنی پیپیوں سے اور صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے کہ نیچے ٹکالیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو ہزار نہ دی جایا کریں گی۔“

مطلب یہ کہ ضرورت کے باعث فقنائے حاجت کسے شہر سے باہر جانا تو جائز ہے لیکن گھونگھٹ نکال لیا کرو تاکہ لوگ پہچان لیں کہ شریف زادی ہے لڑکی باندی نہیں یا یہ پہچان لیں کہ نیک بخت ہے یا کار نہیں تو پھر نہ کوئی من سے الجھے گا۔ نہ ان کو کوئی پھڑے گا۔

اس آیت شریف میں تعلیم ہے گھر سے باہر نکلنے کے ضابطہ کی جو کسی ضرورت سے واقع ہو۔ کہ اس وقت بھی بے پردہ نہ ہو بلکہ اپنی چادر کا پلہ اپنے چہرے پر ٹکائیں تاکہ چہرہ کسی کو نظر نہ آئے۔ لہذا اب اس میں کلام نہیں ہے کہ چہرہ کا چھپانا ایک واجب شرعی ہے۔ نص قطعی دلالت قطعی۔

اہل اللہ تعالیٰ نے اہل المؤمنین کو گھر میں پردے سے رہنے کا حکم

ممانعت کر دی چنانچہ سورہ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے :

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ

مَبْرُوجَاتٍ ۚ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۚ

نہ پھر در پہلے زمانہ جاہلیت کی طرح۔

(سورہ احزاب رکوع ۵)

جیسے کفر کی حالت اور اگلے زمانہ کی جاہلیت میں دستور تھا کہ عورتیں بے پردہ بناؤ سنگار دکھاتی پھرا کرتی تھیں۔ ایسا نہ کرو بلکہ پردہ میں بیٹھو اور گھروں میں قرار پکڑو۔



اس آیت میں گو خطاب ازواج مطہرات کو ہے لیکن سیاق و سباق میں اس کے متصل لگے اور پچھلے کئی حکم عام ہیں مثلاً قُلَّاتُ خُصْعَعُنَّ بِالْقَوْلِ یعنی دب کر بات نہ کہا کرو وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا یعنی اور کہا کرو معقول بات وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ یعنی اور قائم رکھو نماز وَآتِينَ الزَّكَاةَ یعنی اور دیتی رہو زکوٰۃ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ طیعنی اور فرمانبردار رہو اللہ اور اس کے رسول کی۔

پس اس صورت میں اس کو مرنے کی الوجہ خاص کہنا نہ صرف مستبعد بلکہ بعید از عقل ہے کیونکہ خود آیت ہی میں غور کرنے سے خصوصیت کا احتمال نہیں رہتا۔

جائے غور ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کو جو مومنوں کی مائیں ہیں گھروں میں رہنے کا حکم ہوا ہے تو بجملا عام عورتوں کو تو بدرجہ اولیٰ حکم ہوگا۔ کیونکہ ان میں فتنہ عظیمہ کا احتمال ہے۔

## عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے اور سڑکوں کے درمیان چلنے کی ممانعت

عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنا نہیں چاہیے اور نہ ہی سڑکوں کے بیچ میں چنانچہ حدیث شریف میں ہے :-

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ فِي الْخُرُوجِ إِلَّا مَضْطَرَةً إِلَى قَوْلٍ وَلَيْسَ لِهِنَّ نَصِيبٌ فِي الطَّرِيقِ إِلَّا الْحَوَاشِي (رواه الطبرانی في الكبير)

یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورتوں کے لئے گھر سے باہر نکلنے میں کچھ حصہ نہیں مگر یہ کہ مجبور و مضطر ہوں اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ عورتوں کیلئے رستوں میں چلنے کا کوئی حق نہیں سوائے کناروں کے (اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔)

بغیر اجازت خاوند کے کسی کو گھر میں آنے کی ممانعت  
ہر ایک دین دار عورت کو  
ضروری ہے کہ وہ کسی آدمی

کو اپنے گھر میں آنے نہ دے۔ ہاں اگر خاوند سے اجازت لے لے تو پھر مضائقہ نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے :

عَنْ مَعَاذِ بْنِ رَسُولٍ أَنَّ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْعَلُ لِلْمَرْأَةِ تَوَسُّعًا بِأَمَلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تَأْذِنَ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِهِمْ وَلَا تَخْرُجَ وَهَرٍ كَارَهُ وَلَا تُطِيعَ مِنْهُ أَحَدًا رَوَاهُ الطَّبْرَاذِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي السَّنَنِ

یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کے گھر میں بغیر اس کی اجازت کے کسی کو آنے دے نیز عورت کو شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے باہر نکلنا بھی جائز نہیں اور اس بارے میں کسی کی اطاعت بھی جائز نہیں۔

ایکلی عورت کے گھر میں جانے کی ممانعت اگر کوئی عورت اپنے گھر میں ایکلی رہتی ہو یا اس کا خاوند کہیں گیا ہوا ہو تو اس کے گھر میں جانا منع ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے :

عَنْ جَابِرِ بْنِ الشَّيْخِ أَنَّ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلْبَسُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ قُلْنَا وَمِنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ كَرِهْتُ ذَلِكَ لِيحْبِثَ اللَّهُ أَعْمَانِي عَلَيْهِ قَالُوا سَلَّمَ (رواه الترمذی)

یعنی ترمذی شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر داخل نہ ہو جن کے خاوند غائب ہیں اس لئے کہ شیطان تمہاری رگ رگ میں پھرتا ہے۔ ہم نے کہا اور آپ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اللہ میں بھی لیکن اللہ نے میری مدد کی ہے شیطان پر پس میں سلامت رہتا ہوں۔

وَلَفْظُ أَسْلَمْتُ مَعْنَى تَمَنَّى كَيْفَ لَمْ يَكُنْ فِي بَعْضِ رَوَايَاتٍ فِي آيَا

سہ د جس کے معنی یہ ہیں کہ شیطان مسلمان ہو گیا ہے،

غیر محرم مرد و عورت کا تحلیہ میں بیٹھنا ممنوع ہے ایک ہی کمرے میں غیر محرم مرد اور عورت کا تنہا بیٹھنا ممنوع ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ النَّبِّیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَخْلُوتُ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ بَیْنَهُمَا الشَّیْطَانُ (رواہ الترمذی)

یعنی ترمذی شریف میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہا جگہ میں بیٹھے گا تو تیسرا ان کا شیطان ضرور ہوگا۔

یعنی شیطان ان دونوں کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ ان کی شہوت کو جوش میں لاتا ہے یہاں تک کہ وہ دونوں کو زنا میں ڈالتا ہے۔

اسے حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نامحرم مرد و عورت کا تنہا جگہ بیٹھنا حرام ہے اور اگر پردہ نہ ہو تو حادث اور مشاہدہ شاید ہے کہ ہرگز اس میں احتیاط نہ کی جائے گی۔ بالخصوص آج کل کے بے باک اور آزاد طبائیسے یہ امر یقینی ہے پس بے پردگی ذریعہ ہوگی اس تنہائی کی۔ اور یہ تنہائی حرام تو اس کا ذریعہ یعنی بے پردگی بھی حرام پس پردہ مروجہ واجب۔

کتب فقہ میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے پاس تحلیہ میں بیٹھے اور وہاں تیسرا شخص نہ ہو تو اس عورت کا مہر اس مرد پر پڑ جاتا ہے خواہ انہوں نے آپس میں سوائے گفتگو کے اور کوئی ناجائز کام نہ کیا ہو۔ مگر ان کی یہ خلوت صحیحہ زنا کے حکم میں ہوگی۔ پس جو لوگ اپنی چچا زاد بہن یا بیوہ چچی یا مامی یا ماموں زاد بہن وغیرہ کے ساتھ خلوت میں بیٹھتے ہیں۔ وہ بھی اسی حکم میں ہیں۔ مگر اس زمانہ میں اس کا رد لاج عام ہے اس کو کوئی معیوب نہیں سمجھتا۔ اگر کسی مرد کو کسی غیر محرم سے یا کسی عورت کو سائل اور مسئول کو پردہ کرنے کا حکم کسی غیر محرم مرد سے کچھ مانگنا ہو تو اس حالت میں بھی پردے کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ امہات المؤمنین کے ذکر میں سورہ

احزاب رکوع ۷ میں ارشاد فرماتا ہے:-

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ مِنْ غَدٍ فَاصْبِرُوا لِحُكْمِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الضَّالِّينَ

یعنی اور جب تم پیغمبر کی بیویوں سے کوئی

فَسَلُّوْهُنَّ مِنْ ذَرَّآءِ حَبَابٍ  
ذَلِكَ لِأَنَّكُمْ لَبِئْسَ بِلِقَاكُمْ قُلُوبُكُمْ  
پیر مانگنے لگو تو آرزو پر دے، کے پیچھے سے مانگو اس  
میں زیادہ پاکی ہر تمہارے دلوں کی بھی اور ان کے دلوں  
کی بھی۔

.....

اس آیت سے ملاحظہ ثابت ہوتا ہے کہ حجاب جس کی حقیقت متعارف ہے بہت  
مزدی اور اہتمام کے قابل ہے۔ باوجودیکہ چیز مانگنا ایک گونہ ضرورت بھی ہے لیکن اس ضرورت  
کے ساتھ بھی بے پردگی کی اہلالت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس حالت میں بھی وسیعہ امر کے ساتھ بکشتہ و  
عقلاً وجوب کو مفید ہوتا ہے حفاظت حجاب کا خطاب کیا گیا۔ تو بھلا جہاں یہ ضرورت بھی نہ ہو یا  
اس سے خفیف ضرورت ہو۔ جیسے ہوا خوری یا توسیع معلومات دنیا۔ تو وہاں بے حجابی کی اجازت  
کب ہوگی؟

آنحضرتؐ سے غیر محرم عورتوں کا پردہ کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی  
حدیث شریف میں ہے :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ عَمْرٍاءَ  
مِنْ بَنَاتِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ أَوْصِيَتْهُنَّ أَنْ  
يَكُنَّ فِي بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى يَخْرُجَ  
الرَّسُولُ ﷺ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
يَعْنِي ابْنَهُ وَأَوْدَاقَ النَّبِيِّ ﷺ فِي عَائِشَةَ صَدِيقَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
لَعَلَّ لَهَا مِنْهُمَا سِرٌّ يَكُونُ لَهَا  
كَهَاتِهِمْ فِي خُطْبَتِهَا أَوْ فِي بَيْتِهَا  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي تَكُونُ  
كَسَائِهِمْ فِي بَيْتِهَا أَوْ فِي خُطْبَتِهَا  
.....

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو اپنے  
سامنے نہ آنے دیتے تھے پس جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے پردہ کراہیں تو پھر  
ان سے بڑھ کر کون سا بزرگ یا پیر اور کون سا شہداء و ارباب نیک نظر ہو سکتا ہے۔ جس سے  
بے حجابی جائز ہو سکتی ہے۔

پردے کے سبب مطلقہ عورتوں کو گھر سے باہر جانے کی ممانعت  
.....

سے ان کو سخت پردہ کرنے کا حکم ہے چنانچہ سورہ طلاق میں ارشاد ہوتا ہے :

لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بَيْتِهِنَّ  
وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِغِلْظَةٍ  
مُبَيِّنَةٍ ۖ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ  
وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ  
ظَلَمَ نَفْسَهُ ۖ

یعنی ان طلاق دی ہوئی عورتوں کو ان کے  
رہنے کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ  
نکلیں مگر یہ کہ کھل جائے حیاتی اختیار کریں (تو  
اور بات ہے) اور یہ خداوندی ضابطے ہیں اور  
جو خدا تعالیٰ کے ضابطوں سے ادا نہ ہو گیا۔ اس  
نے اپنا ہی نقصان کیا۔

.....

اس آیت میں طلاق والی عورتوں کو گھر میں رہنے اور رکھنے کی تاکید پائی جاتی ہے۔  
اور اس جس کو سزا لے طلاق تو کہہ نہیں سکتے۔ کیونکہ اگر کسی صورت میں طلاق نازیبا ہے تو  
وہ فعل مرد کا ہے۔ عورت کو سزا لے جس کیوں دی جائے تو بالضرور کہنا پڑے گا۔ کہ عورت  
کی وضع فطری کا مقتضا یہی ہے کہ گھر میں رہا کرے اور یہ وضع اور یہ مقتضا قبل طلاق  
بھی اسی حالت پر تھا۔ لیکن طلاق کا اس میں دخل ہونا جیسا کہ آیت سے معلوم ہوا وہ نفس  
وجوب حجاب میں نہیں۔ بلکہ زیادت حجاب میں ہے اور وجہ اس زیادت کی یہ ہے کہ قبل  
طلاق چونکہ یہ عورت ایک مرد کے لئے نامزد تھی۔ اس لئے علمائین رشتہ کی طمع رکھنے  
والے، کی طمع کسی قدر منقطع تھی اور اب بوجہ آزاد ہو جانے کے علمائین کے قلوب میں زیادہ  
میلان ہو سکتا ہے اس لئے زیادہ حفاظت کی ضرورت ہوئی۔ پس جو ضرورتیں جواز خروج  
کے لئے قبل طلاق کافی تھیں۔ اب ان کے مقابلہ میں موجبات حجاب میں زیادہ شدت ہو  
گی اور وہ سابق ضرورتیں جواز کے لئے نا کافی سمجھی جاتی ہیں۔

اس تراویح : اگر کوئی یہ کہے کہ عدت کے گزر جانے کے بعد نکلنے کی کیوں اجازت ہے حالانکہ  
اس وقت اس طمع میں اور قوت ہو جاتی ہے ؟

جواب : اس فرق کے دو سبب ہیں :  
اول : یہ کہ اس وقت کی طمع کا تدارک نکاح سے ممکن ہے بخلاف حالت عدت کے کہ دوسرا

نکاح بھی حرام ہے

دوم یہ کہ اس وقت کوئی اس کا فیصلہ فقہ نہیں۔ اس لئے ضرورت کے لحاظ میں دسوت کی گنتی گزرتی میں طلاق دہندہ کے ذمہ اس کا نفع ہے لہذا اس وسعت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور اس تاکید کی حکم کو اونہ زیادہ مؤکد دس سے کیا گیا کہ اس کو منجملہ حدود التہیہ فرمایا اور تعدی حدود (حدود کو کوڑے اپر و عید ستانی۔

غرض صرف شرعی مزدت سے جو بہت ہی شدید ہوا اعتراض کو گوارا کیا اور ماسوا حضرت شدید میں اصل حکم جس فی البیوت ہی باقی رہا۔

عورت کا سر سے پاؤں تک پردہ کرنا کرنا کا حکم ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے

یعنی صحیح ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت قابل ستر ہے یعنی سر سے پاؤں تک پوشیدہ رہنے کے قابل ہے جب وہ اپنے پردہ سے نکلتی ہے یعنی جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے مردوں کی نظروں میں اچھا کر کے دکھانا ہے۔

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ عَوْنَةٌ فَإِنْ خَرَجَتْ شَاتَشَتْ شَرَّهَا الشَّيْطَانُ (رواه الترمذی)

.....

.....

.....

غرض عورت کو ایسے پردے میں رہنا چاہیے۔ جیسے اعضائے مخصوصہ کو پردہ میں رکھا جاتا ہے اور جیسے اعضائے مخصوصہ کا لوگوں کے سامنے کھولنا معیوب اور گناہ ہے ایسے ہی عورت کا غیر محرم لوگوں کے سامنے ہونا مذموم اور جرم ہے۔

پردے کے بارے میں صحابہ کا دستور العمل صحابہ کرام پردہ کرنے میں زیادہ الابرار میں مرقوم ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ دیواروں کے بھر دھوکوں اور سوراخوں کو بند

كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمَسُّوْنَ الثُّقُبَ دَ

الکُؤَىٰ فِي الْغَيْطَانِ لِيَحْلُلَ عَلَيْكَ  
النِّسَاءَ عَلَى الرِّجَالِ -  
کر دیا کرتے تھے۔ تاکہ عورتیں مردوں  
کو نہ بھانگیں۔

بوڑھی عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم  
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي  
لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ  
جُنَاحٌ اَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ  
غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۚ وَارْت  
يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ (سورہ نور)

یعنی وہ جو عورتیں ایسی ہار گئی ہیں کہ ان کو نکاح  
بچنے کا احتمال بھی نہیں رہا یعنی جو بوڑھی ہیں  
اور نکاح کی توقع نہیں رکھتیں! بیویوں کو اس  
بات میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے خاص خاص  
کپڑے اتار کر رکھیں بشرطیکہ زینت کے مواقع  
ظاہر نہ کریں اور اس سے بھی بچیں تو اور بھی بہتر ہے

.....

الضخاص کپڑوں سے مراد زائد کپڑے ہیں جن سے منہ اور ہاتھ وغیرہ چھپایا جاتا  
ہے کیونکہ بجز وجہ و چہرہ اور کفین (ہتھیلیاں) کے باقی بدن کا چھپانا تو جو ان بوڑھی سب  
ہی کے واسطے فرض ہے۔ چنانچہ اسی آیت میں بھی یہ شرط لگا دی ہے غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ  
بِزِينَةٍ ط اور زینت میں سارا بدن داخل ہے باستثنائے ضروری الّا ما ظہر منها  
کے جس کی تفسیر وجہ اور کفین ہے جیسا کہ سابقہ آیت میں مذکور ہے۔ پس وہ آیت اس  
آیت کی تفسیر ہو جائے گی۔ زائد کپڑوں سے یقیناً وجہ اور کفین کے چھپانے والے کپڑے  
مراد ہوں گے۔

پھر اس میں تخصیص کی گئی بہت بوڑھی عورتوں کی جس سے صاف معلوم ہوا کہ جو  
عورت ایسی نہ ہو۔ بلکہ نکاح کے قابل ہو یعنی جوان ہو یا میانہ عمر ہو تو کسی کے سامنے ان  
زائد کپڑوں کے اتارنے کی اس کو بلا ضرورت اجازت نہیں تو وجہ اور کفین کا واجب الستر  
ہو یا بدالت واضح اس سے مفہوم ہوا۔ البتہ چونکہ ان کا وجوب ستر لغیرم ہے۔ اور وہ  
غیر نساء قواعد میں مرفوع ہے۔ لہذا ان کو انکشاف کی اجازت ہو گئی۔ لیکن اجازت ہی  
کے ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ اس سے بھی بچیں تو اور بہتر ہے۔ جس سے متیقن ہو گیا کہ یہ

پس جب بوڑھیوں تک کے لئے یہ حکم ہے تو بھلا نوجوان عورتوں کو کہاں اجازت ہوگی کہ وہ دور دور کے رشتہ داروں کے سامنے بے حرکت آیا جایا کریں۔

## پردہ کے متعلق فقہی مسائل

جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس کے منہ کو دیکھنا جائز ہے۔ اگرچہ شہوت کا خوف ہو مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ممنوع ہے ایک روایت میں بشرط اذن جب نہ لکھا ہے (تبیہین)۔

طیب اور خاتق کو جائز ہے کہ بیتہ جھٹونہ و مریضہ کی اندام نہانی پر نظر کرے جب کہ کوئی زن طیبہ اور خاتمہ نہ ملتی ہو اور مرض کی زیادتی کا خوف ہو۔ اس صورت میں طیبہ کو لازم ہے کہ حتی المقدور آنکھ بند کر کے علاج کرے اور مریضہ کو بھی چاہیے کہ سولے مرض کے مقام کے تمام بدن کو چھپانے کے لئے (لَا تَمَّا يَثْبُتُ بِالضَّرْمَةِ يُسْتَعْدَدُ بِقَدْرِهَا۔ یعنی جو چیز ضرورت کے واسطے جائز ہوئی وہ ضرورت کے موافق عھرائی جاتی ہے) (مسراجیر)

تفسیر کبیر میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی اجنبیہ عورت پانی میں ڈوبتی ہوئی یا آگ میں جلتی ہوئی نظر پڑے تو اس کے نکلنے کے واسطے اس کو دیکھنا اور پھوٹا جائز ہے۔

نصیر کے وقت زن حُرّ کنیز کا حکم رکھتی ہے جیسا کہ مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت نوہ کرنے والی کو درے سے مارا یہاں تک کہ اس کے سر سے برقع گر پڑا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اسے امیر المؤمنین ایہ عورت بے ستر ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ شریعت میں اس کی حرمت ساقط ہو گئی۔ اب یہ باندیوں کی مانند ہے (آداب القاضی وغیرہ)

## غیر محرم عورتوں کے دیکھنے کی ممانعت

اجنبی مردوں کو لازم ہے کہ وہ غیر محرم عورتوں کے من و جمال کو نہ دیکھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ نور رکوع ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:



فَلْيَتُوبُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ إِنَّهُنَّ كَانَتْ تَكْفُرًا  
 اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُ أَرْجُلَهُمْ  
 خَالِكًا أَذًى لَّهُمْ طَائِفَتٌ لِّلْجَنَّةِ  
 بِمَا يَصْنَعُونَ ۝

اسے میرے جیب! کہہ دے مسلمان مردوں  
 سے کہ بچی رکھا کریں اپنی نظریں اور حفاظت  
 کریں اپنی شرم گاہوں کی۔ یہ ان کے لئے  
 پاکیزہ تر ہے بے شک اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہیں

عزمن غیر محرم عورتوں کی طرف شہوت سے دیکھنا ممنوع ہے چنانچہ حدیث شریف میں مروی  
 ہے کہ جو شخص اجنبی عورت کی شکل و شمائل پر شہوت سے نظر ڈالے گا۔ قیامت کے دن اس  
 کی آنکھوں میں سیسہ بھلا کر ڈالا جائے گا۔

ہاں اگر اتفاق سے بغیر شہوت کے زینت ظاہرہ یعنی منہ اور ہاتھ پر نگاہ پڑ جائے تو  
 مضائقہ نہیں لیکن دوبارہ نہیں دیکھنا چاہیے۔

## غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے وساوس شیطانی کا پیدا ہونا

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے وساوس شیطانی پیدا ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے  
 عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَرْأَةَ  
 تُقْبِلُ فِي مَسْوَرَةٍ شَيْطَانٍ وَ  
 تُدْبِرُ فِي مَسْوَرَةٍ شَيْطَانٍ رَّوَاهُ

یعنی صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت  
 ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت  
 شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان  
 کی صورت میں واپس جاتی ہے۔

مسلم

## عورتوں کو خوشبو مل کر گھر سے باہر جانے کی ممانعت

عورتوں کو خوشبو وغیرہ مل کر گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ بالخصوص غیر محرم مردوں  
 کے پاس سے گزرنا اور بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے :

عَنْ أَبِي سُرَيْجٍ قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْمَنَ مَا

یعنی نسائی شریف میں ابو موسیٰ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

اِسْرَآءِ اِسْتَعْطَرَتْ فَنَمَرَتْ  
عَلَى قَرْيَمٍ لِيَبْعِدَ وَارِثُهَا نَبِيْهُ  
زَانِيَةً وَكُلُّ مُعَيَّنٍ زَانِيَةٌ  
(رواه النسائي و متغيب والترهيب)

علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت عطر مل کر مردوں کے  
پاس سے گزرے تاکہ اس کی خوشبو سونگھیں وہ  
عورت زنا کار ہے اور ہر آنکھ جو اس کو دیکھے  
زنا کار ہے۔

## غیر محرم عورت کی طرف اچانک نظر پڑنا

غیر محرم عورت کی طرف اگر کسی کی اچانک نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے۔ چنانچہ حدیث  
شریف میں ہے :-

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
فَإِنْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ  
نَظَرٍ فَجَاءَ فَاسْتَرَجَى أَنْ  
أَعْرِفَ بَعْضَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

یسنی صحیح مسلم میں عن جابر بن عبد اللہ  
سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ  
جانے کے متعلق حکم دریافت کیا تو آپ نے مجھ  
کو حکم کیا کہ فوراً نظر کو پھیر لو۔

مطلب یہ کہ جو نظر ناگہاں جا پڑے معذور ہے لیکن پھر نہ دیکھتا رہے بلکہ جلدی سے  
نظر پھیر لے اور پھر دوبارہ نہ دیکھے اس سے کہ پہلی نظر جبکہ قصد آنہ ہو تو معاف ہے۔ پھر اگر  
دیکھتا رہے تو گنہگار ہوتا ہے لہذا واجب ہے کہ فی الفور نظر پھیر لے (مظاہر حق کتاب النکاح باب النظر)  
گو بلا ارادہ و ناگہاں غیر عورت پر نظر پڑ جانا شرعاً معاف ہے مگر اس طرح بے احتیاطی  
روا رکھنا کہ غیر عورت پر نظر پڑ جانے کا امکان رہے اگر اس میں قصد و ارادہ کا دخل نہ ہو کمال  
تقوٰے کے خلاف ہے اور اعلیٰ درجہ کے متقین و صالحین کے لئے اتنا بھی سخت باعث  
تنگ و عار ہے چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ ایک مرتبہ  
کسی اجنبی عورت پر بلا قصد نگاہ جا پڑی تو آپ اس سے اس قدر تنگ دل و  
پریشان ہوئے کہ زار زار روئے۔

## غیر محرم کی طرف دوسری دفعہ نظر ڈالنے کی ممانعت

کسی غیر محرم عورت کی طرف دوسری دفعہ نظر اٹھا کر دیکھنا نہیں چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے :-

عَنْ مُجَرِّدَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبْصِرُ يَا عَائِشَةُ إِلَّا ثَلَاثَ نَظَرَاتٍ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْاَوَّلَى لَيْسَتْ لَكَ الْاُخْرَى (رواه احمد والترمذی والبودد والذامی)

یعنی ترمذی اور البودادہ وغیرہ میں بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا ہے علی! نہ نظر ڈال پیچھے نظر کر کے (یعنی جب غیر محرم عورت پر ایک بار نظر ناگہاں جا پڑے۔ تو پھر دوبارہ اس کو نہ دیکھ) اس لئے کہ تیسرے واسطے

پہلی نظر جائز ہے (یعنی جبکہ بغیر قصد کے ہو) اور دوسری نظر جبائز نہیں ہے۔

## غیر محرم عورت کو دیکھ کر نظر کو دوسری طرف کر نیکاً ثواب

اگر کوئی غیر محرم عورت کو دیکھ کر فوراً دوسری طرف نظر کر لے تو اس کو ثواب عظیم ملے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے :-

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ الثَّيْبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلَى حَاسِنٍ أَوْ إِلَى مَرْثِيَةٍ ثُمَّ يَغْضُ بَصَرَهُ إِلَّا أَحَدَّثَ اللَّهُ عِبَادَةً يَجِدُ حَداً وَتَقَى (رواه احمد)

یعنی احمد نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کوئی مسلمان کہ اس کی نظر ایک عورت کے حسن کی طرف جا پڑے پہلی بار یعنی اول نظر بغیر قصد کے پھر وہ اس سے اپنی نگاہ پھیر لے مگر اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ایک عبادت پیدا کرے گا کہ اس کا مزہ پایگا یعنی اپنے دل میں پروردگار عالم کے حکم ماننے کے سبب سے۔

## غیر محرم عورت کو دیکھنے کے شرک کا ایک خاص علاج

اگر کسی غیر محرم عورت کو دیکھ کر اس سے محبت آجائے تو اس سے اس عورت کے تعشق کا فتنہ پیدا ہو جانے کا خوف ہے۔ اس فتنہ کے روک تھام کی تدبیر شریعت نے یہ بتلائی ہے کہ فوراً اپنی بیوی سے جا کر محبت کرنی چاہیے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاسْتَلَوْا ابْنَةَ الْمَرْأَةِ تَقْبِلُ مِثْلَ مَسْوَرَةٍ شَيْطَانٍ وَ تَذِيرُ مِثْلَ مَسْوَرَةٍ شَيْطَانٍ إِذَا أَحَدُكُمْ أَحْبَبَتْ الْمَرْأَةَ فَوَقَعَتْ فِي قَلْبِهِ فَلْيُعِذْ إِلَى أَسْرَائِهِمْ فَلْيُؤَاقِفْهَا فَيَأْتِ ذَٰلِكَ يَرْوِي مَا فِي نَفْسِهِ (رواہ مسلم)

یعنی صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے۔ اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے جس وقت تم میں سے کسی کو خوش لگے ایک عورت اور اس کی محبت اس کے دل میں آئے تو چاہیے کہ وہ اپنی عورت کی طرف قصد کرے۔ اور اس سے صحبت کرے تحقیق یہ رجحان کہنا اس چیز کو دور کر دے گا جو اس کے دل میں ہے یعنی اس کی خواہش کو

اس حدیث میں عورت کو شیطان کے دوسرے ڈالنے اور گمراہ کرنے کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح شیطان دل میں دوسرا ڈالتا اور گمراہ کرتا ہے۔ ویسے ہی عورت کا دیکھنا دوسرے اور فساد کا باعث ہے۔ اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا جاتا ہے کہ عورت کو یہ بات حق ہے کہ گھر سے باہر بغیر ضرورت کے نہ نکلے اور نہ ہی بناؤ سنگار کر کے نکلے اور مرد کو یہ بات حق ہے کہ غیر محرم عورت کی طرف نہ دیکھے اور نہ ہی اس کے کپڑوں کی طرف۔ ورنہ دونوں کے مبتلائے فتنہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

## عورتوں کو غیر محرم مردوں کے دیکھنے کی ممانعت

عورتوں کو بھی غیر محرم مردوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ نور



سی معلوم ہوتی ہے لیکن سب گناہوں کی اصل اور جڑ یہی ہے۔ جیسے زکام کہ بظاہر بہت ہلکی اور خفیف بیماری ہے لیکن اس کے بگڑنے سے کئی طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہی حال اس نظر کا ہے کہ اگر یہ بگڑ گئی۔ تو اس سے اور گناہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے اول اسی کو روکا گیا۔

## مذکور آیات کا خلاصہ مطلب

ان آیات کا شان نزول کتب تفاسیر میں اسی طرح مرقوم ہے کہ عورتیں دوپٹہ اوڑھتے وقت ان کا ایک پتہ دوسری طرف کو پس پشت لٹکالیا کرتی تھیں جس کو بکھل کہتے ہیں۔ اور گریبان بڑے بڑے ہونے کے باعث تمام سینہ کھلا رہتا تھا۔ اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حکم ہوا کہ لگے کو لٹکائیں۔ اور دوپٹہ کی بکھل گریبانوں پر ماریں تاکہ سینہ بھی چھپ جائے۔ اور اپنے زیوروں اور زینت کے مقام کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ البتہ جو عادتاً چارونا چار کھلا رہتا ہے جس کے چھپانے میں ہرج ہے۔ یعنی منہ اور ہتھیلیاں اور پاؤں کے پنجے جو عموماً کاروبار میں مجبوراً کھلے رہتے ہیں۔ اجنبی سے چھپانے فرض نہیں۔ کیونکہ خرید و فروخت اور لین دین وغیرہ معاملات کے وقت منہ اور کف دست چارونا چار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ البتہ جہاں منظرہ فتنہ اور ارتکاب حرام کا اندیشہ ہو۔ وہاں ان کا چھپانا بھی ضروری ہے خصوصاً اس فتنہ و فساد کے زمانہ میں اجنبی سے ہر عضو کا اور خاص کر چہرہ کا جو تمام حسن و جمال کا مدار اور فریفتگی کا مبداء ہے چھپانا لازمی امر ہے۔ البتہ علاج وغیرہ کی ضرورت سے طبیب کو دکھانا جائز ہے۔

جائے عبرت ہے کہ باوجود پردے کے بعض عورتیں مردوں کو جھانکتی تاکتی ہیں۔ اور

مردوں کو بھی ایسے مواقع دے دیتی ہیں کہ وہ ان کو دیکھ لیتے ہیں بنیال کیجئے کہ جو پردہ دار نہیں ہیں۔ اُن کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

نامحرم مرد و زن کو ایک دوسرے سے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

کے دیکھنے کی ممانعت

عن • یعنی علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ حضرت نے سب سے دریافت فرمایا کہ

عَلَيْ آتَهُ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ آتَى شَيْءٌ خَيْرٌ لِلْمَرْأَةِ

فَسَكْتُوا قَالَ فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ بِفَالِهَةٍ  
 أَتَى شَيْءٌ مِنْ غَيْرِ لِلنِّسَاءِ قَالَتْ لَا يَسْرِينِ  
 الرِّجَالُ وَلَا يَرَوْنَهُنَّ فَمَا كُنْتُ ذَاكَ  
 لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَالِهَةٌ  
 بِضَعْفَةٍ مِثْلِي رَدَّوَاهُ الْبَزَادُ وَدَارِقُطْنِي  
 فِي الْأَفْرَادِ وَمَجَالِسِ الْأَبْرَادِ

بتلاؤ عورت کے لئے کوئی بات سب سے  
 بہتر ہے۔ اسپر صحابہ کرام خاموش ہو گئے اور کسی نے  
 جواب نہ دیا حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے واپس  
 آکر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ عورتوں  
 کے لئے سب سے بہتر کیا بات ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ  
 کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں نہ مرد ان کو دیکھیں۔ میں نے یہ

جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو  
 آپ نے فرمایا فاطمہ سری بخشت جگر ہے اس لئے وہ خوب سمجھیں

**عورتوں کی قسمیں** عورتیں دو قسم کی ہیں۔ مسلمہ۔ دوسری کافرہ۔ پھر یہ دونوں دو قسم ہیں۔ حرہ  
 اور ائمہ (لوٹدی) پھر حرہ مسلمہ دو قسم ہے۔ ایک صالحہ۔ دوسری فاجرہ۔

زن حرہ مسلمہ بالغہ کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو ہر زن مسلمہ اور اپنی کنیزک کے روبرو ناف  
 سے زانو تک پوشیدہ رکھے (ذخیرہ اور سراج الوداع)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نساء مسلمات (مسلمان عورتوں) کو مناسب نہیں کہ اپنے آپ  
 کو زنان کافرہ کے روبرو ظاہر کریں۔ لیکن جب عقد غیر مردوں کے سامنے نکلتا درست ہے۔ اسی  
 قدر ان کے سامنے بھی ظاہر ہونا روا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو نامہ لکھا تھا کہ زنان اہل  
 کتاب کو منع کریں کہ مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہوں۔

زن صالحہ کو زن فاجرہ کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اس  
 کے اوصاف بیان کرے گی۔ (سراج الوداع)

ایک عورت کا دوسری عورت کے منہ اور رخسار سے پر ملاقات یا نصحت کے وقت بوسہ دینا  
 مکروہ ہے۔

نامرد بختی محبوب اور مخنث نامرد بختی۔ محبوب اور مخنث سے پردہ کرنا چاہیے چنانچہ  
 سے پردہ کرنے کا حکم حدیث شریف میں ہے۔ مشکوٰۃ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ

عنا سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف رکھتے تھے۔ اُس وقت ایک محنت میرے گھر میں بیٹھا تھا۔ اُس نے میرے بھائی سے کہا کہ اے عبد اللہ اگر اللہ کے فضل سے کل کے روز طائف فتح ہوگا۔ تو میں تم کو غیلان کی بیٹی کا نشان دوں گا۔ کہ جب وہ آگے آئی ہے۔ تو اُس کے شکم پر نہایت فرہی سے چار شکن ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جب وہ پشت پھراتی ہے۔ تو آٹھ شکن نظر آتے ہیں۔ یعنی ہر پہلو پر چار شکن پیدا ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام سنتے ہی فرمایا کہ محنت محبوب نصی اور عین کو گھروں میں آج سے آنے نہ دو۔ اس لئے کہ یہ لوگ اگرچہ جماع کی طاقت نہیں رکھتے۔ مگر ان کو باقی لذتیں حاصل ہیں۔

یاد رہے کہ نصی وہ ہے جس کے خبیثے نہ ہوں۔ محبوب وہ ہے جس کا ذکر نہ ہو۔ عین نامرد کو کہتے ہیں جنہٹ وہ ہے جس میں مردانہ و زنانہ دونوں علامتیں نامکمل ہوں اور وہ لواطت کرتا ہو۔

غیر محرم عورتوں سے اُنکے خاوندوں کی اجازت کے بغیر بات چیت کرنے کی ممانعت

غیر محرم عورت سے اُس کے خاوند کی اجازت کے بغیر گفتگو کرنا منع ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

یعنی طبرانی میں عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ عورتوں سے بغیر شوہروں کی اجازت کے بات چیت کی جائے۔

حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں اپنے محرموں کے سوا اور مردوں سے بات نہ کریں (اسکو ابن سعد نے روایت کیا ہے)

عَنْ عُمَرَ وَقَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُكَلِّمَ الْمَرْءُ إِلَّا بِإِذْنِ أَذْوَاجِهِنَّ - (رواه الطبرانی في الكبير)

عَنِ الْحَسَنِ مُدْسَلًا قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحْدِثُ مِنْ الرِّجَالِ إِلَّا مُحَرَّمًا (رواه ابن سعد)



**نامحرم عورت کو ہاتھ لگانے کی ممانعت** نامحرم عورت کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ الْيَدُ زَنَا هَا أَبْطَشُ - (رواه مسلم)

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَّارٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَطْعَنَ فِي ذَاتِ سَبِّ أَحَدِكُمْ بِمَخِيطٍ قَبْلَ حُدُودِ خَيْرُ لَهُ مَنْ أَنْ يَمْسُقَ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ (رواه الطبرانی والبيهقي)

ہاں حکیم یا ڈاکٹر یا معالج وغیرہ کو ضرورتاً ہاتھ لگانا جائز ہے۔

**مشتبہ غیر محرم سے بھی پردہ ضروری ہے** اگر کسی کے غیر محرم ہونے میں شک و شبہ ہو تو بھی اس سے پردہ کرنا چاہیئے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ فِي قِصَّةِ طَوِيلَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ ذَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفَرَّاشِ وَ لِلْعَاهِدِ الْحَخْبَرِ ثُمَّ قَالَ لِسُودَةَ بِنْتِ ذَمْعَةَ أُحْجَبِي مِنْهُ لِمَا دَأَى مِنْ شَبَبِهِ

صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک قصہ طویل میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدمہ سعد اور عبد بن زمعہ میں فیصلہ کے لئے یہ فرمایا کہ یہ لڑکا تم کو دیا گیا ہے اے عبد بن ذمعه کیونکہ اولاد حق صاحب فراش کا ہے اور بدکار کے لئے پتھر پھر آپ نے سودہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا۔

یعنی صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہاتھ کا زنا نامحرم کو پکڑنا ہے۔ الحدیث۔ یعنی طبرانی اور بیہقی میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چھو دیکھائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں۔

يَعْتَبَةُ فَمَاذَا حَافِلُ لَقِي  
کہ اس لڑکے سے چھپا کر دیکھو کہ آپ نے اُس لڑکے  
کی صورت عتبہ سے ملتی دیکھی۔ پھر وہ لڑکا مرتے دم تک  
اللہ۔

رَمَتْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَوَيْفَ نَحْنُ  
یہ لڑکا نہ سعد کی لڑکی کا تھا۔ جو عتبہ کے نطفہ ناجائز سے پیدا ہوا تھا۔ عتبہ کے مرنے  
کے بعد براور عتبہ نے اُس لڑکے کے جتیا ہونے کا دعویٰ کیا۔ زمرہ کا ایک بیٹا تھا عبد  
نے اُس لڑکے کے بھائی ہونے کا اس بنا پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کی ایسی لڑکی سے پیدا  
ہوا۔ جو میرے باپ کے استعمال میں رہتی تھی۔ حضرت نے موافق قانون شرعی کے کہ نطفہ حلال  
سے نسب ثابت ہوتا ہے۔ نطفہ حرام سے ثابت نہیں ہوتا۔ اُس لڑکے کو عبد بن زمرہ کا بھائی  
قرار دیا۔ اور آپ کی بیوی سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہی زمرہ کی بیٹی ہیں۔ تو اس قاعدہ کے  
موافق وہ لڑکا سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا۔ اور محرم ہونے کی وجہ سے پردہ کی ضرورت  
نہ تھی۔ لیکن حضور نے احتیاطاً وجہ مشابہت شکل عتبہ کے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو پردہ  
کا حکم فرمایا جس پر بہت پابندی کے ساتھ عمل کیا گیا۔

اس قصہ سے معلوم ہوا۔ کہ پردہ کا اس درجہ شدت سے اہتمام تھا کہ خفیف سے  
خفیف شبہ پر بھی احتیاط کی جاتی تھی۔

دیور اور جلیٹ وغیرہ سے پردہ کرنا حکم  
ملک ہندوستان میں بالخصوص یہ مرض عام  
طور پر پھیلا ہوا ہے کہ عورتیں دیور اور  
جلیٹ وغیرہ پردہ نہیں کرتیں۔ اور ان کے سامنے کہنیوں تک ہاتھ اور گردن تک سر کھولے ہوئے  
بیدھڑک پھرا کرتی ہیں۔ حالانکہ باہر کے مردوں اور ان مردوں میں پردے کے معاملہ میں کچھ فرق  
نہیں ہے بلکہ ان کا فتنہ خیر مردوں سے زیادہ خطرناک ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہر  
جگہ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت کا شوہر کے بھائی  
بھتیجوں کے سامنے ہوتا درست ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے رشتہ دار عورت کے  
حق میں گویا موت ہیں یعنی جیسا لوگ میت سے ڈرتے اور پرہیز کرتے ہیں۔ ویسے ہی  
عورتوں کو خاوند کے بھائی وغیرہ سے بچنا اور پردہ کرنا چاہیے۔

عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ أَيَاكُمْ وَالذَّخُولَ عَلَى  
النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
أَدَأَيْتَ الْحَمَاقَةَ قَالَ الْحَمَاقَةُ  
الْمَوْتُ.

(متفق علیہ)

یعنی صحیح بخاری و مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ  
عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے پاس آمد و  
رفت رکھنے سے بچا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا  
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبلا دیور کے  
حق میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا دیور  
تو پوری موت ہے۔

اس حدیث میں بے ضرورت اور بے تکلف عورتوں کے پاس آمد و رفت رکھنے کو  
حرام فرمایا ہے اور فطرتِ صحیحہ اور دلالتِ صریحہ سے ثابت ہے کہ اس آمد و رفت کا عمدہ  
اسد وہ پردہ مروجہ ہے۔ در نہ اور کوئی امر اس وجہ کا مانع قوی نہیں چنانچہ مشاہدہ ہے  
توجیب پردہ مروجہ نہ ہوگا۔ یہ بے محابا آمد و رفت بھی ضرور رہیگی۔ اور ایسی آمد و رفت حرام ہے  
ترسے پردگی جو اس کا ذریعہ ہے۔ نیز حرام ہے۔ پس پردہ مروجہ واجب ہے۔

اندھے سے پردہ کرنی کا حکم عورتوں کو غیر محرم اندھے مرد سے بھی پردہ کرنا چاہیئے۔  
چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا كَانَتْ  
عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُونَةُ إِذْ  
أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَخَلَّ  
عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَجِبَا  
مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى لَا يُبْصِرُنَا  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

یعنی ترمذی اور ابوداؤد میں ام سلمہ رضی  
اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اور مایمونہ رضی  
اللہ عنہما کہ دونوں ازواجِ مطہرات سے ہیں۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
قدس میں حاضر تھیں۔ اتنے میں عبداللہ بن  
ام مکتوم رضی اللہ عنہ بیونا بیجا صحابی تھے۔ حضور  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئے۔  
اور اندر آنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے ان دونوں بیویوں کو فرمایا کہ اس سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْعَبِيَّ كَوْنِ  
 اِنْتِصَا السَّيِّئَاتِ  
 تَبَصُّرًا فِيهِ - دُرَّة  
 اِحْمَدُ التَّرْمِذِيُّ  
 وَابْنُ دَاوُدَ

پردہ کرو۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا  
 یا رسول اللہ وہ تو نابینا ہیں۔ ہم کو تو وہ دیکھ نہیں سکتے  
 آپ نے جواب میں فرمایا کیا تم بھی اندھے ہو۔ اور کیا تم  
 دونوں انکو نہیں دیکھ سکتیں۔ یعنی اگر وہ اندھا ہے تو تم  
 دونوں تو اندھے ہی نہیں ہو۔

اس حدیث سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے مرد کو عورت کا دیکھنا حرام  
 ہے۔ ویسے ہی عورت کو مرد کا دیکھنا۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ حدیث درج اولیٰ  
 پر محمول ہے۔

دیکھئے۔ باوجودیکہ اس مقام پر کسی قسم کی خرابی اور وسوسہ کا احتمال بھی نہ تھا۔  
 کیونکہ ایک طرف تو ازواج مطہرات تھیں جو مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ دوسری طرف ایک  
 پاک سرشت و نیک نہاد صحابی۔ پھر وہ بھی اندھے۔ لیکن اس پر بھی مزید احتیاط کے لئے  
 یا تعلیم امت کے لئے آپ نے ان بیبیوں کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر عیلا عام عورتوں کو  
 غیر مردوں کے سامنے آنا جائز کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

**رفع اشتباہ** بعض لوگوں نے اس حدیث کی یہ غلط تاویل کی ہے کہ عبد اللہ بن  
 مکتوم رضی اللہ عنہ کے کپڑوں میں پردہ کے لحاظ سے کوئی نقص ہوگا۔  
 یا ازواج مطہرات انکو غور سے دیکھتی تھیں۔ یا یہ کہ حضور نے نظر بند کرنے کا حکم دیا۔  
 محض لغو اور لہجہ باتیں ہیں۔ کیونکہ ایک جلیل القدر صحابی کی شان سے قطعی بعید ہے  
 کہ وہ بارگاہ رسالت میں خلافت لباس شرعی یا بے ستری کی حالت میں حاضر ہو۔ علاوہ  
 اس کے اگر ان کے ستر میں کسی قسم کی کمی تھی۔ تو حضرت بھی اپنا شیخ انور پھیر لیتے یا آنکھیں  
 بند کر کے ان کو ہدایت فرماتے۔

غیر محرم برات اور ولہاء دیکھنے کی ممانعت  
 عدنا دیکھا جاتا ہے کہ بیاہ شادی  
 میں بے پردگی کثرت سے ہوتی ہے

چنانچہ عورتیں برات اور ولہاء کی زیارت کو خانہ کعبہ کی زیارت سمجھتی ہیں۔ جہاں کہیں برات

کی آمد آمد ہوئی۔ دھڑا دھڑا عورتیں سچ سچا کر گھر وں سے باہر نکل کر راستہ میں اکھڑی ہوئی  
 ہیں جب برات جاتی ہے۔ تو پہلے یہ فٹش کلامی اور گالی گلوچ سے ان کی مزاح پُرسی کرتی ہیں  
 پھر ساتھ ہی ساتھ ایک دوسری سے یوں کہتی ہیں کہ اری دیکھو تو سہی کہ وہ لہا خوبصورت  
 ہے۔ یا دلہن کوئی کہتی ہے کہ وہ لہا خوبصورت ہے۔ کوئی کہتی ہے کہ دلہن خوش شکل  
 ہے۔ عزیزیکہ کوئی کچھ کہتی ہے۔ اور کوئی کچھ۔

خیال کیجئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کو صحابی کے سامنے  
 جو باوجود نیک ہونے کے اندھے بھی تھے۔ آنے کی اجازت نہ ملی۔ تو بھلا آج عام عورتوں  
 کو دلہا کا دیکھنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ درحقیقت مسلمان عورتوں اور مردوں میں  
 عیا و شرم کا نام تک نہیں رہا۔ غیر اقوام کی دیکھا دیکھی یہ بھی بے غیرت ہو گئے ہیں۔

**نامحرم مردہ سے پردہ کرنا حکم** شریعت میں تو عورت کے لئے یہاں تک حکم ہے

کہ وہ نامحرم مردہ کو بھی نہ دیکھے۔ چنانچہ حدیث  
 میں مرقوم ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے خاوند رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ تو میں روضہ مقدسہ پر کھلے منہ آیا کرتی تھی جب میرے  
 والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو پھر بھی میں روضہ مقدسہ پر کھلے منہ آیا  
 کرتی تھی۔ لیکن جب امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ یہاں دفن کئے گئے۔ تو پھر میں  
 یہاں پڑاؤ ڈھکرا اور منہ ڈھانک کر آیا کرتی۔ کیونکہ وہ غیر محرم تھے۔

دیکھتے پردہ کی کس قدر احتیاط کی جاتی تھی۔ بظاہر یہ خیال آتا ہو گا کہ مردہ کے دیکھنے  
 نہ کیا حرج ہے۔ سو یہ نہ کہو۔ کبھی ہاس سے بھی روگ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر روگ لگ  
 گیا۔ یعنی اس کا خیال بندھ گیا۔ تو دل تو ناپاک ہو گیا۔

**غیر محرم کو سلام کرنے کی ممانعت** کتب فقہ میں مرقوم ہے کہ غیر مرد کو عورت

کا سلام کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ سلام  
 میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے فوراً محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے حدیث صحیح میں  
 مروی ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں لڑیں۔ تو تین دن کے بعد انکو فوراً گفتگو کرنی

پایئے۔ اور ان میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کی طرف سے سلام کی ابتدا ہو۔ یعنی جو سب سے پہلے سلام کرے۔ اور ملاقات کے وقت بھی اسی واسطے سلام کرنے کا حکم ہے تاکہ آپس میں محبت بڑھے غرض فضول کلام تو دور کی چیز ہے۔ شریعت نے تو غیر محرم مرد کو سلام کرنے کی بھی اجازت نہیں دی۔

غیر محرم کا بھوٹا کھانا مکروہ ہے کتب فقہ میں مرقوم ہے کہ اجنبی مرد کا بھوٹا عورت کو اور اجنبی عورت کا بھوٹا مرد کو کھانا مکروہ ہے اس لئے کہ معاہدہ خیال پیدا ہو گا کہ بڑا تازک مزاج ہے۔ اور نیز جس جگہ ہاتھ لگا ہے۔ وہاں سے کھانے میں التذاذ ہو گا۔ اس لئے شارع نے ممانعت کھدی۔

بلا اجازت گھر میں داخل ہونے کی ممانعت کسی شخص کو غیر محرم کے گھر میں جانا بلا اجازت جائز نہیں چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا ۖ وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تُذَكَّرُونَ** (سورہ نور رکوع)

شان نزول ایک انصاریہ عورت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اور میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اکثر اوقات اپنے گھر میں ایسی حالت پر ہوتی ہوں کہ دوسرے کا مجھے ایسی حالت میں دیکھنا ناگوار گذرتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ آیت مذکورہ) یعنی اسے اعلان دلو! نہ جایا کرو دوسرے گھروں میں اپنے گھر والوں کے سوا۔ تا وقتیکہ اجازت نہ لے لو۔ اور سلام علیک نہ کہہ لو ان گھر والوں پر۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ عجب نہیں کہ تم یاد رکھو۔

کس قسم کے گھروں میں اجازت **فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا** درجہ پھر اگر تم نہ پاؤ ان گھروں میں کسی کو۔ تو ان میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو اجازت نہ ہو۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ کوٹ جاؤ۔ تو کوٹ جایا کرو۔ یہ تمہارے لئے

لینے کی ضرورت نہیں **فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فَمَا آخِذُوا** **فَلَا تَدْخُلُوا مَعَهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ**

قِيلَ لَكُمْ اِذْ جِئْتُمْ اِيَّاكُمْ فَادْخُلُوا اَهْلَكُمْ  
لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ اَمِ  
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا اَبْوَابًا غَيْرَ  
مُسْكُوْتَةٍ فِيْهَا مَسَاجِدٌ لَّكُمْ تَخْرُجُوْنَ

لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ اور اللہ جو کچھ کرتا  
ہو۔ سب جانتا ہے اس میں تم پر گناہ نہیں کہ  
ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے  
نہیں اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے،

جب پہلی آیت سے عام طور پر دوسرے گھروں میں بلا اجازت جانا منع ہو گیا۔  
**شان نزول** تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تجارت  
کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان آتے جاتے ایسے حیران آباد مکانات میں ٹھہرنا ہوتا ہے۔ جہاں نہ  
کوئی آدمی ہوتا ہے نہ آدم زاد و وہاں عجلا کس سے اجازت لیں۔ اور کس کو سلام کریں۔ اس وقت یہ  
دوسری آیت نازل ہوئی۔ یعنی تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ بے اجازت چلے جایا کرو۔ حیران آباد  
گھروں میں جن میں تمہارا اسباب رکھا ہو۔

غنیۃ الطالبین میں ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان  
کی ملاقات کو اس کے گھر پر جائے تو چاہیے کہ دروازے  
پر کھڑا ہو کر سلام کہے۔ اور کہے السَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَوَّلُ  
غیر محرم کیلئے کسی گھر میں داخل  
ہونے کی اجازت لینے کا طریقہ  
میں چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

روایت ہے کہ بنی عامر سے ایک شخص حضور علیہ  
الصلوة والسلام کے دولت سرا پر حاضر ہوا اور  
آپ سے اجازت اندر آنیکی طلب کی اور آپ  
گھر میں موجود تھے۔ آپ نے خادم سے فرمایا کہ  
اس شخص کے پاس جا کر اسنس کو اجازت طلب  
کرنے کا طریقہ سکھاؤ۔ چنانچہ خادم نے اس سے  
کہا کہ اس طرح کہہ کر السَّلَامُ عَلَیْکُمْ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
میں حاضر ہوں پس آئے اس طرح کہہ کر رسول اللہ صلی

رَوٰی اَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِي عَامِرٍ اِسْتَاذَنَ  
عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ  
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا یُحِبُّ فَقَالَ النَّبِیُّ  
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْرَجْ  
اِلٰی هٰذَا عَلِمًا لَا یَسْتِیْذِنُ فَقَالَ  
لَہٗ قَدْ اَسْلَمْتُ عَلَیْکُمْ اَدْخُلْ فَبِیْعَہُ  
الرَّجُلُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ فَاِذَنْ  
لَہٗ فَدَخَلَ۔





پہنچا نچہ حدیث شریف میں ہے۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَوَاحُشَ لَكُمْ فِي بَيْتِكُمْ أَحَدٌ وَلَهُ تَأْذَنٌ لَهُ فَخَذَ نَفْسَهُ بِحِصَاةٍ فَقَالَ عَيْنُهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جَنَاحٍ - (متفق علیہ)

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَطْلَعَ فِي بَيْتِهِ قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ أَنْ يَنْقُذُوا عَيْنَهُ دَرَادَاهُ سَلَمٌ»  
مسئلہ۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ فرمان ہے۔ اور حدیث محمول ہے۔ مبالغہ اور زجر شدید پر۔

یعنی صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تیرے گھر میں کوئی بھانجہ یا اس حال میں کہ تو نے اسکو گھر میں اپنی اجازت نہیں دی ہے۔ پس مارے تو اس کو کللی کے ساتھ پس اگر تو چھوٹے اسکی آنکھ تو تیرے پر گناہ نہیں ہے  
یعنی صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی کے گھر میں بغیر اُن کی اجازت کے بھانجہ تو بیشک اُنکو جائز ہے کہ اُس شخص کی آنکھیں پھوڑ دیں

ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے بھانکنا ممنوع اور ناجائز ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ فی زمانہ اس کا الٹ ہو رہا ہے۔ آجکل تو نظر بازی کا بازار ایسا گرم ہے کہ بڑے بڑے عالم اور صوفی بھی اس مرض میں مبتلا پائے گئے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور اُن کی مثال اللہ تعالیٰ سورہ جمعہ میں فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْجِمَارِ يَتَحْمِلُ أَسْفَارًا

یعنی مثال ان لوگوں کی جن کے سر تو ریت ٹھہر دے گئی۔ پھر انہوں نے اسکو سر اور آنکھوں سے نہ لگایا۔ اس گدھے کی سی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے لاود گدھوں کو کتابوں کے بوجھ سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اسی

طرح ان عالموں اور صوفیوں کے علم سے کچھ روشنی حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ علم پر عمل کرتے۔ تو ان کی یہ حالت ناگفتہ بہ نہ ہوتی اور دوسروں کے لئے انگشت نمانہ ہوتے۔

**غیر محرم مردوں کو بھانکنے والی عورت کو مارنے کا حکم** اگر کوئی عورت غیر محرم کی طرف عمداً جھانکے۔ تو اس کو مارنا چاہیے پچانچہ

حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ أَبِي التَّائِبِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ  
الْمَخْدَلِيِّ فِي قِصَّةِ الْفَتَى حَدِيثُ  
الْعَهْدِ بَعَثَ فَإِذَا امْرَأَتُهُ بَيْنَ  
الْيَا بَيْنَ قَائِمَةٍ فَاهْوَى إِلَيْهَا  
بِالرُّمْحِ لِيُطْعَمَهَا بِهِ فَاصَابَتْ  
غَيْرَهُ (درواہ مسلم)

مجلس الابرار میں مرقوم ہے۔ فَاي مَعَاذَ امْرَأَتِهِ تَطْلُعُ فِي كُوَّةٍ فَضَرَبَهَا  
یعنی جب معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی عورت کو روشن دان میں سے بھانکتے ہوئے دیکھا تو  
انہوں نے اس کو خوب پٹا۔

**بڑی نظر سے دیکھنے والے اور**  
**دیکھنے کا موقع دینے والے پر لعنت**  
اگر کوئی غیر محرم کو قصداً دیکھے۔ یا اپنے آپ  
کو دکھلائے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے  
پچانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ مَرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِي  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا كَانَ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ النَّاسَ خَلَوْا  
النُّظُورَ إِلَيْهِ (درواہ البیہقی  
فی شعب الايمان)

یعنی یہ بتی نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے  
بطریق ارسال کے روایت کی ہے کہ جب کو یہ حدیث  
صحابہ سے پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و  
سلم نے فرمایا کہ خدا کی لعنت ہو اُس پر جو بڑی نظر  
سے دیکھے۔ اور اُس پر بھی جس کو دیکھے یعنی وہاں پر یہ قیام  
کریے۔

**بے پردہ عورتوں کو سزا کے عقوبت** جو عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔ اور اعلانیہ پردے کی مخالفت کرتی۔ جی ہاں۔ اُن کو بچے بارے میں حد

شرعیہ میں بڑی سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کے کتاب القصاص باب الاقص من الجنات میں مرقوم ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَشْغَبَنَّ مِنْ أَهْلِ النَّارِ - یعنی دو گروہ ہیں دوزخیوں سے۔ ایک اُن میں سے ہے۔ نِسَاءٌ كَاسِيَاتٍ غَارِبَاتٍ - یعنی عورتیں ہیں پہنے ہوئے کپڑے ظاہر میں۔ اور نگلی ہیں حقیقت میں۔ یعنی مہین کپڑے پہنتی ہیں کہ ان میں سے ان کے بدن معلوم ہوتے ہیں۔ پس اگر ظاہر میں پہنے ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں نگلی ہیں کچھ بدن ڈھانکتی ہیں۔ اور کچھ کھلا رکھتی ہیں مِمْلَاتٍ - یعنی میل کرنے والیاں ہیں۔ یعنی آپ بھی مردوں کی طرف رغبت کرتی ہیں۔ یا معنی یہ ہیں کہ اوڑھنیاں سر پر سے اتار ڈالتی ہیں تاکہ لوگ اُن کے منہ دیکھیں۔ مَائِلَاتٍ - یعنی میل کر سنے والیاں ہیں یعنی ٹھک چال چلتی ہیں تاکہ لوگوں کے دل فریبتہ کریں۔ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ - یعنی جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گی۔ وَلَا يَجِدُنَّ دِجْعَهَا - اور نہ جنت کی بڑھک پائیں گی۔ وَإِنَّ دِجْعَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةٍ كَذَا وَكَذَا - یعنی حالانکہ جنت کی بڑھک پائی جاتی ہے۔ اتنی اور اتنی مسافت سے۔ یعنی بہت دور سے۔

**زانیہ عورتوں کو موت تک قید رکھنے کا حکم تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔**

وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَإِنَّمَا كُفُّوا عَنْهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا (سورہ نساء رکوع ۱۲)

یعنی اور جو عورتیں بیحیائی کا کام کریں۔ اُن پر چار آدمیوں کو اپنے میں سے گواہ بنا لو۔ اور جب وہ گواہ ہو جائیں۔ تو اُن عورتوں کو بدستور گھروں میں رکھے رہو۔ یہاں تک کہ یا تو موت انکو آجائے اور یا اللہ تعالیٰ اُن کیلئے کوئی راہ کرے۔ یعنی حکم ثانی دیدے۔

فرمایا۔ اور اس وقت تک یہ حکم فرمایا کہ انکو گھروں میں بدستور رہنے دو یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ پہلے سے وہ گھروں میں تھیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی وضع اور مقتضائے فطرت نسوں کا یہی ہے۔ لاگھروں میں نہیں۔ صرف اس بیماری سے احتمال تھا کہ غصے کے باعث گھر سے نکال باہر کر دیں۔ اس لئے اسکا حکم دیا کہ ابھی حالت سابقہ پر گھروں میں رکھو۔ چنانچہ اس کے بعد جب حد مقرر ہوئی۔ تو حکم ثانی معلوم ہو گیا کہ سزا کے لئے عاشر عدالت کی جائیں گی۔

غرض اس آیت میں زنا کا حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی زنا کا مرتکب ہو۔ تو اس کے ثبوت کے واسطے چار مردوں کی گواہی چاہیے۔ پھر گواہی ہو جانے پر عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ وہ مرجائیں۔ یا ان کی بابت اللہ تعالیٰ کوئی راستہ نکالے۔ جس راستے کا وعدہ اللہ پاک نے اس میں فرمایا ہے۔ وہ اٹھارہویں پارہ سورۃ نور میں ہے۔

الذَانِیَّةُ وَالزَّانِیُّ فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةً وَ لَا تَأْخُذْ بَعْدَ ذَلِكَ بِهِنَّ ذَا قَا فِی دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَلَیْسَ لَكُمْ عَذَابُهَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (پیش)»

یعنی زانیہ عورت اور زانی مرد پس بار و ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو دترے۔ اور م کو انی دونوں پر ترس نہ آنا چاہیے۔ اللہ کے حکم کی تعمیل میں۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اللہ اور روزِ آخرت پر۔ اور چاہیے کہ آمو جو د ہو۔ ان کی سزا کے موقع پر مسلمانوں کی ایک جماعت۔

حدیث شریف میں ہے کہ کنوارے مرد یا کنواری عورت سے زنا کی حرکت سرزد ہو تو سو دترے ماریں اور اگر بیاہ ہے ایسا کام کریں۔ تو سنگسار کریں۔

**باریک کپڑا پہننے کی ممانعت** عورت کو باریک کپڑا پہنتا سخت ممنوع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ حَاجِیْ بَكَرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثَوْبٌ قَاقِی

یعنی ابوداؤد میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان کی بہن اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں

النِّسَاءُ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيضَ لَنْ  
تُضِلَّ أَنْ يَرَى مِنْهَا إِلَّا هَذَا وَهَذَا  
وَأَشَارَ إِلَى وَجْهِهِ وَكَفَّهِ  
(دَوَاهِ الْبُودَادِ)

پہنے ہوئے تھیں۔ آپ نے اُن سے منہ پھیر کر  
فرمایا کہ اسے اس کا جب عورت بالغ ہو جائے تو  
سوائے چہرہ اور گتھین کے اور کوئی چیز اُس کی  
نظر نہیں آنی چاہیے۔

اس حدیث سے صاف ظہر پر ظاہر ہوا کہ عورت کو ایسا باریک کپڑا پہننا جس میں  
بدن جھلکے حرام ہے۔ اور بے پردگی میں بہ مقتضائے تکلف و زینت طبعی خصوصاً طبیعت  
نزدان ہند ضرور نامحرم کے روبرو باریک کپڑے پہننے جائیں گے۔ اور یہ حرام ہے پس  
بے پردگی بھی حرام ہے۔

وجہ اور گتھین کے غیر مستور رہنے کی رخصت قبل نزول حکم حجاب ہے۔ یا حالت  
و زورت میں یہ رخصت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ علقم بن ابی  
طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں سے سنا ہوا بیان کیا کہ حفصہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا  
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس باریک اور رھنی اوڑھے ہوئے آئیں۔ تو عائشہ صدیقہ  
رضی اللہ عنہا نے اس اوڑھنی کو بھاڑ ڈالا۔ اور اسے اور گاڑھی اور رھنی پہنائی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو عورتوں کی مجلس میں بھی باریک کپڑا پہن  
کر جانا درست نہیں۔ ذیور یا جلیڈ وغیرہ مردوں کا کیا ذکر ہے۔

آج کل ہندوستان میں نہایت باریک کپڑے مثلاً مل سولہ  
حالاتِ حاضرہ اور چھپتیس وغیرہ پہننے کا رواج عورتوں میں عام ہو رہا ہے۔

جس میں کٹی طرح کی قیاحیں پیدا ہو گئی ہیں۔ لیکن نئی روشنی اور نئے فیشن کے دلدادہ بکتے  
ہیں کہ عورتیں قومی اور جذبات کے لحاظ سے ہم سے کسی طرح کم نہیں جیسے دل دماغ اور  
انگلیں ہم رکھتے ہیں۔ ویسے ہی عورتیں بھی رکھتی ہیں۔ بلکہ ہم سے زیادہ نازک اندام ہیں۔  
جب ہم باریک اور عمدہ لباس پہنتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہ ہم سے زیادہ نفیس لباس  
نہ پہنیں کیوں وہ موٹے موٹے کپڑے اور بھاری بھاری چادریں اور برقعے اوڑھیں۔ اور

کیوں تو ہماری طرح کھلم کھلا باغ و باتار کی سیر کھیل تماشے عیش و عشرت کے سامان سے بہرہ ور نہ ہوں؟

جواب :- لباس کی غرض کیا ہے؟ لباس اس اور ڈھننے کی چیز کو کہتے ہیں جو انسان کے جسم کو سردی گرمی سے بچائے۔ اور حرارتِ غریزی قائم رکھے۔ اور جسم کے اس حصہ کو جسے شائستگی کے لحاظ سے ڈھانپنا ضروری ہے ڈھانکے۔

نہایت ہلکا لباس بدن کو نہ تو بخوبی چھپا سکتا ہے۔ نہ سردی سے بچا سکتا ہے۔ نہ گرمی کی ٹو سے۔ اور سردی گرمی کا اثر پورے طور پر نہ روکنے سے حرارتِ غریزی قائم رکھنے کے قابل بھی نہیں ہو سکتا۔

نفیس وہ چیز کہی جاسکتی ہے جس کے گن اپنے ہوں۔ یعنی اس پر مصالحہ اچھا لگا ہو۔ اور جس مطلب کے لئے بنائی گئی ہے اس کو پورا کرے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق لباس ایسا پہنو۔ جو سارے جسم کو اچھی طرح سے ڈھانپے۔ اور پردہ میں محفل نہ ہو۔

**مرد کو مرد کے سامنے اور عورت کو عورت کے سامنے نہ لگانا**  
عورت کے سامنے نہ لگانا ہونے کی ممانعت

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُقْضَى الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي تَوْبٍ وَاجِدٍ وَلَا يُقْضَى الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي تَوْبٍ وَاجِدٍ وَدَاهِ مَسْلَمٍ

یعنی صحیح مسلم میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ نہ دیکھے مرد طرف مرد کے۔ اور نہ دیکھے عورت طرف عورت کے۔ اور نہ جمع ہو مرد ساتھ مرد کے ننگے ہو کر ایک کپڑے میں۔ اور نہ جمع ہو عورت ساتھ عورت کے ننگی ہو کر۔ ایک کپڑے میں

میاں بیوی کو ایک دوسرے  
کا ستر دیکھنے کی ممانعت  
 میاں بیوی کو بلا ضرورت ایک دوسرے کا  
 ستر دیکھنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث  
 شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا نَظَرْتُ  
 أَوْ مَا نَاقَيْتُ فَرَجَ رَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطًّا  
 رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه  
 یعنی ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
 عنہا سے مروی ہے کہ کہا میں نے نظر نہیں کیا  
 نہیں دیکھا کسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا ستر۔

ایک روایت میں ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے نہ میرا ستر دیکھا اور نہ ہی میں نے اُن کا (مظاہر حق)  
 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب یہ ہے کہ مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے  
 کا ستر نہ دیکھیں۔

مردے کے ستر کی طرف دیکھنے کی ممانعت  
 مردے کے ستر کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے  
 چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا عَلِيُّ لَا تُبْرِزْ  
 فِجْدَكَ وَلَا تَنْظُرْ إِلَى فِجْدِ  
 خَبْتٍ وَلَا مَيِّتٍ  
 یعنی ابو داؤد اور ابن ماجہ میں علی رضی اللہ  
 عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے واسطے علی رضی اللہ عنہ  
 کے کہ اسے علی اپنی ران کو نہ کھول اور نہ  
 زندے کی ران کی طرف دیکھے اور نہ مردے  
 کی ران کی طرف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ اور مرد ستر

رواہ ابو داؤد  
 وابن ماجہ

ناف سے لیکر گھٹنے تک ستر کا ہونا  
 بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف اعضائے  
 مخصوصہ ہی ستر میں داخل ہے حالانکہ مرد کے

لئے ناف سے لیکر گھٹنے تک ستر ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔  
 عَنْ جُرْجَنْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
 یعنی ترمذی اور ابو داؤد میں جُرْجَنْدِ رضی اللہ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَّا عَلِمْتُ  
أَنَّ الْفَحْذَ عَوْرَةٌ

(رواه الترمذی و ابوداؤد)

خلوت میں بھی ننگا ہونا ممنوع ہے

عَنْ يَحْيَى بْنِ حَكِيمٍ عَنْ  
أَبِيهِ عَنْ حَبِيبَةَ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْفَظْ  
عَوْرَتَكَ الْآمِنُ ذَوْجَتِكَ  
أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ  
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ  
إِذَا كَانَ الرَّجُلُ خَالِبًا قَالَ  
فَإِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَ مِنْهُ

(رواه الترمذی ابوداؤد و ابن ماجہ)

عنبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے نہیں جانا کہ  
تحقیق ران ستر ہے۔

مرد اور عورت کو تنہائی میں بھی برہنہ ہونا  
نہیں چاہیے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے  
یعنی ترمذی۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں یحییٰ  
عکیم سے مروی ہے کہ اُس نے اپنے باپ سے  
نقل کی۔ اور اُس نے اپنے باپ معاویہ بن جحش  
سے کہ اُس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تو اپنے ستر کو ڈھانکا  
مگر اپنی بیوی یا لونڈی سے۔ میں نے کہا۔ یا رسول  
اللہ! مجھ کو خبر دو جس وقت کہ آدمی تنہا ہو کیا وہ  
بھی ڈھانکے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لائق  
تر ہے کہ اُس سے شرم کھائے یعنی اگرچہ وہاں  
کوئی نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلوت میں بھی ستر کا چھپانا واجب ہے۔ مگر ضرورت  
کھڑا ہونا ستر ہے۔

فرشتوں سے ستر کو ڈھانکنے کا حکم

مرد اور عورت کو اپنے ستر کے مقامات کو بلا  
ضرورت برہنہ کرنے کی ممانعت اس لئے ہے۔  
کہ کم از کم ان فرشتوں سے تو شرم کرنا چاہیے جو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں چنانچہ حدیث  
شریف میں ہے۔

عَنْ أَبِي عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُنَّا

یعنی ترمذی شریف میں ابن عمر رضی اللہ عنہ  
سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ



وَالْتَعَبَرُ حَىٰ . فَإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ  
لَّا يَفْهَمُ أَرْقَاكُمْ إِلَّا عِشْدَ  
الْعَاطِطِ وَحِينَ يُفِضُ الزَّجِدُ  
إِلَى أَهْلِ لِهَ . فَاسْتَحْيُوا هُمْ وَأَكْرِمُوهُمْ  
رواہ الترمذی

علیہ وسلم نے جو تم تکے ہونے سے یعنی اگرچہ تنہا ہو سکتے  
گو تحقیق تنہا سے ساتھ وہ ہیں کہ تم سے نہیں جدا ہوتے  
یعنی فرشتے گہبانی کر نیالے اوکڑا کاتبین مگر پانچا ذکر  
اور اس وقت جب اپنی بیوی سے صحبت کرے پس ان سے  
حیا کرو اور ان کی تعظیم کرو یعنی ترعدا رکھو اور اچھے کام کرنا

اور بڑی اور لغو باتوں سے بچتے رہو کہ یہ چیزیں باعث حیا اور تعظیم اور تکریم ان کی ہیں۔  
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے ستر کا کھولنا جائز نہیں۔ ہاں مجاہد اور  
رفع حاجت وغیرہ کے لئے جائز ہے۔

صحیح ترمذی میں معاویہ بن جعدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنے  
چھپانے کا بدن کس موقع پر چھپائیں اور کس موقع پر نہ چھپائیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم اپنے ستر کو  
تمام لوگوں سے سولٹے اپنی بیوی اور لونڈی کے محفوظ رکھو۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ  
سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک شخص دوسرے کے پاس رہتا ہے۔  
یعنی ہر وقت ایک جگہ رہنے سے محافظت مشکل ہے۔ تو اس پر آپ نے فرمایا۔ حتی المقدور  
تم کو محافظت کرنا لازم ہے۔ پھر انہوں نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آدمی تنہائی  
میں ہوتا ہے۔ یعنی تنہائی میں تو کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس سے پردہ کیا جائے۔ اس پر آپ  
نے فرمایا۔ کہ پھر تجھے اللہ تبارک و تعالیٰ اور فرشتوں سے حیا کرنی چاہیے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں بھی بلا ضرورت برہنہ ہونا خواہ کل یا بعض  
بدن سے جس کا چھپنا مجمع میں واجب ہے۔ جائز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور فرشتوں  
سے بظاہر حیا کرنا چاہیے۔

مردوں کو حمام میں پردہ کرنے کا حکم  
مردوں کو حمام میں بھی ایک دوسرے سے پردہ کرنے  
کا حکم ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

ترمذی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ

اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو۔ وہ حمام میں بغیر کپڑا باندھے ہرٹے نہ جائے۔  
اس کی وجہ یہ ہے کہ حمام میں کچھ آدمی یک جا غسل کرتے ہیں۔ اس لئے وہاں پردہ واجب و لازم ہے۔

**عورتوں کو حمام میں نہ جانے کا حکم** عورتوں کو حمام میں نہیں جانا چاہیے۔ اگرچہ اُس کا شوہر اسے اجازت بخادے دے دے۔ چنانچہ مجالس الا برار میں مرقوم ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَامُّ حَذَامٌ عَلَى نِسَاءٍ أَهْلِيٍّ۔  
یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمام میری امت کی عورتوں پر حرام ہے۔

**حمام میں جواز کی صورت** اگر کسی کو حمام میں جانے کی کوئی سخت ضرورت آپڑے۔ مثلاً نفاس یا کسی اور مرض کے عذر کی وجہ سے۔ تو یہ شرط ہے کہ تنگی پہنکو جائے اور حمام میں کوئی عورت تنگی نہ ہو۔ اور نہ بناؤ سنگار سے جائے۔ پس اگر ان شرائط میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے۔ تو اُس کو حمام میں جانا جائز نہیں۔  
**منکرین پردہ کا بے غیرت ہونا** جو شخص پردے کا حامی نہیں ہے۔ وہ بے غیرت ہے۔ چنانچہ مجالس الا برار میں ہے۔

دُورَى أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يُغَارُ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يُغَارُ وَغَيْرَةُ اللَّهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ رِيعِي مَرُودِي هِيَ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک خدا غیرت مند ہے۔ اور مومن غیرت مند ہے۔ اور اللہ کی غیرت اس پر آتی ہے کہ مومن ایسا کام کرے جو اللہ تعالیٰ نے اُس پر حرام کیا ہے۔  
وَفِي حَدِيثٍ الْخَدَاءَةُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنِّي لَغَيُّورٌ وَمَا أَمْرٌ لَا يُغَارُ إِلَّا مَنَكُوسُ الْقَلْبِ دِمَاجِ الْإِبْرَارِ۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بڑا غیرت مند ہوں۔ اور نہیں ہے کوئی مرد جو غیرت نہ کرتا ہو۔ مگر اوندھے دل کا۔

وہ طریقہ جس سے کبھی غیرت کو صدمہ نہ پہنچے۔ یہ ہے کہ اُن کے پاس کوئی مرد نہ اُسے پائے۔ اور نہ وہ رستہ گلیوں میں جائیں۔ کیونکہ اُن کا نکلنا بے غیرتی سمجھی جاتی ہے۔

**عورت کن کن جگہوں میں اجازت لیکر گھر سے باہر جاسکتی ہے**

وہ خاص جگہیں یہ ہیں جو صاحبِ خلاصہ نے مجموع النوازل کے حوالہ سے لکھی ہیں۔

يُجُوزُ لِلزَّوْجِ أَنْ يَأْذَنَ لَهَا بِالتَّخَرُّجِ إِلَى سَبْعَةِ مَوَاضِعَ زِيَارَةِ الْأَبْوَيْنِ وَعِيَادَتَهُمَا وَتَعْرِيتَهُمَا أَوْ أَحَدَهُمَا وَزِيَارَةَ الْمَحَادِمِ۔

یعنی مرد کو جائز ہے کہ سات جگہ عورت کو جانے کی اجازت دے۔ ماں باپ کی ملاقات، اور اُن دونوں کی بیمار پرسی اور اُن دونوں کی یا تم پرسی۔ اور محرموں کی ملاقات کیلئے۔

علاوہ انہیں اگر وہ عورت قابلہ (دانی) ہو۔ یا مردہ کی نہلانے والی ہو۔ یا کسی پر اُس کا حق آتا ہو۔ یا کسی کا اس پر حق آتا ہو۔ تو اجازت سے بلا اجازت جاسکتی ہے۔

مرد کو لازم ہے کہ اپنی بیوی وغیرہ کو اجنبی لوگوں کی ملاقات اور اُن کی بیمار پرسی اور ولیمہ میں شامل ہونے کی اجازت نہ دے۔ اگر اُس نے اجازت دیدی۔ اور وہ چلی گئی۔ تو ڈر گنہگار ہونگے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اجازت کبھی چپ رہنے سے بھی ہوتی ہے۔ اور چپ رہنا بھی کہہ دینے کی مثل ہے۔ اس لئے کہ بُری بات سے منع کرنا فرض ہے۔ خاموشی نیم رضا مشہور مقولہ ہے اگر مجلسِ علم میں بلا رضامندی شوہر کی جانا چاہے۔ تو وہ نہیں جاسکتی۔ مگر اُس وقت جبکہ اُسے کوئی ایسا ضروری مسئلہ دریافت کرنا ہے جس کی اس کو سخت ضرورت ہے۔ اور خاوند پر چھپ کر نہ بتلائے۔ تو پھر اُس کو بلا مرضی خاوند کے باہر جانے میں بلا اجازت گنجائش ہے۔ اس لئے کہ حاجت کی باتوں میں علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔ پس خاوند کے حکم پر یہ حق مقدم ہے۔

اگر خاوند کسی عالم سے دریافت کر کے اُس کو بتلا دے۔ تو پھر اُسے جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔ واقعہ پیش نہیں آیا۔ لیکن چاہتی ہے کہ مجلسِ علم میں اس لئے جائے۔ کہ وضو

اور غار کے مسئلوں میں سے کوئی مسئلہ سیکھ لے۔ تو خاوند کو مسائل آتے ہوں۔ اور وہ اس کو بتلاتا رہتا ہو۔ تو اُسے جائز ہے کہ عورت کو منع کرے۔ اگر اُسے نہ آتے ہوں۔ تو بہتر یہ ہے کہ اُسے کسی بھی اجازت دیدے۔ اگر اجازت نہ دے تو اُس پر کچھ گناہ نہیں۔

عورت کو باہر نکلنا درست نہیں۔ جب تک اُسے کوئی واقعہ پیش نہ آئے۔ اگر اپنے شوہر کے گھر سے بلا اس کی اجازت کے گئی۔ تو آسمان کا ہر ہر فرشتہ اور ہر چیز جس پر اُس کا گذر ہوتا ہے۔ لعنت کرتی رہتا ہے۔ بجز انسان اور جن کے۔ حاصل یہ ہے۔ کہ اپنے شوہر کے گھر سے بلا اُس کی اجازت کے اُس کا نکلنا حرام ہے۔

جب اُس کی اجازت سے نکلے۔ تو چھپ کر بڑی ہیئت بنا کر نکلے۔ اور خالی راہ ڈھونڈ کر جائے۔ نہ کہ سڑکوں اور بازاروں میں۔ اور خوشبو لگا کر بن سنور کے نہ جائے۔ اور نہ راستہ میں کسی آدمی سے باتیں کرے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے۔

رَوَى أَنَّ عُمَرَ رَأَى امْرَأَةً مَعَ رَجُلٍ يَتَخَذُ ثَابِنَ الطَّرِيقِ فَضَرَبَهَا بِالْكَفِّ فَقَالَ الرَّجُلُ هِيَ امْرَأَتِي يَا امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُو كَاَنْتُ امْرَأَتُكَ فَلَمْ تَدْخُلْهَا فِي بَيْتِكَ حَتَّى لَا يَتَّبِعُكَ أَحَدٌ فِي الطَّرِيقِ۔

یعنی مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو ایک مرد کے ساتھ دیکھا کہ دونوں راستہ میں باتیں کر رہے ہیں۔ پس آپ نے دونوں کو کوڑے لگائے۔ پس مرد نے کہا۔ اے امیر المؤمنین یہ میری عورت ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا۔ کہ اگر یہ تیری عورت تھی۔ تو اُس کو اپنے گھر میں کیوں نہ لے گیا۔ کہ راستہ میں کوئی تجھ کو تہمت نہ لگائے۔

اور اس کی مثل تفسیر مظہری میں زیر آیت جلا بھیجیں ہے۔ عورتوں کو قبرستان میں جانا جائز نہیں ہے چنانچہ نصاب الاقتساب میں مذکور ہے۔ کہ قاضی سے

عورتوں کو قبرستان میں جانے کی ممانعت

کسی نے عورت کے قبرستان جانے کے جواز کو پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔

لَا تُشَلُّ عَنِ الْجَوَازِ فِي مِثْلِ هَذَا وَ إِنَّمَا سُئِلَ عَنْ مَقْدَارِ مَا يُلْحَقُهَا مِنْ۔

یعنی ایسی بات کے جائز ہونے کو نہ پوچھو۔ اور یہ پوچھو کہ اس پر کس قدر لعنت برستی ہے۔ کیونکہ

اللَّعْنِ -

عورت جب نیکلنے کی نیت کرتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اور

اُس کے فرشتوں کی لعنت میں آجاتی ہے۔ اور جب نکل کھڑی ہوتی ہے۔ تو ہر طرف سے اُس کے ساتھ شیطان ہرلپٹتے ہیں۔ اور جب قبر کے پاس آتی ہے۔ تو مردہ کی روح اُس پر لعنت کرتی ہے اور جب لوٹتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کی لعنت میں رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اپنے گھر میں پہنچ جائے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

یعنی جو عورت گورستان جانے کو نکلی۔ اُس پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی لعنت میں ملتی رہتی ہیں۔ اور جو عورت مردہ کے لئے دُعا کرے۔ اور اپنے گھر سے نہ نکلے۔ اس کو اللہ تعالیٰ ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب دیتا ہے

ومجالس الابرار

فِي الْخَبَرِ أَيَّمَا امْرَأَةٍ خَرَجَتْ إِلَى مَقْبَرَةٍ  
تَلْعَنُهَا مَلَائِكَةُ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَ  
الْأَرْضَيْنِ السَّبْعِ وَلَشَيْءٍ فِي لَعْنَةِ  
اللَّهِ تَعَالَى وَآيَّمَا امْرَأَةٍ دَعَتْ لِلْمَيِّتِ  
بِخَيْرٍ وَلَمْ تَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهَا يُعْطِيَهَا  
اللَّهُ تَعَالَى ثَوَابَ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ -

ومجالس الابرار

عَنْ سَلْمَانَ وَابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ عَلِيَّ  
السَّلَامُ ذَاتَ يَوْمٍ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ  
فَوَقَفَ عَلَى بَابِ دَارِهِ فَأَتَتْ فَاطِمَةُ  
فَقَالَ لَهَا مِنْ أَيْنَ جِئْتِ؟ قَالَتْ  
خَرَجْتُ إِلَى مَنْزِلَةِ فُلَانَةٍ الَّتِي  
مَاتَتْ فَقَالَ هَلْ ذَهَبْتَ إِلَى قَبْرِهَا  
قَالَتْ مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ أَفْعَلَ شَيْئًا  
بَعْدَ مَا سَمِعْتُ مِنْكَ مَا سَمِعْتُ  
فَقَالَ لَوْ زُرْتِ قَبْرَهَا لَمْ تَوْجِعْ  
رَاحَةَ الْجَنَّةِ ه

یعنی سلمان اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد سے نکل کر اپنے گھر کے دروازے پر ٹھہر گئے کہ اتنے میں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں آپ نے ان سے فرمایا کہہاں سے آئی؟ عرض کیا کہ فلاں عورت کے گھر سے جو مر گئی۔ فرمایا کیا تو اسکی قبر پر گئی تھی؟ عرض کیا کہ خدا کی پناہ۔ جو کچھ میں نے آپ سے سنا ہے۔ اُس کے سننے کے بعد ایسا کرتی۔ پس فرمایا کہ اگر تو اُس کی قبر پر جاتی۔ تو جنت کی خوشبو بھی نہ پاتی۔

ومجالس الابرار

ومجالس الابرار

**عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانا ممنوع ہے** عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا منع ہے  
پنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

روى أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ  
خَرَجَ إِلَى جَنَازَةٍ فَرَأَى الشَّاعِرَ يُتَبَعْنَ  
فَقَالَ لَهُنَّ أَتَعْمَلْنَ مَعَ مَنْ يَحْمِلُ  
فَقُلْنَ لَا فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتُصَلِّينَ  
مَعَ مَنْ يُصَلِّي فَقُلْنَ لَا - فَقَالَ انْصَرِفْنَ  
مَا ذُوْدَاتٍ غَيْرَ مَا جُوْدَاتٍ -  
یعنی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و  
سلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ تو  
ایک جنازہ کے ساتھ نکلے۔ دیکھا کہ عورتیں  
جنازہ کے پیچھے آرہی ہیں۔ پس ان سے کہا کیا  
تم بھی سب کے ساتھ جنازہ اٹھاؤ گی۔ انہوں  
نے کہا۔ نہیں۔ پس آپ نے فرمایا۔ تو کیا سب  
کے ساتھ نماز پڑھو گی۔ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ پس آپ نے فرمایا۔ لوٹ جاؤ گنہگار ہو کر بے ثواب رہو گے۔  
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا جائز نہیں۔ اور نہ ہی قبرستان  
کو جانا۔ بلکہ اس کو ضروری ہے کہ اپنے گھر کے اندر اپنا چھوٹے بیٹھی رہے۔ جب سے شوہر کے  
گھر آئی ہے۔ اُس وقت سے لے کر قبر میں جانے تک اپنے گھر سے بغیر اپنے خاوند کی اجازت کے  
باہر نہ نکلے۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ جس جگہ اُس کو نکلنے کی اجازت ہے۔ تو بناؤ سنگار نہ  
ہونے اور اس طرح حالت بدل دینے کی شرط پر کہ مردوں کے دیکھنے اور اُن کی نگاہوں کا سبب  
نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں فرمایا ہے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ  
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى (پانچ) یعنی اور قرار رکھو اپنے گھروں میں۔ اور اظہار  
کرتی نہ پھرو یعنی دکھاتی نہ پھرو۔ پہلے زمانہ جاہلیت کی طرح  
تبرج سب بیان صحاح کے عورت کا اپنے سنگار اور خوبوں کو مردوں کے سامنے ظاہر  
کرنا ہے۔ اور یہ جاہلیت کی عورتوں کی عادت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو اُن کے  
ساتھ مشابہت کرنے سے منع کر دیا۔ اور اُن کو اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا۔ اس لئے  
کہ عورت جب تک مردوں سے چھپی رہے گی۔ اُس کا عین بچا رہے گا۔

عورتوں کو زرق و برق لباس پہن کر مسجدوں میں آنا  
نہیں چاہیئے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عورتوں کو زیب و زینت کا لباس

پہن کر مسجدوں میں آنی کی ممانعت

یعنی ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔

کہ ایک عورت قبیلہ مزنیہ کی زیب و زینت  
کے لباس میں نکلتی ہوئی مسجد میں آئی۔ تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے لوگو!  
اپنی عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر

مسجد وغیرہ میں ٹھکنے سے روکو۔ کیونکہ بنی  
اسرائیل پر اس وقت تک لعنت نہیں کی گئی جب تک اُن کی عورتوں نے زیب و زینت کا لباس

پہن کر مسجدوں وغیرہ میں ٹھکنا اختیار نہیں کیا۔ اس حدیث سے عورتوں کو غاروں کے لئے مسجدوں  
میں جانے کا حکم پایا جاتا ہے۔ لیکن فساد زمانہ کے باعث اُٹار صحابہ اور اقوال محققین میں ممنوع

قرار دیا گیا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ

إِذْ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ مِنْ مُزَيْنَةَ تَرَفَّلَ

فِي زِينَةٍ لَهَا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا

النَّاسُ أَنَّهُوَ إِنْسَاءٌ كَرِهَ عَنْ لُبْسِ

الزَّيْنَةِ وَتَبَخَّرُوا فِي الْمَسَاجِدِ

فَإِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمْ يُلْعَنُوا حَتَّىٰ لَبَسَ نِسَاءَهُمْ

اسرائیل پر اس وقت تک لعنت نہیں کی گئی جب تک اُن کی عورتوں نے زیب و زینت کا لباس

پہن کر مسجدوں وغیرہ میں ٹھکنا اختیار نہیں کیا۔ اس حدیث سے عورتوں کو غاروں کے لئے مسجدوں

میں جانے کا حکم پایا جاتا ہے۔ لیکن فساد زمانہ کے باعث اُٹار صحابہ اور اقوال محققین میں ممنوع

قرار دیا گیا۔

پرسے کے متعلق فقہائے کرام کے فتاویٰ کا خلاصہ (۱) عورت کا جہری نماز میں پکار  
کر قرائت کرنا جائز نہیں۔

(۲) عورت کا حج میں لبیک پکار کر کہنا جائز نہیں۔ (۳) اگر عورت مقتدی ہو۔ مثلاً اپنے زوج

یا محرم کے پیچھے گھر میں نماز پڑھ رہی ہے۔ اور امام کو کچھ سہو ہو گیا۔ تو عورت کو زبان سے بتلانا

جائز نہیں۔ بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارے۔ تاکہ امام سن کر سمجھ جائے۔ کہ میں کچھ بھولا ہوں۔ اور پھر سوچ

کر یاد کر لے۔ (۴) جو ان عورت کا نام محرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں۔ (۵) جب قرائت بالجہر اور تلبیہ

بالجہر اور سہواً امام کے وقت سُبْحَانَ اللَّهِ کہہ دینا جیسا مرد مقتدی کہہ دیتا ہے۔ اور سلام جائز

نہیں۔ تر بلا ضرورت کلام کرنا یا اشعار سننا یا خط و کتابت کرنا جو کلام سے زیادہ جذبات کو ابھارتا

میں لایا جاتا ہے۔ یا اخباروں میں مضمون دینا جیسا کہ اس وقت متعارف ہے کہ اپنا پتہ اور نشان  
 بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ کیسے جائز ہوگا۔ (۶) اجنبیہ سے بدن و بوانا جائز نہیں ہے۔ (۷) غیر محرم کا  
 اتھار لینا جائز نہیں ہے۔ (۸) اجنبیہ کے بدن سے متصل کپڑے پر میلان نفس کے ساتھ نظر کرنا  
 جائز نہیں۔ (۹) آئینہ یا پانی پر جو اجنبیہ کا عکس پڑتا ہو۔ اُس کا دیکھنا جائز نہیں۔ اس بناء پر اُسکا  
 فوٹو دیکھنا جائز نہیں۔ (۱۰) اجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا طعام عورت کو کھانا یا بالکس مگر نفس  
 کو اس میں لذت ہو تو مکروہ ہے۔ (۱۱) رضاعی بھائی اور عمامہ اور اسی طرح شوہر کا بیٹا گو یہ سب محارم  
 ہیں مگر فقہ زمانہ پر نظر کر کے اُن سے مثل نامحرم کے پردہ کرنا ضروری ہے۔ (۱۲) عورت کے  
 بال اور ناخن گو بدن سے جدا ہو گئے ہوں۔ اُن کا دیکھنا جائز نہیں۔ (۱۳) اجنبی عورت کے ذکر  
 سے نفس کو لذت دینا جائز نہیں۔ (۱۴) اجنبیہ کے تصور سے لذت لینا حرام ہے۔ (۱۵) اگر اپنی  
 بیوی سے متمتع ہو۔ اور اجنبیہ کا تصور کر لے۔ وہ بھی حرام ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ ایک حدیث کی  
 رو سے شیطان کا جال ہے۔ جال سے جس قدر احتیاط ضروری ہے۔ اسی قدر اس سے ۔  
 ۱۔ گفت ابلیس لعین دادار را : ۲۔ دام ز سفتے خواہم این اشکار را :

## باب چھٹا

عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کا فتویٰ بعض دنیا پرست مولوی اخباروں میں اور  
 عام جلسوں میں علی الاعلان کہتے ہیں کہ عورتوں  
 کو مردوں کی طرح کانوں کی ٹونگ بال رکھنا ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت  
 ہے پہنچنا چھوہ اپنے دوسرے میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ اور اس کا جو ترجمہ کرتے ہیں۔ چہ  
 بھی ملاحظہ ہو۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ وہ  
 کہتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ کا ایک رضاعی  
 بھائی اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میرے  
 ہمراہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
 قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَا وَأَخُوهَا  
 مِنَ الرِّضَاعَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ الْبُحْلِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ



فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ قَدْ رَأَى الصَّاعِ فَأَغْسَلَتْ  
وَبَيْتَنَا وَبَيْتَهَا سَتْرًا فَاغْرَعْتُ عَلَى  
رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالِ وَكَانَ أَذْوَاجُ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُونَ مِنْ  
رُؤْسِهِمْ حَتَّى تَكُونَ كَالْوَفْرَةِ ۝

(رواہ مسلم)

کے غسل جنابت کے متعلق (حضرت عائشہ  
سے) سوال کیا۔ پس انہوں نے ایک برتن  
بمقدار صاع منگوا دیا۔ پھر غسل کیا۔ اور ہمارے  
اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ آپ نے سر پر  
تین مرتبہ پانی ڈالا۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی سیبیاں اپنے سر کے بال

کاٹ لیتی تھیں حتیٰ کہ وہ کانوں کی ٹوٹک طے رہ جاتے (اسکو مسلم نے روایت کیا ہے)  
جواب اول یہ حدیث صحیح بخاری کتاب الغسل میں بروایت عبدالصمد آئی ہے جس میں  
یہ آخری جملہ (زیر بحث) نہیں ہے۔ اور منہ احمد حنبلی جلد ۶ میں یہ حدیث مرقوم ہے۔ اس  
میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔ اور نسائی شریف میں بروایت خالد بن عارث یہ حدیث آئی  
ہے۔ اس میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ جملہ شاذ ہے۔ عبدالصمد اور خالد اجماعی  
ثقہ ہیں۔ وہ اس جملہ کو ذکر نہیں کرتے۔

دوم۔ حدیث صحیح مسلم میں عبید اللہ بن معاذ متکلم فیہ ہے جن کو ابن معین فرماتے  
ہیں۔ لَیْسَ بِشَیْءٍ کہ یہ کچھ نہیں چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے۔

قال ابراہیم بن جندب عبد اللہ  
بن معاذ العبیری لیس من اهل  
الحديث و لیس بمشہور ۝  
یعنی ابراہیم بن جندب نے کہا کہ عبید اللہ بن  
معاذ عبیری محدثین سے نہیں ہے۔ اور نہ  
ہی وہ مشہور ہے۔

معلوم ہوا کہ خالد اور عبدالصمد جواد ثقی اور احفظ ہیں۔ وہ اس جملہ کو روایت  
نہیں کرتے۔ اور عبید اللہ بن معاذ جن کو ابن معین لیس بشیء فرماتے ہیں وہ ذکر کرتے  
ہیں۔ اور ثقہ کی وہ زیادت جواد ثقی و احفظ کے خلاف ہو۔ شاذ ہوتی ہے۔ (کتاب ہول)  
سوم۔ یہ حدیث دیگر احادیث کے مقابلہ میں جن میں عورتوں کو مردوں کی مشابہت  
سے ممانعت پائی جاتی ہے۔ شاذ ہے۔ اور وہ شاذ روایت جس کے مقابلے میں اس سے  
زیادہ حافظ اور ضابط راوی کے خلاف بیان کرتے ہوں۔ اور یہ ان کی مخالفت میں تنہا

ہو۔ مردود ہوتی ہے۔ اس حدیث کو اس امر کے لئے بطور استدلال پیش کیا جاتا ہے جو بعض دنیا پرست مولویوں نے اخبارات میں نصب العین بنا لیا ہے کہ کانوں کی ٹوٹک  
مثلاً مردوں کی ازواج مطہرات اپنے بالوں کو رکھتی تھیں۔ تو یہ مخالف ان راویوں کی ہے  
جو ان سے زیادہ ضابط اور عادل اور ثقہ ہیں جو یہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء۔ یعنی اللہ  
کی لعنت ہو۔ ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔

چہارم۔ اس حدیث میں دو لفظ مشترک المعنی ہیں۔ اقول لفظ اخذ۔ دوم لفظ  
وفرقة۔ چنانچہ صراح اور مفتی الارب میں ہے۔ يُقَالُ اخَذْتُ الشَّيْءَ۔ گرتیم آنچیز را۔  
وَيُقَالُ فَلَانُ اخَذَ بِمَنْدِيْ كَیْرَمْدِه است۔ و يُقَالُ اخَذَ الشَّادِبَ بِرِیدِ مَوْسَى  
بروت را۔ غرض اخذ کے اور بھی معنی ہیں۔ مگر حدیث زیر بحث میں انہی تین معنوں میں  
سے ایک بن سکتے ہیں۔ ایک بالوں کا کاٹنا۔ دوسرا بالوں کو کسی چیز سے باندھ لینا۔ اور  
کسی تاگے سے قید کر لینا۔ دوسرا لفظ وفرقة بھی مشترک ہے۔ چنانچہ علامہ نووی رحمۃ  
اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ وفرقة لہ سے بہت زیادہ اور بھر  
ہوئے سر کے بالوں کو کہتے ہیں۔ اور بقول امصی لہ ان بالوں کو کہتے ہیں۔ جو دونوں کندھوں  
سے لگتے ہوئے ہوں۔ اس صورت میں وفرقة وہ بال ہوئے جو کندھے سے نیچے تک ہوں  
اور علاوہ امصی کے دوسروں نے کہا ہے کہ وفرقة ان بالوں کو کہتے ہیں۔ جو لہ سے کم ہوں  
یعنی کندھوں سے اونچے نہیں۔ اور مفتی الارب میں ہے۔ وفرقة بالفتح موصیٰ جمع بر  
سر یا موصیٰ تازمہ گوش۔ لہذا اگر حدیث کے معنی یہ کہئے جائیں کہ ازواج مطہرات اپنے  
سر کے بالوں کو اتنا کاٹتی تھیں کہ مثل وفرقة کی کانوں کی ٹوٹک رہ جاتے۔ تو پھر عورتوں کے  
لئے مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے سے اجتناب کہاں رہا۔ کیونکہ کانوں کی ٹوٹک  
بال مردوں سے مخصوص ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کانوں کی ٹوٹک بال  
رکھتے تھے۔ اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک لہذا مردوں کو کانوں کی ٹوٹک سر کے بالوں  
کا رکھنا سنت ہوئی۔ اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک۔ اور اس سے زیادہ لمبے بال رکھنے

سے مردوں کے لئے حضرت نے کراہیت کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:  
 قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 نَعَمَ الرَّجُلُ خَرِبًا لِأَسَدِي نُودَا  
 كُلُّ جَمَّتِهِ وَإِسْبَالُ إِذَا رِهَ قَبْلَهُ  
 ذَاكَ خَرِبًا فَأَخَذَ شَعْرَهُ فَقَطَعَ  
 بِهَا جَمَّتَهُ إِلَى أَذُنَيْهِ وَدَفَعَ إِذَا رِهَ  
 إِلَى الْفَنَاتِ سَاقِيَهُ (رواہ ابو داؤد)

ابو داؤد میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے خرم اسدی اچھے آدمی  
 میں مگر ان کے بال لیے نہ ہوتے اور تہینہ لٹکا  
 ہوا نہ ہوتا۔ (یعنی ٹخنے سے نیچا) یہ خرم خرم  
 کو پسینہ۔ تو انہوں نے اپنے بالوں کو پھری سے  
 کاٹ کر کانوں تک کر لیا۔ اور تہینہ آدمی پتلی تک ہونچا۔

جب یہاں تک مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت  
 سے منع فرمایا۔ تو ازواج مطہرات کے ساتھ عالم تو کہاں کوئی جاہل بھی ایسا خیال نہیں کر سکتا کہ وہ  
 مردوں کی طرح کانوں کی ٹوک بال رکھا کرتی تھیں۔ اور مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر کے  
 (نمود بانہ) مستحق لعنت بنتی تھیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللَّهُ  
 الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَ  
 الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ  
 (رواہ البخاری)

یعنی صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ  
 عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے لعنت ہوا اللہ کی ان مردوں پر جو  
 عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔ اور اللہ  
 کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں سے شبہت حاصل کریں۔

یہ نجم۔ حدیث میں لفظ کالوفرہ ہے جس کے معنی ہیں کہ بال مثل وفرہ کے ہو جاتے ہیں۔  
 کاف تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کے بال بالکل وفرہ نہیں بن جاتے تھے بلکہ  
 وفرہ کی طرح ہو جاتے تھے۔ اور وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ بالوں کو سر کے اوپر اکٹھا کر کے با  
 دیا جاتا تھا۔ جو وفرہ کی مثل بن جاتے تھے۔

کاموس اور اقرب الوارد میں وفرہ کے معنی الشعر المجتمع على الرأس بھی لکھے  
 ہیں وفرہ وہ بال ہیں جو سر کے اوپر اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ یعنی ازواج مطہرات سر کے بالوں کو سر پر  
 اکٹھا کر دیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ وفرہ کی مثل ہو جاتے۔ ان معنوں کی تائید حدیث عائشہ

رضی اللہ عنہا اجرت داسی اجارا بشد ید اسے بھی ہوتی ہے جس کا ترجمہ مجمع البحار اور صراح سے نیچے لکھا گیا۔

علاوہ اس کے اگر اخذ کے معنی کاٹنے ہی کے لئے جائیں۔ تو لفظ وفروہ کے معنی وہی لئے جائیں گے۔ جو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے ہیں کہ وفروہ لہ سے یعنی کندھے تک کے بالوں سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں۔ تاکہ مردوں کے بالوں سے مشابہت نہ ہو۔ اور نسبت از تکاب ایسے فعل کی جو خدا اور رسول کی اہانت کا موجب ہو۔ از واج مطہرات کی طرف لازم نہ آئے۔ مگر اس صورت میں انگل دو انگل بال کاٹنے کی نسبت از واج مطہرات کی طرف مکرنا بے سود معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ احرام سے حلال ہونے کے وقت بھی عورتوں کو بالوں کا کٹوانا اگرچہ واجب ہے۔ اور منہ والے کی قطعاً مانعت۔ مگر وہ بھی انگل دو انگل سے زیادہ کٹوانا منع ہے چنانچہ بحر الرائق۔ ہدایہ اور عنایہ وغیرہ میں ہے۔

وَالْتَقْصِيرُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ رُؤُوسِهِمْ  
شَعْرَهُ مَقْدَرًا لَا نَيْلَةً (ہدایہ)  
قَوْلُهُ مَقْدَرًا لَا نَيْلَةً قِيلَ هَذَا  
التَّقْدِيرُ مَرْوِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ  
وَلَمْ يَعْلَمْ فِيهِ غِلَاطٌ

یعنی شرعاً تقصیر اس کو کہتے ہیں کہ بالوں کے سرے سے ایک دو انگل بال کاٹ دیئے جائیں۔ یعنی تقصیر کے یہ معنی کہ ایک دو انگل بال کاٹے جائیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اور اس میں آج تک کسی کا اختلاف نہیں ہوا۔

(عنایہ)

مگر حج میں تو قصر کن حج قرار دیا گیا۔ علاوہ حج کے از واج مطہرات کو اتنا قصر کرانے سے کیا فائدہ تھا کہ عبت فعل کا ارتکاب کرتیں۔

اس حدیث کی صحیح تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ اخذ کے معنی بندگرفتن کے لئے جائیں اور وفروہ کے معنی موٹے مجتہج کے۔ پھر حدیث کے یہ معنی ہونگے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کی جدائی کے غم میں جو دلیل کمال ایمان کی ہے۔ از واج مطہرات نے کنگھی چلی میٹھی گوندھنے کے ساتھ زیب و زینت چھوڑ دی تھی۔ اور بالوں کو یونہی باندھ لیا کرتی تھیں جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سر پر بال مجتہج ہو رہے ہیں۔ جن کے غسل میں نہ کھولنے کی ضرورت تھی

ہے۔ اور نہ انگلیوں سے جڑوں تک پانی پہنچانے کی حاجت۔

فقہ کی کتابوں میں بال کاٹنے کی ممانعت صراحت سے پائی جاتی ہے۔ چنانچہ درمختار

میں ہے۔ یعنی اور اسی درمختار میں ہے۔ کہ اگر کاٹے عورت

وفیه قطعت شعر رأسها اثمت

ولعنت ذاد فی البزازیہ و ان

بازن الزوج لانه لاطاعة لمخلوق

فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی

الرجل قطع لحدیۃ والمعنی الموثر

التشبیہ بالرجال۔

ازواج مطہرات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا

کڑواقی تھیں۔ چنانچہ ذیل کی متعدد احادیث

شریف سے ثابت ہوتا ہے۔

۱) صحیح مسلم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے

عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِنِّیْ اَسْوَءُ مَا اَشَدُّ ضَرْبًا سِیْ اَقْلَقُضْ

لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ یعنی میں سر کے بالوں کو سخت گوندھتی ہوں۔ تو کیا جنابت کے غسل کے

لئے کھول لیا کروں۔ تو آپ نے فرمایا۔ نہیں تجھے کافی ہے۔ کہ دو ٹوکھونکی لپیں پانی سے

پڑ کر کے تین بار سر پر ڈالے۔ پھر سارے بدن پر پانی بہلائے۔ تو پاک ہو جائے گی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا اگر سر کے بال کٹوایا کرتیں۔ تو نہ گوندھنے کی ضرورت ہوتی نہ

کھولنے کی۔ پھر تو مردوں کی طرح بال کھلے رہتے۔ تو آپ کو یہ مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت

نہ ہوتی۔ معلوم ہوا کہ آپ کے سر کے بال لیے ہوتے تھے۔ جسے آپ سخت گوندھ دیتی تھیں

تو آپ کو غسل کے لئے اس مسئلے کے دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی۔ کہ بالوں کو کھول لیا

کروں یا نہ چونکہ حضرت کو معلوم تھا کہ بغیر کھولنے کے ان کے بالوں کی جڑوں تک پانی

پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ کھولنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) سند احمد حنبلی جلد ۱ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ایٹھا الناس فرمایا۔ میں اس وقت سر کے بالوں کو کنگھی کر رہی تھی۔ میں نے یہ آواز سن کر بالوں کو لپیٹا۔ اور میں دروازے کے قریب ہو کر سننے لگی۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ بال نہیں کٹواتی تھیں ورنہ لَفَفْتُ شَعْرِي صحیح نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کاٹوں تک بال کٹا یا کرتیں۔ تو پھر ان کا پٹینا کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

(۳) نسائی شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ اِنْقَضِيَ رَأْسُكَ وَامْتَشِطِيْ یعنی سر کو کھولو۔ اور کنگھی کرو۔ (۴) ابن ماجہ میں یہ الفاظ ہیں۔ اِنْقَضِيَ شَعْرُكَ وَاعْتَسِلِيْ۔ یعنی بال کھولو اور غسل کرو۔ معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بال بھی گوندھے ہوئے تھے جن کے کھولنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اگر بال کاٹوں تک ہوتے۔ تو اِنْقَضِيَ شَعْرُكَ کا ارشاد کیسے صحیح ہو سکتا تھا۔

(۵) دارقطنی میں جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ اور خالہ کے ہمراہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت شریف میں حاضر ہوا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے پہلے نماز کا سا وضو کرتے پھر تین بار بدن پر پانی بہاتے۔ وَتَحْنُ لَفِيضٌ عَلَى دُؤْسِنَا خُمْسًا مِنْ اَجْلِ الصَّفْرِ یعنی اور ہم اپنے سروں پر مینہ ٹھیوں کے سبب پانچ بار پانی ڈالتے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بال لمبے تھے۔ جو گوندھے ہوئے تھے۔ اگر کاٹوں تک ہوتے۔ تو پانچ بار پانی ڈالنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

(۶) سند احمد میں مروی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اَجْمَرْتُ رَأْسِيْ اِجْمَادًا شَدِيْدًا یعنی میں سر کے بالوں کو خوب مضبوط باندھا کرتی تھی۔ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ يَا عَائِشَةُ اَمَا عَلِمْتِ اَنْ عَلَيَّ كُلِّ شَعْرٍ جَنَابَةٌ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ اے عائشہ کیا تو نہیں جانتی کہ ہر بال پر

جنابت ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بال کٹائے ہوئے نہ تھے۔ ورنہ اجار شدید مقصود نہیں ہو سکتا۔

**صحابیات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا** تمام صحابیات کے بال بھی کٹے ہوئے نہ تھے۔

پہلے صحیح مسلم میں عبید بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کے غسل کے وقت بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ پر تعجب ہے کہ وہ بالوں کے کھولنے کا حکم دیتا ہے۔ الحدیث۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام صحابیات کے سروں کے بال بھی گوندھے ہوئے تھے۔ ورنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بالوں کے کھولنے کا حکم نہ دیتے۔

صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دختر کو غسل دے رہی تھیں۔ پھر فرماتی ہیں۔ مَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ۔ ایک روایت میں ہے۔ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ اَثَلَاتٍ قَرِينَهَا ناصيتها۔ صحیح بخاری اور مسند احمد کی روایت میں بعد ثلاث قرون کے وَالْقَيْنَا خَلَقَهَا بھی آیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ثَلَاثَةُ قُرُونٍ اِثْنِي ثَلَاثُ خَفَاثٍ۔ یعنی ہم نے حضرت کی صاحبزادی کے بالوں کو تین گیسو کیا۔ اور ان کی پشت کے پیچھے ڈال دیا۔ ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں۔ خَلَقَهَا اِثْنِي ثَلَاثَ خَفَاثٍ۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ بال بلے تھے۔ ورنہ تو ضفائر بن سکتے نہ پشت کے پیچھے ڈالے جاسکتے۔ معلوم ہوا کہ بال کٹائے ہوئے نہ تھے۔

ابو داؤد میں مروی ہے کہ ایک عورت نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر ایک مثلہ دریافت کیا۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ وَاعْبِزِي قُرُونَكَ عِنْدَ كُلِّ جَفْنَةٍ یعنی ہر بار دونوں ہاتھوں سے پانی ڈالنے کے وقت اپنے گیسوؤں کو خوب دبا کر ملو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے گیسو و ضفائر ہوتے تھے۔ کٹوایا نہیں کرتی تھیں

قامی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ المعروف ان نساء العرب انما کن یتخذن القرون  
والذواشب۔ (نوی) یعنی مشہور یہی ہے کہ عرب کی عورتیں قرون و ذواشب (لبے لمبے گیسو)  
رکھا کرتی تھیں۔

الحاصل مذکورہ بالا روایت صحیحہ سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ ازواجِ مطہرات  
اور صحابیاتِ سرکہ بالوں کو ہرگز کٹواتی نہیں تھیں۔ اور جس روایت سے مخالفین استدلال کرتے ہیں۔  
وہ سراسر غلط اور محض دھوکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان غلط کار لوگوں کو رشد و ہدایت بخشنے۔ تاکہ  
وہ دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

**التماس مؤلف** اہل علم کی خدمت اقدس میں ہنایتِ ادب کے ساتھ میری یہ تاپیز و خدمات  
ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں غلطی یا سہو پائیں۔ تو راقم الحروف یا  
مشترکِ مطلع فرمائیں۔ تاکہ طبعِ ثانی میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔ کہ سہو و خطا لازمہ بشریت ہے۔  
**دُعایہ بدرگاہِ ربِّ العالمین** یا ایاہ العالمین اپنے حبیبِ پاک کی طفیل اس کتاب کے پڑھنے  
والے سننے والے بشتر کرنے والے تصحیح کرنے والے۔ ترمیم  
کرنے والے اور لکھنے والے کو اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ ان کے عمل کے صدقے راقم الحروف  
اور اس کے والدین کی مغفرت فرما۔ اور خاتمہ بالخیر کر۔ نیز میرے لختِ جگر فرزند ارجمند سعادت مند  
محمد بشیر ایم۔ اے کو جیسے حوادثِ روزگار سے محفوظ و مصون رکھ۔ دین و دنیا میں اس کو سرسبز و نور  
نشاواں کر۔ اور سلفِ صالحین کا قبیح اور شریعتِ شریفہ کا پابند کر۔ گمراہ فرقوں۔ اور بد صحیحوں  
سے بچائے رکھ۔ اور اس کو اپنا مقبول بندہ بنالے۔ آمین۔

واللہ اعلم بالصواب ان الحمد للہ رب العالمین وحسبنا اللہ تعالیٰ  
علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ و اوصیایہ اجمعین۔

**ابوالبشیر محمد صالح مولوی بن مسنت علی مرحوم میترانوالی**

ضلع ساہیوالہ